بعون صناع بیچون و بیمکان بفضل خلاق زمین و آسمان

گلدستہ ازہار بیخزان نتیجہ طبع شاعر ہمہ دان مجموعہ فصاحت مقبول طبائع ہر صغیر و کبیر یعنی

فسانہ دلپذیر

مصنفہ احمد علی خان صاحب متخلص بہ تائب ساکن موضع رشید آباد تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد بتحریک مصنف بعد

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بار اول چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عندلیبان خوش الحان شیرین بیان شاخسار گلستان حمد اُس باغبان بوستان کن فکان کے
شام و سحر چہچہہ پرداز ہین کہ جسنے گلزار اخضر چرخ برین کو گلہاے متنوعہ کواکب سے زیب و زینت بخشی
شگفتہ و خندان کیا اور قمریان کوکو کنان رطب اللسان اغصان سرو جویبار ثنا اُس نخلبند
چار چمن گیتی پر غدا و مسا ترنم ساز ہین کہ جسنے ریاض زمردین فردوس اعلے کو گل و ریحان
حور و غلمان سے ضیا و بہا عطا کرکے سرسبز و زیان کیا قصیدہ کہکشان بے آلات تفکر و قیقہ یاب
بحر فلک مین قافیہ سنج میزان ظہور کا ہوا آور صفحہ مثنوی کواکب مہر و ماہ بے جدول کے زمین
زنگاری آسمان مین زنگ بست نوسکا تاثیر گرمی نشہ بادہ ارغوانی شوق اُسکے سے عرق شبنم اندام
نزاکت التیام گل قدح نوش پر پیدا آور بلبل نواسنج ذوق گلبانگ زنی اُسکی مین کیفیت مے
وحدت سے مدہوش و شیدا چمن آرا کہ شاخ سبز گل تر کو لباس زمردین پہنایا آور خسرو گل کو
تاج زرین زیب سر فرماکر سریر زمردین گلبن پر بٹھایا گل مین اگر اُس گلبن آرا کی رنگ و بو
نہوتی بلبل شیدا ہوکر جان نہ کہوتی اور شمع اگر سوز و گداز عشق اُسکے مین جل پگھل کرنہ رہتی
پروانہ گوہر مضمون سوختن و جانبازی کا رشتہ اضطرابی مین نہ پروتا نرگس شہلا سے سحر خیز
الفت اُسکی مین سرمہ بیداری چشم انتظار مین کھینچکر دم شب زندہ داران

صبح نفس کا مارتا ہی اور گل رعنا قباے سرخ و زرد زیب تن کر کے مثل اسکے مین آئینہ حیرت زانو پہ رکھکر آپ کو سنوارتا ہی جام زرین آفتاب مے ارغوانی شفق مے کے شوق سے بریز و سرشار آو بادہ کشان میکدہ طلب ساغر خیال وصال اسکے کے نقد جان برکف و بہزار آرزو خریدار و خواستگار ہر ذرہ ریگ بیابانی صنعت مہر انگیز پر شیفتہ ہوکر زبان حال سے گویا ہی اور سبزہ و گل نکہت عطر قدرت سے معطر ہوکر چار سوے چمن کائنات مین پویا ہی انکی

اشعار

ہر گیاہی کہ از زمین روید	وحدہ لاشریک لہ گوید
در ہر چمن مو کرمے نہی گوش	فوارہ فیض اوست در جوش
نہ بلبل بر گلش تسبیح خوانست	کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانست
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

جل جلالہ و عم نوالہ۔ صلوات زاکیات و سلام با برکات بتعداد ذرات ریگ بیابان و شمار قطرات باران و اوراق اشجار و نجوم آسمان ہدیہ محفل خلد منزل باعث ایجاد کائنات و واسطہ موجودات شمع دودمان رسالت فخر خاندان نبوت سید المرسلین شفیع المذنبین محبوب رب العالمین مورد معانی طٰہٰ و یٰسین بشیر و قافلہ انبیا رہنماے اصفیا گوہر درج عدنان اختر برج انس و جان مہبط فیض اتم مجلی نور قدم حضرت محمد مصطفےٰ اشرف آدم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و خلفائہ و ازواجہ اجمعین

اشعار مولف

نہ ہوتا نور گر اسکا ہویدا	تو کیونکر ہوتی موجودات پیدا
وجود واجب و حادث کے درمیان	وہی ہی واسطہ سوگند یزدان
الٰہی تا قیام روز محشر	پیاپے بھیج رحمت اسکے اوپر

اما بعد فقیر حقیر خاکسار ذرہ بیمقدار خوشہ چین خرمن ارباب دانش ابجد خوان دبستان فیض اصحاب بینش بستیات متلی احمد علی تائب تخلص نقشبندی مجددی مظہری مرشد آبادی خدمت مخلبندان حدیقہ خوش بیانی و مشتاقان بزم فسانہ و کہانی مین عرض پرداز ہی کہ سنہ بارہ سو اڑسٹھ ہجری مین فقیر نے اس فسانہ دلپذیر کو نتیجہ فکر خام سے صفحہ قرطاس پر زیب تحریر کیا تھا لیکن بسبب خوف ابنائے روزگار کہ اگر ہزار ہنر دیکھین دیدہ و دانستہ

چشم پوشیدہ کرین اور اگر ایک عیب پائین وہین انگشت اعتراض ہنگامہ ہزار شخص کو بتائین واسطے استصلاح کے بیچ خدمت بابرکت بلبل شاخسار سخندانی شمع شبستان نکتہ دانی اُستادی سید محمدی میر بہادر علی حیدر امروہی کے پیش کیا لیکن افسوس کہ نظر فیض اثر میر موصوف سے جزوی ہی گذرا تھا کہ تیغ قضا رگ زندگی گسار میر موصوف کی ہوئی نسخہ مسطور ورثہ میر مغفور سے ہرچند طلب کیا اصلا دستیاب نہوا گویا ساتھ ہی انکے گیا فقط مسودہ متفرق پاس عزیز جان گرامی روح و روان خجستہ کردار سعادت شعار عقیدت آگاہ سید منصور شاہ متوطن رائے پور کے رہ گیا اور خاطر فاتر فقیر کی پھر اُسکی طرف مائل نہوئی کہ صاف کرکے تحفہ بزم یاران مشتاق کرے اتفاقاً سنہ بارہ سو نوے ١٢٩٠ ہجری مین وہ مسودہ نظر سعادت اثر سعید ازلی حمید سرمدی گوہر درج ارجمندی اختر برج سربلندی قرۂ باصرۂ سعادت غرۂ ناصیہ سیادت مربع نشین چار بالش تلامذت صدر گزین وسادہ عقیدت رنگ افروز چہرۂ مجد و اعتلا راحت اندوز محفل عز و علا دیدہ دانش گزیدہ بینش لخت جگر نور نظر ارادت اساس حق شناس محمد شمس الدین خان خلف کامل خان مدعمرہ سے گذرا شنبلبل گل مضمون اُسکے پر بہزار جان شیفتہ ہوکر مستدعی و متکلف ترتیب اُسکے کا ہوا ہرچند زبان عذر دراز کی کہ زمانہ مزاج فاسد و بازار قدردانی کاسد کے سبب اصلا مرکوز خاطر نہین ہے کہ اب اس شاہد رعنائے نتیجہ فکر کو زیور معانی بکر سے آراستہ کرکے جلوہ گر منصۂ شہود کرے کیونکہ

شعر

امروز بہائے ہیزم و عودیکی ست	آواز خر و نغمۂ داؤدیکی ست

نام قدردان صفحۂ زمانہ سے عنقا وار معدوم اور ہر کوے و برزن مین ہر لفظ پر معترضان کا ہجوم و ہجوم ہے لیکن نہ پذیرا کیا اور دامن استبداد و اصرار کو ہاتھ سے نہ دیا چونکہ فقیر سالہائے دراز عرق ریز سعی تعلیم و تصلیح عزیز مذکور کا رہا ہے اور بار گران درد و رنج و مشقت شبا روزی درس تدریس اُسکے کا مدت دراز دوش خاطر فاتر پہ سہا ہے حق شناسی اُسکی سے رضامند اور ادب دانی اُسکی سے بجان خرسند ناچار حسب فرمایش عزیز مدعمرہ اوراق مسودہ فسانۂ مسطور کہ متفرق رادیہ حمول مین پڑے تھے فراہم لاکر ترتیب دیے اور اول سے آخر تک زیب تحریر منظر قرطاس کیے بزم رعنا جگران سینہ ریش کے واسطے تحفہ ہے اور محفل خستہ خاطران

عجم اندیش کے واسطے ہدیہ ہی گرم بازاری بنیاد عاشقون کی ہر داستان اسکے سے پیدا اور ہنگامہ
افروزی ناز معشوقون کی ہر قصہ اسکے سے ہویدا امید ناظرین با انصاف و حاضرین دور اعتساف سے
یہ ہی کہ جس جا عبارت مین بمقتضائے بشریت ع کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود بسہو و خطا واقع ہوا ہو
قلم اصلاح سے دریغ نہ فرماوین اور جہان کہین لغزش خامہ سے غلطی ظہور مین آئی ہو بپایۂ
صحت پہونچاوین بے شائبۂ ریب فقیر پر بدل منت عظمی و احسان کبری کا ہوگا اور بسبب وسعت
مشرب اخلاق کریمانہ کہ العفو عند کرام الناس قول مشہور ہی ذیل عفو سے عیب پوشیدہ مولف کا
فرماوین الٰہی نظر دوستان صمیم القلب مین یہ ایک شگفتہ گلزار ہو اور چشم حاسدان دشمنان
رشک دوست مین ہر حرف اسکا خمیدہ مثل خار ہو آمین یا رب العالمین قطعہ

تری جناب سے امید ہی جسکے کریم
ہوئی ہی نام سے جسکے یہ داستان تحریر
غرض نہین مجھے نام و نشان سے اپنے
دعا یہ مانگ شب و روز حق سے ای تائب

اگر چہ یارون مین مقبول یہ فسانہ ہو
تو اسکا نام بھی ہر ملک مین روانہ ہو
اسیر دام معانی مین گو زمانہ ہو
گر شاخ ہو پہ ترے دل کا آشیانہ ہو

شروع داستان بیچ بیان احوال شاہزادہ دلپذیر کے

گلچین آرایان گلستان اسمار و شاخچہ بندان بوستان اخبار اس نہال سخن تازہ کو باستعانت
بیلچۂ قلم باغ کہن روزگار سے نکالکر تختۂ صحن قرطاس پر اسطرح سرسبز و شاداب کرتے ہین کہ بیچ
قلمرو حسن آباد کے ایک بادشاہ گیتی پناہ انصاف گستر رعیت پرور مظلوم نواز ظالم گداز سلیمان
اقتدار جم وقار سکندر شکوہ دارا شکن فریدون حشم افراسیاب خدم مریخ علم ثریا بارگاہ کیوان جاہ
کواکب سپاہ تھا آفتاب عالمتاب باوجود جہان افروزی کے صبح سے شام تک رومال
زرتار شعاعی سے اسکے بام رفعت سے گرد و غبار جھاڑتا تھا اور یوسف صبح حسرت جبین
صباحت آگین اسکی سے ہر سحر پنجۂ خورشید سے گریبان پھاڑتا تھا چرخ فیروزہ فام سمند
برق رفتار اسکے کا غاشیہ بردار تھا اور خضر اسکے سقاؤن با آبرو مین ایک ادنی آبدار تھا
ریاض ممالک محروسہ آبیاری انصاف اسکے سے مطرا تر از باغ جنان اور نام ستمگر کا صفحۂ
روزگار سے عہد اسکے مین مانند عنقا کے بے نشان تھا ابر آذری عدالت سے گلستان

مراد مظلومون کا موسم خزان مین رشک بہار تھا اور آبپاشی عدل سے نہال بوستان تمنائے
اہل روزگار کا ہمیشہ پُربار تھا کمند خلق مین دل وحشیان دشت رمیدگی گرفتار اور طائر دلہا کو
اُسکے دام الفت سے خلاص ہونا دشوار قیصر روم اُسکے خراج گذارون مین سرفراز اور خاقان
چین اُسکے خدمتگارون مین ممتاز ماہی خنجر اُسکی بحر وغا مین مثل جال کے تیز چال تھی اور کشت
رعیت کی آبیاری نصفت سے مانند نہالان چمن کے نونہال تھی صدمہ ہیبت سے گرگ خونی
گلہ کا پاسبان اور طرار کاکل مقراض خوف و دہشت عدل سے نقدی دل کا نگہبان غرضکہ
عجب شہر تھا اور عجب بادشاہ سو اُس باغبان گلزار سلطنت کو بہزار خواستگاری و دعاے
سحری کے ایک نونہال گلشن عز و جلال ماہ جبین غلمان صورت حور فریب یوسف پیکر پری طلعت
خورشید جمال بدر کمال عطا کیا تعالی اللہ گویا کہ صانع ازلی نے روز ازل سے صفحۂ لیل و نہار
پر کوئی نقش نادر اس صنعت غریب کے ساتھ قلم تقدیر سے نہ کھینچا اور دبیر قضا نے ورق ہستی پر
کوئی نقشہ اس آرایش و صفائی کے ساتھ خامۂ ارادت سے جنتری لیل و نہار مین نہ اینچا بدر فلک رشک
رخ انور اُس خورشید سپہر نکوئی سے یہان تک گھٹا کہ ہلال ہوا اور شکم خورشید حسد عارض
منور سے یہان تک بڑھا کہ زمین کا پامال ہوا مصحف شمس رخسار کا آئینہ مثل قاضی بیضا
کے مفسر ہوا اور دماغ اہل دشت ختن کا شمیم زلف سے معطر ہوا جسنے اُسکی کاکل مشکین کو
رخ تابان پر اُلٹتے پلٹتے دیکھا معائنہ تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل کا خوب کیا

دل مین پر یکھا محبوب

اللہ اللہ گویا زمین ستارہ آمد	یوسف بجہان دوبارہ آمد

خواصون اور خواجہ سرایون نے بادل باغ باغ بارعام مین مجرائی ہوکر بآداب تمام عرض کیا حسن

مبارک تمھین اے شہ نیک بخت	کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت
سکندر نژاد اور دارا حشم	فلک مرتبت اور عطارد رقم

غنچہ خاطر بادشاہ دادگر کا اس نسیم مژدۂ جان بخش سے شاخ پہلو مین مثل گل موسم بہار کے خندان ہوا اور سامی دولت دوگانہ شکرانہ کا بیچ جناب واہب العطیات کے ادا کر زبان گوہر فشان سے فرمایا کہ ان میر اہتمامی اور چوبدار ہر ایک امیر و فقیر ادانی و اقاصی وضیع و شریف برنا و پیر کو شاد کہ ہر ایک اپنے اپنے حوصلہ کے موافق دروازون پر نوبت رکھا کر سرگرم عیش و عشرت کے ہون پس بموجب ارشاد ہدایت بنیاد کے ہر ایک ادنے و اعلے اسکے دروازہ پر صداے نقارہ و ڈنکہ روشن چوکی شہنائی کو رکھ کے اسطرح بلند ہوئی کہ جسکے صدمہ سے گنبد نیلگون آج تک دہلتا ہے اور ہر بزم ارم زمین مین خنیاگران زہرہ جبین و رامشگران ماہ جبین متعدد سرگرم اصول آہنگ کے ہوکر وجد ساز ارباب محفل ہوے اور شعلۂ آواز اُنکے پر اہل بزم کے کباب دل ہوے الحق شعر حسن

خوشی کی رہس ہر طرف ہے بساط	لگے ناچنے اُس پہ اہل نشاط
کناری کے جوڑے چمکتے ہوے	وہ پائون کے گھنگرو جھنکتے ہوے
وہ بالی چمکتی ہوئی کان مین	پھر کنا وہ بینی کا ہر آن مین
وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤنکے ساتھ	دکھانا وہ رکھ رکھکے چھاتی پہ ہاتھ
کبھی دل کو پائون سے مل ڈالنا	نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
کبھی منھ کے تئین پھیر لینا اُدھر	کبھی چوری چوری سے کرنا نظر
دوپٹہ کو کرنا کبھی منھ کی اوٹ	کہ پردے مین ہوجاے دل لوٹ پوٹ
ہر ایک تان مین انکو ارمان یہ	کہ دل لیجیے تان کا جان یہ
کہین قمریت اور گیت کا شور وغل	کہین قول و قلبانہ نقش گل

غرض اس طرح چالیس روز تک ہر کوچہ و برزن کثرت عیش و سرور اور ہجوم خلائق زرین پوش سے رشک گلستان جنان و رشک فردوس برین تھا اور بعد انصرام عیش و عشرت کے سلطان عالی دماغ نے اس میوۂ نورس باغ سلطنت کا نام دلپذیر رکھا اور وہ ہلال نو دمیدہ شب و روز مانند ماہ عالم افروز کے آغوش دایہ مین پرورش و بالش پانے لگا جبکہ سن شریف اسکا قریب چودھوین برس کے پہونچا بدر شب چہار دہم رشک رخسار انور سے رات دن گھٹنے لگا تھی کہ عشر ثلاثہ محاق غم سے پوست کندہ ہوا اور چونکہ نخلبند بوستان کائنات نے برگزیدون بارگاہ اپنے کو روز میثاق سے مانند سلطان گل کے چار چمن گیتی مین تمام گلون سے سرفراز کیا ہے اس عرصہ مین تمام قوانین گیتی ستانی و دادگستری اور آئین کشور کشائی و رعیت پروری اندیشہائے بزرگ و داعیہائے سترگ مظلوم پرستی ظالم تباہی جرأت دلی تیر دستی تنی صف آرائی و نشانہ پیمائی علم دین فنون معاش سے بہرہ ور ہو کر مانند مہر جہان افروز کے انگشت نمائے اہل روزگار رشک ودود کا کیا سبحان اللہ فرد

بسال خرد و لیکن بجود و فضل بزرگ	بعقل پیر و لیکن بروزگار جوان

داستان بیچ بیان شکار کھیلنے شاہزادہ دلپذیر مع وزیرزادہ خردمند کے اور عاشق ہونا اسکا تصویر پر

صیادان صفیر سنج خوش تقریر نے طائر خوش رنگ مضامین نزاکت افزا اس داستان پر سوز کو دام تحریر مین گرفتار کر کے یہ پرداز کیا ہے کہ طبع آسمان پیما و خاطر مبارک شہزادۂ والا تبار نتیجہ خاندان خلافت گل نو دمیدہ باغ سلطنت کی اکثر صید ماہی پر مانند خاطر بلبل شیفتہ گل تھی گاہ بیگاہ اوقات فیض سمات اس شغل دلپذیر مین مع ہمزادان خوش طبع شیرین بیان کے بسر کرتا تھا مگر چونکہ گردش دور دوار سے انسان ضعیف البنیان کو محفوظ رہنا محال بل اشکال ہے اور سچ ہے دوہرہ

چلتی چکی دیکھکر دیا کبیرا روے	دو پٹ بھیتر آنکر ثابت گیا نہ کوے

ایکروز وہ پروردۂ مہد عیش و نشاط مع خردمند نام وزیرزادہ کے خنگ باد رفتار برق کردار کو کہ جسکی شان مین ملا عرفی نے اسطرح سمند تقریر کو سطح تحریر پر جولان کیا ہے عرفی

خوش خرامی کہ اگر گرم خرامش سازی — ازازل تا ابد وزابد آید بازل
قطرۂ گرد م رفتن چکد از پیشانی — شبنم آسا نہ نشیند گہ رجعت بکفل
گر بخورشید دہد سرعت او در یکدم — آید از ثور بہ ترتیب منازل بحمل
سکنات قدم از شوخی او نامعلوم — حرکات فلک از سرعت او مستعمل

مؤلف

گر اُسے برق کہیے تو یہ عرصہ چرخ — اُسکی جولانی کا ہو سکتا نہین جولانگاہ
ایکدم مین یہ وہان پہونچے اُٹھاتے ہی قدم — پہونچین جس جا نہ کسی کا قطعاً تیز نگاہ
سر دشمن کو اگر پانْون مین باندھین اُسکے — نزع کے وقت تو پائے نہ اجل گرد بھی گاہ

نکتہ و پوزی گندہ چوٹی کلغی جمیل دُمچی غاشیہ تنگ سے آراستہ و پیراستہ کر سوار ہوا اور
آہستہ آہستہ قدم سے زمین ناپتا ہوا جنوب کی طرف چلا اتفاقاً گرنک آفتاب نصف سطح فلک کو
طے کر اصطبل دایرہ قوس النہار مین داخل ہوا حدت تمازت سے سایہ نے پناہ شخص کی پکڑی
اور شدت تشنگی سے چاہ مین غوطہ لگا کر نظر سے غائب ہوا اور دماغ کاسۂ سر مین موم کی طرح
پگھلنے لگا زمین مانند تختۂ مس تفتہ کے شعلہ زنی آفتاب سے گرم ہو مثل کرۂ نار کے دہکتی تھی
اور کشت ذرات دشت مانند خاکستر گلخن کے التہاب تموز سے پکتی تھی حرارت سقر کی روبرو اس کرہ
نار کے ایک شرارہ تھی اور گرمی عشق دل عشاق کی اس آتشکدہ کے سامنے ایک انگارہ تھی آب چشمہ
اس دشت کا مانند آب گرداب کے کھولتا تھا اور میزان آفتاب کفۂ ورطہ مین آبخورہ کو تولتا تھا
مچھلیان پانی مین مثل روغن جوش زن کے بھنتی تھین اور شدت خلش سے خار جسم اپنے سے
چبھتی تھین شدت تمازت سے کلیجہ منھ کو آتا تھا اور مثل مرغ نیم بسمل دل پہلو مین پھڑک کر گھبراتا تھا غول دشتی
اس دشت خونخوار سے کنارہ کر مسکن اپنا قاف مین بنایا تھا اور جنون نے تابش مہر سے سرشت اپنی آبی
سمجھکر استقرار اپنا طبقۂ اسفل مین ٹھہرایا تھا فی الحقیقت اگر داروغۂ سقر اس آتشکدہ مین سہواً آجاتا اُسی دم
کرۂ زمہریر مین غوطہ لگاتا اور تا قیامت سر اوپر نہ اُٹھاتا ہر چند واحد القہار اُسکو طلب فرماتا تاثیر حرارت
جہنمی سے پانی آپ ہی آپ حمیم تھا اور دریا دست ساحل سے دراز کر خواہشگار رشتۂ کوثر و تسنیم تھا جانوران آبی
سمندر آتشکدہ فارس کو اپنی شاگردی مین لیتے تھے اور پرندگان ہوائی خوف سوزش سے آشیانون مین چھپ سکم

بے اجل اجل کو جان دیتے تھے اگر ایک شرارہ اُسکا چشمہ زلال مین پڑجاتا پانی خاصیت روغن کی کرجاتا تا خضر اگر اُس بیابان مین قدم رکھے زبان مُنھ سے باہر آئے پیاس کے مارے شعلۂ آہ درد نے جگر سوختگان آتش فراق آتشین رخسارون کا اُسکے آگے ایک شرارہ تھا پژمردہ اور بہت نار دلی تفتہ خاطرون نار جدائی نار خیونکار دبرو اُسکے ایک انگارہ تھا افسردہ چارپائے شدت حرارت سے زبان نکالے ہانپتے تھے اور پرندے سوزش آفتاب سے مُنھ ڈہانپتے تھے رنگ ہرنونکا تابش خورشید سے مانند زبان غزال کالا تھا اور زبان قائل مین تلفظ حرارت سے چھالا تھا جانوران آبی کنارون پر آکر پھڑپھڑا رہے تھے اور برگ اشجار خشکی تحت الثرے کے باعث کھڑکھڑا رہے تھے آتش محبت گلعذارون کی بالمشافہ اُسکے سرد آب تھی اور حرارت ہم آغوشی سحر پردازون کی بالمواجہ اُسکے ماہی بے آب تھی خورشید محشر اُس دن کی تابش کے سامنے روپوش رہیگا اور ہزار صدمہ حسرت کے اپنے جگر پر سہیگا

للمولف

لکھون اُسکی گرمی کا گر مین بیان — زبان پر وہین ہون پھپھولے عیان

دیکھا کہ یہ حرارت رنگ شاہزادہ پرورش یافتہ سایۂ عیش و ناز کا مانند برگ لالہ آفتاب رسیدہ کے تمتما گیا اور تمام مسام بدن پر بادل لرزہ کا چھا گیا عالم غشی طاری ہوا اور پسینہ عرق بدن پر جاری ہوا عالم بالا کی طرف مُنھ کر بہزار یاس و نومیدی زبان تر قیدہ سے گویا ہوا کہ **شعر**

تو گفتی بہر کس کہ در رنج و تاب — دعائے کند من کنم مستجاب

چو عاجز رہا ندہ دانم ترا — درین عاجزی چون نخوانم ترا

یہ کہتا ہوا ایک سمت راہ قطع کرنے لگا اور امید آب سرد مین ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین بھرنے لگا مگر چونکہ **شعر**

تلاش جسکی کرے کوئی اُسکو پاوے ضرور — اگرچہ ملنے مین اُسکے ہزار ہوئے فتور

حدیث شریف مین وارد ہی من طلب وجد وجد اتفاقاً بعد کچھ دیر کے ایک سمت کو ایک باغ مین درخت گنجان سایہ دار مانند ہم آغوشی عاشق و معشوق کے منظر اساز بصارت اس جادہ پیمائے بادیۂ مصیبت کے نظر پڑے لب خشک شاہزادہ کے امید تری پر خندان ہوے

اور یہ اُس طرف چلا دیکھا شیر علی

نئے اور سبز تھے ایسے ہی پیراہن درختوں کے	گلے مین عید کے جامے ہون جیسے نیک بختوں کے

ایضاً

ایک گلشن آب جسکی نہر کا شیرین و صاف	پیڑ پر وہان بولتے ہین طائران خوش نوا
سایہ مین وہان کے درختان زمرد فام کے	باد نے گویا بچھایا فرش ہے رنگارنگ کا

درمیان اُن درختان سرسبز شاداب کے ایک چشمہ مربع مقطع کہ جہان تک پیک اندیشہ کا گزر سوائے عالم آب کے کچھ نظر نہ پڑے سبحان اللہ چشمہ خضر نے اسکے رشک سے ظلمت مین مسکن اختیار کیا اور تسنیم و کوثر نے ہر قطرہ پر گوہر آبرو اپنا نثار کیا جس تشنہ لب بادیہ اشتیاق کے مُنہ مین ایک قطرہ اُسکا جاوے شہد چشمہ بہشت اُسکے منہ مین بمنزلہ حنظل ہو جاوے سیج ہر روز صبح سے دلو آفتاب رسن شعاع سے باندھ کر اُس پانی سے تشنگی اپنی بجھاتا ہی اور خضر اُسکی لطافت و شیرینی کو دیکھکر آبحیات پینے سے بچاتا ہی ہر موج اُسکی قطع گلوے یاس کے واسطے کار شمشیر کرتی ہی اور رہ نوردان وادی طلب کے پاؤن مین زنجیر شوق بھرتی ہی خضر اپنے چشمہ کو اُسکی مثل سے نہین تولتا ہی کہ مبادا گران ہو جائے اور رضوان وہان حوض سلسبیل و تسنیم اُسکے سامنے نہین کھولتا ہی کہ شاید ارزان ہو جائے موج سلسل اُسکی پیچ و تاب زلف مہوشان کو تعلیم دیتی تھی اور لطافت ظلمت سے خراج لیتی تھی عکس جان قدسیان اُسکی صفائی مین مانند روبائینہ نمایان اور آئینہ اُسکی شفافی کے بالمشافہہ روبہ پشت حیران کنارہ اُسکا مانند کنارہ دریائے آغوش جانان بے پایان اور عرض و طول اُسکا ہمچو عرض و طول لامکان بیکران عمق ثریا اُسکے عمق کے روبرو بلند مثل عرش برین گرد بگرد اُسکے سبزہ نو دمیدہ ہمچو کان فیروزہ و زمرد برین اور گلہائے گوناگون سرخ و زرد پیرامون اُسکے یہ بہار دے رہے تھے گویا کسی اوستاد چابکدست نے قلم صنعت نگار سے صفحہ سفید رنگ پر سرخ و زرد و زنگار سے جدول محلی کیا ہی یا صانع قدرت نے ایک آئینہ جلی خوش قطع مربع تیار کیا تھا کہ سنگ مرمر کو اُسکی آب و تاب نے سنگسار یکبار کیا تھا عبرت

گلستان سبز تر فیض ہوا سے	قلم کو تازگی جسکی ثنا سے

درختون کی وہ سنہری سرخ وہ گل | گویا لعل و زمرد کے ہین بالکل
وہ جاری آبجوئین اس طرح سے | بہین ہین چشم عاشق جس طرح سے
بہے نہرون مین پانی مست و سرشار | نسیم سرد اور سایہ ہوادار
کہین نسرین کسی جا نسترن ہی | جدا ہر گل گویا مثل چمن ہی
کسی جا موگرا اور موتیا ہی | چنبیلی اور کہین بیلا کھلا ہی
بہار جعفری رنگ مدن بان | جدا رکھے ہی اپنی اور ہی آن

جان رفتہ شاہزادہ آفت افتادہ کی سر نو سے قالب افسردہ مین آئی اور آنکھون نے اُسکے نظارہ سے خنکی پائی اور قطع نظر اُسکے ماہیان رنگ برنگ سنہری روپہلی سرخ و زرد و سفید اور دو بجتی قرمزی لاکھی گنگا جمنی اُسمین اُچھلتی دیکھین کہ اپنی حال سے تلملاتی بلبلاتی پشت رو ہو تیرتی چلتی پھرتی ہین دیکھکر یہ حال غنچہ طبع اُس گل خندان بوستان خلافت کا باد نسیم شوق صید گیری سے اور ہی شگفتہ ہوا اور انگور دانے کھیلون کے جو اُسمین پھینکے تو وہ ہم سنگ ہو کر الائچی دانون کی طرح ٹونگنے لگین یہ خوش ہو کر بولا سبحان اللہ ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار ایک تو آب زلال چشمۂ بے مثال سے تشنگی زائل ہوئی دوسرے شکار ماہی کہ جسکی خواہش مین صعوبات اُٹھا کر یہان آیا میسر ہوا آہ مگر یہ نہ سمجھا کہ یہان صیاد قضا نے دام بلا بچھایا ہی اور خود شکاری کو اس میر شکار نے صید وابستہ قلاب عشق بنایا ہی الحق تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ

احمد علی

آفت تازہ سر پہ آتی ہی | عقل اور ہوش کو گنواتی ہی
پیاس کے بدلے عشق کے غم مین | خون دل پیتا ہی کوئی دم مین
درد کی چاشنی کو چکھتا ہی | جادۂ راست سے بھٹکتا ہی
چاک کر دامن و گریبان کو | کاٹتا ہی رہ بیابان کو
غم کے دریا مین اب نہاتا ہی | چشم سے اشک خون بہاتا ہی
تاکہ غم سنا کے بلبل کو | چاک کرتا ہی دامن گل کو

عیش و آرام چھوڑ کر کے شتاب — عشق کی رہ مین ہوتا ہی بیتاب
صید ماہی کو یا تو آتا ہی — دلکو یا زلف مین پھنسا تا ہی

قصہ کوتاہ جھٹ پٹ سمند برق کردار کو بے باک ہو باگ ذور سے باندھکر مخاطب ہوا طرف وزیر زادہ خردمند کے کہ اے انیس بزم یکتائی مراد اپنی برآئی غالب کہ تیر مقصد بیچلا گے کمان آرزو سے نکلکر ہدف مراد پر بیٹھے اور شکار خاطر پسند میسر آئے لیس ہوجا اور گوشتابہ دکو سید ھا کر کہ اسوقت خمیازہ کشتی خوب نہین ان مع العسر یسرا قرآن مین آیا ہی یہ کہکر جام زمرد نگار پانی سے بھرکر آتش تشنگی پر چھڑکا اور شصت شست کو قلاب و چارہ سے درست کر طرف صید مطلب کے پھینکا اللہ اللہ شست ریسمان تاب کیا ہی تھی کہ کشش مین رگہائے مجذوب سے ہزار بیقت لیجاتی ہر تار اسکا تار جان سے گران بہا تھا اور تاب اسکی سے مار پیچیدہ بیجان تھا قلاب بھی کمند طرۂ مہ جبینون سے کم نہ تھا بلکہ کجی کجک ہلال فیل محیل فلک سے ہمدم اسیر زلف صیادان حسین و ملاحت کے جگر پر داغ نہین ہوتا ہی اور گرفتار اسکا در زخم دردنی سے طرفۃ العین مین تڑپ تڑپ کے جان کھوتا ہی المختصر بعد کچھ دیر کے اس صیاد ماہی صید دام عشق شدنی نے نبض شست ابہام و سبابہ ہوش مین جہندہ پائی اسکی ماہی جان کثرت بشاشت سے بحر عشرت مین پھڑپھڑائی اور نہایت چستی و چالاکی سے بیحواس ہو مضطربانہ شست کو کھینچا اتفاقاً ایک پارچہ حریر کا مربع کہ نساج قضا نے کارگاہ آفرینش مین رشتۂ ارادت سے تاکو سے ظہور کے ایسا کبھی نہ بنا ہی قلاب مین لپٹا ہوا نکلا اس شکار فگن دست شوق نے گرداب تحیر مین غوطہ زن ہو چشم غور جو دیکھکر کھولا تو اُسپر ایک تصویر پری پیکر حور فریب کھچی ہوئی دیکھی کہ استاد کامل دست نے صنعت غریب و حرفت عجیب سے کھینچی تھی مصور قضا اُسکی رنگ پردازی کو دیکھکر اپنی صنعت سے دست کشیدہ تھا اور نقاش قدر اُس نقش بو العجب کو بچشم تصور دیکھکر حیرت سے گریبان دریدہ تھا شعر

سانچے مین ڈھلی اُس بت مغرور کی گردن — واللہ کہ ہوویگی نہ یون حور کی گردن

بشاید تکلف روزگار کہن سال نے کوئی پیکر نادر ثانی اسکی صفحہ لیل و نہار پر نپائی اور منشئ نیرنگی ازل نقش مطبوع برابر اس صورت بیجان کے پردہ مخفی سے عالم شہود مین نہ لائی

رشک خندہ نمائی اُسکی سے گل شگفتہ نے دوبارہ صورت غنچہ کی پیدا کی اور بلبل شیدا نے
ترک عشق گل کر اُسکی الفت مین جان اپنی شیدا کی ٹھانی اگر عالم مثال مین وہ
پیکر دیکھ پاتا تختہ ارژنگ کو بعوض تصویر مین غوطہ دیکر دریاے ندامت مین
ڈوب جاتا اہل دل اگر اُس سے کوئی سوال پوچھتا زبان حال سے جواب پاکر بے استمداد
سماعت کے خوب بوجھتا رسام ازل ہزار جان سے اُسکی نیرنگی پر شیفتہ اور صانع تقدیر

اُسکی رنگ پردازی پر فریفتہ دیکھکر اُس پیکر بیجان کو حالت شاہزادہ کی دگرگون ہوگئی
اور یہان تک حواس باختہ ہوا کہ عقل اتالیق مجنون ہوگئی رنگ چہرہ کا زرد ہوا اور سینہ
گنجینۂ الم و درد ہوا پیہم آہ سرد بھرنے لگا اور لیے دست بوسی موت کے مرنے لگا دل مین
آتش غم بھڑکی اور جان مرغ بسمل کیطرح پھڑکی لبون پر خشکی چھاگئی طبیعت کثرت اضطراب سے
گھبراگئی مثل تصویر حیران ہوا افسردہ بے سروسامان ہوا مرغ بسمل کی طرح خاک پر لوٹنے
لگا خواستگار اجل ہوکر گلا گھوٹنے لگا دل مین جنون کا تماشا ہوا شحنۂ خرد وہان سے روانہ ہوا
دریاے چشم سے سیل اشک جاری ہوا بیہوشی کا عالم بدن پر طاری ہوا دماغ نشۂ خرد سے

خالی ہوگیا سینہ سمند غم کا پامالی ہوگیا گریبان صبر و تحمل کا چاک کیا عیش و آرام کا جھگڑا پاک کیا صورت قالین کے مانند نقش روے بساط غم ہوا سر فرو رفتہ چادر درد والم ہوا تن موافق تیر مژہ خونین نگہبان شوخ و شنگ کے بدن پہ کھڑا ہوگیا اور طالع بیدار نیکا یک گرپڑا سو گیا دل پر شور و فغان کا ابر چھا گیا طوفان سرشک چشم سے برسا گیا دل نے جانب وادی وحشت منھہ کیا زنجیر شوریدگی نے تڑپ کر قدم کو بوسہ دیا عشق گل تصویر میں تصویر بلبل ہوگیا یاد گیسوے طرار میں ہر سنبل سنبل ہوگیا میر تقی

طبع نے ایک جنون کیا پیدا
اشک نے رنگ خون کیا پیدا

ہاتھ جانے لگا گریبان تک
چاک کے پاؤن پھیلے دامان تک

بیقراری نے کچ ادائی کی
تاب و طاقت نے بیوفائی کی

ہاے بقول ملا فیضی فیاضی نلدمن

از خود بربود آرزویش
تا گریہ گلاب زد برویش

بس زخمہ گسستہ تار این چنگ
کین نغمۂ عشق شد ہم آہنگ

صد آبلہ خون چکید از ہوش
کین دشنہ بسینہ شد ہم آغوش

بر سینہ ہزار کوہ غم ریخت
کین گرد بدامنش درآویخت

رخ لالہ دماند از خوے شرم
لب آبلہ کرد از دم گرم

قریب تھا کہ آتش سوزندہ دروی سے پھنک کر تودۂ خاکستر ہوجاے اور طائر جان پنجرۂ تن سے نقدی حیات کو کھو جاے تو زیر زادہ اسلیئے بخردمند یہ حالت زار شاہزادہ والا تبار کی دیکھکر سخت گھبرایا اور قیافہ و قیاس سے آثار عشق ناصیہ حال اُس خوش خصال کی سے دریافت کر پند و نصایح کا دروازہ اُسکے مُنھہ پر کھولا کہ ای بادیہ نورد دشت حیرانی و ای سرگشتہ وادی پریشانی سنو

خدا کو مان نہ لے نام عاشقی کا تو
کہ منفعت میں ہین اسکے ہبت ضرر پیدا

ارے کم بخت کیون دیدہ و دانستہ عیش و آرام سے دل اُٹھا کر اپنے پاؤن مین کلہاڑی مارتا ہی اور خنجر درد ناکامی سے سر چین و آسایش کو دوش سے اُتارتا ہی کسو کے عشق مین

آنکس کہ گل عشق بردماند	کامیزش رنگ عشق داند
عشق است ہزار شعلہ در تاب	عقل است ہزار پنبہ در آب
شاہنشہ بے نبرد عشق است	سلطان خراب گرد عشق است
در ریگ روان دفینۂ او	در دست تہی خزینۂ او
صد معرکہ آرزو سپاہش	صد نالہ نصیب بارگاہش
از آب جگر گذشتہ دل تنگ	بر آتش دل نہادہ اورنگ
صد فتنہ ستادہ در نشستش	صد فتح نہفتہ در شکستش
بر کوہ غم کشد عماری	بر مرکب خون کند سواری
بر خاک فنا مدار بختش	تاریکی شب چراغ تختش
آبادی او ہمہ خرابی	ناکامی او بکامیابی

یہ وہ راہ صعب المرور کہ ہزارون پاے طلب اُسکے صحراے خونخوار مین رکھکر جادہ پیماے مرحلۂ نیستی کے ہوے اور نومید و یاس سے ہمکنار ہوکر زہر فراق ناکامی کا چکھا ہی اور مفت مین موئے ہین تو مجنون و فرہاد سے کیا بڑا ہی کہ اس طریق کے کاٹنے کو جان کے پاؤن سے اُٹھ کھڑا ہی عشق گل مین بلبل شیدا نے جتنا جوگیا نہ سر پر رکھی اور بھبوت اپنے پنڈے پر ملا لیکن دست اندازی خزان سے بجز تلخی ہجران وصلت دائمی نصیب نہوئی فلک کروڑون برس سے درپے تلاش شاہد دلخواہ ہی اور مانند گوے کے بسر غلطان سال و ماہ ہی لیکن منزل مقصود کو نہ پہونچا کہ گردش دائمی سے آسایش استقامت کا حاصل کرتا گرفتار دام بلاے عشق کو سواے زنجیر طرۂ مہ جبین قرار نہین اور رتبہ گدا و شاہ کا اُسکے روبرو ذرہ بھر اعتبار نہین بقول منور خان غافل کے

مقام عشق مین شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہی	زلیخا ہر گلی کوچہ مین بے توقیر پھرتی ہی

اوقات عزیز مین فرق آتا ہی آبادی سے دل گھبراتا ہی شوریدگی اہلیت ہوتی ہی دانشمندی سے غیر جنسیت ہوتی ہی شرارۂ آہ کے زیر فلک دوسرا فلک عیان کرتے ہین جس جگہ یہ اپنا نیزہ بلند تا آسمان کرتے ہین ارغوانی رنگ چہرہ کا زعفرانی ہوگا اشک کی جا خون آنکھون سے

خوناب رویگا دل نشتر مژۂ فراق ابرو کمانون سے شان زنبور ہوگا سینہ داغہاے مہاجرت تغافل کیشون سے مثل طور ہوگا نالہ شور انگیز کی صدا چرخ کہن کو دہلائیگی دایہ انتظاری کف پاے تمناے وصال کو سہلائیگی یاد محراب ابروے جانان مین شوق سجود ہوگا ہر سنگریزہ صحراے بتخانہ کا معبود ہوگا بستر کی جگہ مرگ چھالا زیب دوش ہوگا تختہ تاب و طاقت لشکر اضطرابی رد پوش ہوگا اپنون سے بیگانگی اور بیگانون سے یگانگی کرنا پڑیگی طبع زیرک بار جنون اپنے سر پر دہریگی زلف پیچیدہ مین دل گرفتار ہوکر سنبل کو دوست رکھیگا اور شیرینی زندگی سے منہ موڑ کے حنظل ممات کو چکھیگا ہر رگ وپے کاہش غم سے مثل آسمان کبودی نمودار ہوگی اور طبع آرام دوست خلش ناکامی سے خار خار ہوگی غذا بجز خون میسر نہ آئیگی علیہ جنون سے طبع پند ناصح سے گھبرائیگی جام نوش بادۂ الفت کے ذلت کو عزت جانتے ہین اور استقامت کو عین غربت پہچانتے ہین سر لڑکون کے پتھرون سے کچلا جائیگا اشک کے ساتھ کلیجہ کٹ کٹ کے منہ کو آئیگا اسیر کمند عشق کو بغیر وصال محبوب رہائی نہین ہوسون کو بام مہ جبینون تک رسائی نہین شجر تمناے نخلبند گلستان عشق کو کبھی نسیم مراد سے شگفتہ اور مقصد دلی سے پر بار نہ دیکھا دامن گلچین گلزار اسکے مین بجاے گل آرزو غیر خار نہ دیکھا اسکے بیمار کا علاج شفاے بوعلی سینا مین غیر شربت دیدار دلدار نہین اور پابند زنجیر محبت کو بغیر وحشت و سینہ فرسی خستہ جگری اشک ریزی اور کچھ دستکار زنہار نہین آتش جگر سوز دروںی سے دل جلتا ہی اور کلیجہ مثل موم کے حرارت آہ آتشین سے پگھلتا ہی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسون سے جسم کرۂ زمہریر ہوجاتا اگر تصور جانان یہانتک بندھتا ہی کہ رشک تصویر ہوجاتا ہی دل پر زخم کاری تیر مژہ کا پنہان ہوتا ہی اور داغ مانند لالہ کے ہرگز نہین عیان ہوتا ہی اسکے ریش پر تدبیر سے انگور نہین آتا ہی دل پر داغ کو ہرگز مثال زنبور نہین پاتا یاد قامت جانان مین سرو کے تلے بیٹھنا پڑیگا اور در گوش مہرو کے تصور مین رات دن دریاے زخار موج خیز بلا مین پیٹھنا پڑیگا ناتوانی یہانتک استقبال کو آئے گی کہ چوب دستی آہ کی بھی ٹوٹ جائیگی اسکے در پامن جو ڈوبا تا قیامت نہ اٹھا اس سے جسنے ربط بڑھایا اسکو گھٹایا زندگی سے ہاتھ اٹھایا اسکی سیر نگی کا

جلوہ جسپہ ظاہر ہوا وہ طریقۂ کفر و اسلام سے باہر ہوا فیضی

تلخ آبِ جگر بسینہ ریزان — خاکستر دل بدیدہ بیزان
از خون جگر نگار پیوند — در سلسلۂ جنون حلقی بند
از بہر رہ و رسم خانہ پروانہ — بتخانہ شگاف و کعبہ انداز
از آہ نہ ہر سپہر سوزے — در اشک بہ ہر دلے شرر بار
گاہ از گل گریہ لالہ انگیز — گاہ از لب خندہ ارغوان ریز
جادو و فسون ذطیفۂ او — اُستاد جنون خلیفۂ او

بند مسدس

کیا مین اس کافر بدکیش کا احوال لکھون — یہی خونخوار پیا کرتا ہی عشاق کا خون
زار کر دیتا ہی انسان کو یہی اور زبون — رفتہ رفتہ یہی پہونچاتا ہی نوبت بہ جنون
یہی خونریز تو خونخوار ہی انسانون کا — دین کھوتا یہی کافر ہی مسلمانون کا
یہی کرتا ہی ہر ایک شخص کو رسوا ظالم — یہی کرتا ہی ہر ایک چشم کو دریا ظالم
کوہ دکھلاتا ہی گاہے گہے صحرا ظالم — کیا بتاؤن تمھین کرتا ہی یہ کیا کیا ظالم
دربدر خاک بسر چاک گریبان کر کے — جان لیتا ہی دلے بے سر و سامان کر کے

یہ بات بعید از عقل ہی کہ ایک امر موہوم کے پیچھے گوہر جان سنگ ممات پر توڑیے اور قبائے زندگانی کو رشتۂ پر پیچ و تاب عدم سے سیے اور جوڑیے اللہ تعالے جل شانہ نے ایک وسیع ملک آپ کے زیر نگین کیا ہی اور ایک کافۂ انام کثیر کو آپکے زیر فرمان دیا ہی مفت مین جان نہ کھو جانب دولت سرا چلو شکوے گلے کی راہ لو ہم آپ کے خیر خواہ ہین اور ایام رضاعت سے ہمراہ ہین گل شگفتہ خاطر نازک کو اصلاح ہر تصور موہومہ سے پژمردہ نہ کیجیے اور گلبرگ دل نزاکت آگین کو حدت تموز آفتاب جنون سے باغ و بہار شباب مین افسردہ نہ کیجیے **مولف**

تجھکو یون درد و رنج ہوتا ہی — چشم کا ابر خون رو دتا ہی
چاک دامن بکر مثال سحر — دیدۂ تر سے رو نہ لخت جگر
سلطنت سے نہ ہاتھ اُٹھا زنہار — مفت مین کھو نہ جان اے دلدار

شجر عشق کسکا پھولا ہی — ارے کس بات پہ تو پھولا ہی
غرق دریاے غم سے کم نکلے — راست قامت بھی پشت خم نکلے
اسکا غرقاب کب اُچھلتا ہی — اسکا بگڑا نہین سنبھلتا ہی
اسکے بیمار کا علاج نہین — شرح کی اسکی احتیاج نہین

ازبسکہ حال پُرملال آپ کا دیکھنے سے خاطر خیرخواہ کی کاہش غم سے گھٹی جاتی ہی اور بار درد و الم سے چھاتی خانہ زاد درست اعتقاد کی پھٹی جاتی ہی لازم و مناسب ہی کہ عشرت

مت کسی دلدار کو دل دے کے آفت لاؤ جی — دل گیا اچھا نہین بس جانے دو باز آؤ جی
ہی جو ننھا سا کلیجہ اُسکو کیون کرتے ہو داغ — ہی گریبان چاک کس خاطر اُٹھو سلواؤ جی
آپ کو یہ شان زیبندہ ہی ای آرام جان — عشق آفت ہی خیال اسکا نہ جی مین لاؤ جی
عمر چھوٹی آپ کی اور عشق کا جھگڑا بڑا — دل ہی نازک بوجھ بھاری اس سے مت اُٹھواؤ جی

شاہزادہ خانمان عقل و خرد بدست جنون دادہ کلام دردآمیز و شیدا انگیز وزیرزادہ محرم راز کا سنکر ایک آہ نعرہ مار کر صفحۂ رخسار سادہ کو رنگ سرشک چشم سے افشان کر بصد درد و یاس بولا کہ ای مونس غمخوار اور ای تسلی بخش دل بیقرار اگرچہ کلام مقتضاے نصیحت تیرے کو ورق رنگین گلبرگ پر آب زر سے لکھ کر پندنامہ بلبل شیدا کہیے تو بجا ہی اور آب خنک اندر تیری کو صراحی شمع مین ڈالکر براے رفع تشنگی سوز درونی نجات نامہ پروانہ کا نام رکھیے تو سزا ہی مگر کیا کیجے بہادر شاہ بادشاہ

دل پہ ہو زخم بدن پر کہین آثار نہین نہ کہو کیسے کیا — ہنسنے کبھی نہین اس کاٹ کی تلوار کہین ہونگے یار سنا

میر حسن

مجھے نصیحت بے فائدہ سے تو نہ ستا — کہا نہ مانونگا تیرا تو میرا مان کہا
ترا تو دل ہی ترے پاس کیا گیا ہی تیرا — تو اپنے کام مین رہ میرے کام سے تجھے کیا
مین اپنے سوگ مین بیٹھا ہون اپنے جی سے خفا — تو اور شور سے بک بک کے میرا مغز نہ کھا
مرو بکار خود ای واعظ اینچہ فریاد است — مرا فتادہ دل از کف ترا چہ افتادہ است
نہ پوچھ ہمسے ای ہمدم ہمارا اب کچھ احوال — کہ اب تو زیست بھی اپنی ہوئی ہی جی کا وبال

ہر ایک دم ہمین گذرے ہی ہجر مین مہ و سال — ہزار دل مین کئی حسرت اور جی مین خیال
قفس کے کنج مین مایوس ہو پڑے ہین نڈھال — کسے کہین جو اُسے جا کے یہ کہے احوال
نہ قاصد نہ پیامے نہ مرغ نامہ برے — کسی زبیکسی ما چہ نسان برد خبرے

ہر چند عقل سلیم افسانہ ہوش افزا پند کا سناتی ہی مگر بیہوشی و بیدم کوس غشی و مدہوشی کو بام رفیع دماغ پہ بجاتی ہی اور حریف جنون شوریدگی کا قصہ آوارگی داستان صحرا نوردی کی کہانی سنا کر زبان حال سے گویا ہی کہ شعر

جس گھر مین اگر عشق کی بنیاد نہووے — گر خانہ خدا ہووے تو آباد نہووے

میر تقی

عشق ہی تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اسکی اک نئی ہی چال
کہین آنسو کی یہ سرایت ہی — کہین یہ خونچکان حکایت ہی
گہ نمک اسکے داغ کا پایا — گہ پتنگا چراغ کا پایا
کہین طالب بنا کہین مطلوب — اسکی باتین غرض ہین دونون خوب

خار طلب نے گریبان صبر کو اسطرح پارہ پارہ نہ کیا کہ بے دو حت سوزن وصل و رشتہ ہم آغوشی خیاط جانان کے قابل بخیہ رہے سر بزیر زانو دلکھکر جب کچھ غور و تامل کیا جاتا ہی بے اختیار یہ مطلع زبان پہ آتا ہی مطلع

نہین معلوم کیا اس سینۂ سوزان مین جلتا ہی — دھوان نوک زبان سے بات کہنے مین نکلتا ہی

افسوس صد افسوس ہی کہ سینہ مانند ورق گل صدمۂ سموم سے چاک چاک ہی اور دل مضطر مثل مرغ نیم بسمل خنجر غم و الم سے بیقرار و بسر خاک ہی درد ہر رگ و پے مین بسان خون سارے ہی کلیجہ مین غم کی اُٹھیس سے بہت بیقراری ہی بقول شخصے شعر

ناصح مین سنون خاک کہ یہان آہ و فغان سے — کچھ کان لگی بات سنائی نہین دیتی

یاد شمشیر ابرو اُس خونریز عالم کی ایسی زخم کاری نہ بیٹھی کہ مرہم اندز رکار گرو نصیحت لا دو تیری نصیحت کے سننے کا اب کسکو ہوش ہی کیونکہ جدھر دل لگا ہی اُدھر ہوش کا گذش ہی عشرت

مرا دل اب اُسی جانب کشان ہی — کہ جو عنقا کی صورت بے نشان ہی

شرارۂ آہ کے گلخن سینہ سے اڑکر تا افلاک رسائی کرستار دن سے مشابہ ہوے اور لخت جگر شدت حرارت درونی سے مژگان پر پہنچکر رشک قطرۂ خونناب ہوے اگر کوئی انکو دیکھے خرد کی دستار سر سے پھینکے اور کہے شعر

نہین ہی یہ جو دیکھو یہ خونی اشک مژگان پر	جنازہ ہی شہید عشق کا شاخ مغیلان پر

دل شوریدہ کو خواہش شاہی نہین بجز رہ نوردی وادی طلب جان بنیاہی نہین افسوس کہ ہم تمسے جدا ہوے اور صاحب تصویر مثل تصویر فدا ہوے کیونکر کہیئے

اس شوخ سے اس دل کے لگ جانے کو کیا کہیے	ناحق کی اذیت کے دکھ پانے کو کیا کہیے
احوال میرا ہمانتک پہونچانے کو کیا کہیے	یون مفت مین اس جی کے جلجانے کو کیا کہیے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

جادہ پیمائے صحراے طلب کو بجز کوچہ جانان آرام نہین اور ناکامان منزل مقصد کو غیر حصول ہم آغوشی دلبر کسی سے کام نہین ہر گاہ رسام تقدیر نے تختہ دل سادہ جس ہوش بدست جنون زادہ کو قلم ارادت سے کارخانۂ ازل مین نقش رنج وغم عشق سے مرقع بھرا ہو کیونکر اسکی نیرنگی چشم دل مین جلوہ گر ہو اور جب خوان سالار مائدہ قضا نے روزینہ ناشتہ ہمارے کا درد والم سے دسترخوان پر مقرر کیا ہو غیر خورش خون جگر کچہ کب میسر ہو سینہ الفت جانان سے آباد ہوا ہی اور ماسوا اسکے ویرانہ نظر آتا ہی آنکھون سے دو فوارے خون کے جاری ہین پرکالۂ جگر رشک گل اناری ہین ہر برگ گل پر اسی کی نیرنگی نظر آتی ہی بلبل طبع یکھاوج زبان پر چہ نالہ بجا کر اسی کی ثنا کی دھن یہ گاتی ہی میر حسن

ہر ایک بزم مین ہی ذکر اسکا صبح و مسا	ہر ایک ملک مین ہی اسکے حسن کا شہرا
ہر ایک بزم مین ہر دل مین ہی اسی کی جا	ہر ایک مذہب و ملت مین اسکا ہی چرچا
ہر ایک جان کو بلبل صفت ہی اسکی ہوا	اگرچہ اور بھی گل ہین وے بنام خدا
ندانم آن گل خندان چہ رنگ و بو دارد	کہ مرغ ہر چمنے گفتگوے او دارد

اے عزیز اس طریق مین پند و نصیحت کارگر نہین ہی کہ یہان اب اشک کار روغن کرتا ہی اور متاع عقل و خرد مثال پنبہ اس آتش سوزندہ مین جلکر خاکستر ہوتا ہی احمد علی مولف

رنگ رخسار زرد اگر ہووے	چشم عاشق لہو مین تر ہووے
تو یہی آبرو ہے عاشق کی	گر رکھے کچھ خبر نہ وہ جی کی
زہر دست صنم کا شکر ہو	باعث زیست قہر دلبر ہو
خاک بیزی ہو کوے جانان کی	جادہ پیمائی ہو بیابان کی
فوق رکھتی ہے باغ رضوان پر	رکھتی سبقت ہے سیر بستان پر
اس طریقہ مین جو کہ مرجاے	عاشقون مین وہ نام کرجائے
پوچھ کچھ تو نہ میری حالت زار	ہر رگ و پے مین ہے چبھا اک خار

قصۂ مختصر احوال پر اختلال دل گرفتار صدرنج والم کا وزیرزادہ سے کہکر چشم تر سے
پھوٹ پھوٹ کر مانند مینائے پر کے رونے لگا اور دام محبت مین اس صاحب محبت کے
گرفتار ہوکر مضطربانہ نقد جان کو کھوئے لگا کہ ای رفیق غمخوار تیر مژۂ جانان سے کلیجہ مین ایک
سوراخ نظر آتا ہے کہ جسکی روشنی مین نظر بندکر دل شیدا بے اختیار جانب راہ مطلوب کھنچے
لیے جاتا ہے ہرچند ضبط آہ و فغان کرتا ہون شعلہ درونی سے خاکستر ہوکر مرتا ہون اب
ارادہ یہ ہے کہ عیش و آرام سے ہاتھ اٹھاؤن اور خار بیابان سے آبلہ پا ستاؤن اور طرف
اس مطلعت کے جسطرح ہو جاؤن کیونکہ جب دل اسیر دام گیسوے کافر کیش محبوبہ نیکو صفات کا
ہوا ہے ہم آغوشی دلبر کب وہ موجب نجات کا ہوا بقول سعدی

اسیرش نخواہد رہائی ز بند	شکارش نخواہد خلاص از کمند

تو اب یہان سے پھر جا اور انتظار وقت کار رہ اگر دبیر قضا نے قلم مشیت سے لوح
پیشانی ہماری پر نقش وصل اس مہوش صبیح جبین کا لکھا ہوگا تو ایک دن دریاے غم سے
اتر کر ساحل مراد پر پہونچونگا اور اگر تلاطم موج بحر پر آشوب صعوبت و رنج سے خلاص نہوا تو خیر
اپنی تنہا جان ہے اور عدم اسکا امکان ہے وادی وحشت تبخالہ پا تشنہ بخشی راہ طلب کو کار خوشہ
انگور گزین اور خار صحراے جستجو کی خلش نوک سے خانۂ دل کو رشک شان زنبور کرے گی
آفت سامنے نظر آتی ہے اور سلامتی رد بھگا جاتی ہے تو نصیحت کرتا ہے یہان باغبان دل کا تختہ
سینہ کوشش لالہ داغہاے درد والم سے بھرتا ہے نا خداے قضا نے تند چلنے باد مخالفت سے

بادبان مراد کا کاٹا اپنی کشتی اب بستر تباہی ہی حضرت عشق نے اپنی گرم بازاری کی ہمنے اپنی نقد جان سودا ے حسن مین دی سچ ہی **شعر**

مین دشمن جان سو چکر اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالٰے

عقل اس جگہ بیکار ہی اس صحرا کا ہر ذرہ مدعی انا النہار حرف درد والم کو قلم ارادت سے صفحۂ تقدیر پر لکھا گیا محرران دفاتر تدبیر کو کیا طاقت کہ کزلک خواہش سے حک کر نیست و نابود کرین کیونکہ جف القلم بما ہو کائن حدیث شریف مین وارد ہوا ہی اور سچ ہی **یقین**

تقدیر کے لکھے کو امکان نہین دھونا
ہر چند مسلم ہی اب جی کے تئین کھونا
تقصیر نہین دل کی قسمت کا برا ہونا
لیکن مجھے آتا ہی رہ رہ کے یہی رونا

کیا کام کیا دل نے دیوانہ کو کیا کہیے

کوچۂ یار سلطنت سے بہتر ہی بیان مہتر ہی وہ کہتر ہی یہ کلام درد آمیز رقت انگیز شاہزادہ دلپذیر کا سنکر وزیرزادہ نے دریا ے چشم سے سیل طوفان برپا کیا اور شرارہا ے آہ دروں سے دوسرا آسمان زیر زمین پیدا کیا اور سمند گویائی کو فضا ے تکلم مین گام مہمیز کرکے کہا کہ اے مسندنشین

چار بالش شیدائی لمولفہٗ

مین وہ نہین کہ تجھے چھوڑکر یہان تنہا
قدم کو سمت وطن کے بڑھا کے جاؤن چلا
شریک تیرا بہر حال رنج و راحت ہون
شمول درد و غم و اضطراب و آفت ہون
گریگا جس جگہ قطرہ ترے پسینے کا
گراؤنگا مین وہان خون اپنے سینے کا
ترے ہی رنج سے بندہ کو رنج عیش سے عیش
تیری خوشی سے خوشی ہی حصول طیش سے طیش
کلام کرنہ جدائی کا اے شہ عالی
کہ تجھ بغیر ہون جون مے سے شیشہ ہو خالی

لیکن آوارہ گرد صحرا ے وحشت بے دریافت کشور مطلوب کس طرف قدم بڑھاوے اور غم فراوان مفارقت جانان کو کیونکر گھٹاوے آپ ہی فرمائیے کیونکر سراغ عنقا کا ڈھونڈے سے ملے کہ مسکن اسکا کوہ قاف مین ہی ولیکن معلوم نہین کہ وہ ماہ طلعت کس دودمان خلافت سے ہی اور وہ گوہر ثمین کس درج عصمت سے ہی کہو واسطے کہ **شعر**

بے نشان کا پتہ ملے کیونکر
جب تلک ہو نہ بے نشان طالب

پروردۂ نمک قدیم کو ہمراہی و ہمدردی سے کسی طرح عذر نہین آور طبع خانہ زاد کی بجز رہ پیمائے وفا کے کسی نوع بر سر غدر نہین شاہزادہ دلپذیر نے اپنے رخسار پر سالک گوہر نثار کر کے کہا کہ ای خامکار اس اندیشۂ ناصواب کو زنہار خاطر فاتر مین راہ نہ دے گم گشتگان صحرائے عشق کا بجز طپش دل کوئی رہبر نہین ہی آور رہ نوردان بادۂ محبت کا غیر جذب قلب کوئی خضر نہین ہی الحق غنیمت

رسد جو پائے آتش بر تجلی

اور قطع نظر اسکے مجیب الدعوات کافی المہمات کسی متردد کی محنت ضائع نہین کرتا ہی آور ایک دن دریائے رنج و قلق سے نکال کر ساحل مقصد پر پہونچاتا ہی صحرائے عشق کا خار کہین گل سے بہتر ہی اور اس جنگل مین غول بمنزلہ رہبر ہی انسان کو چاہیئے کہ جس کام مین ہمت کو ضامن کرے پیش آمد صعوبات دوران و حادثات زمان سے پشت دوتا ہونے پائے استقلال سے قطع راہ مقاصد کرے تو البتہ گاہے نہ گاہے شاہد مراد سے ہم آغوش ہو کر گل وصل دامن ہوس مین جھپکر زیب کلاہ تمنا کریگا بقول شخصے

بہر کاریکہ ہمت بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

فوج کشی سپہ سالار خزان کی مستقبل سلطان بہار گلستان ہی اور اندوہ مفارقت و ہجران نمونۂ وصال جانان بمصداق ف

ہجران سے آسرا ہی ہمین وصل یار کا	آتا خزان کے بعد ہی موسم بہار کا

اور یہ ممکن نہین کہ یہان خار غم سے پائے عاشق فگار ہوا اور وہان خاطر مطلوب نہ بیقرار ہو بقول شعر لمولفہ

فصد لیلی نے گھر مین اپنے لی	رگ مجنون وہان پہ بہ نکلی

شراب عشق کی عجب کیفیت ہی کہ اگر عاشق پیے ممکن نہین کہ معشوق بھی مخمور نہو گو دل برسنگ رسوائی زدگان کو سوائے کوچۂ یار باغ رضوان بھی درکار نہین اور دوندگان تیبانے طلب کو غیر کوے دلبر کسی سے سروکار نہین بقول محسن

نقاب چہرہ سے خورشید جب اُٹھاتا ہی	سحر ہر ایک کو ہر کام مین لگاتا ہی

کوئی حرم کو کوئی بیکدہ کو جاوے ہی
جو دل سے پوچھون کہ اے دل کدھر کو جاوے ہی

کوئی تلاش معیشت مین دن کھپاوے ہی
تو اشک آنکھ مین بھر کر یہی سناوے ہی

علے الصباح کہ مردم بکار و بار روند
بلاکشان محبت بہ کوے یار روند

قصہ کوتاہ اب قرین صلاح صواب اندیش یہی ہی کہ کمر ہمت کو مضبوط باندھکر اس چشمہ مین مانند غواص کے غوطہ زن ہو جیے کیونکہ دل مغموم خواہ نخواہ گواہی دیتا ہی کہ گوہر مقصد بے اس تدبیر کے ہاتھ نہ لگے گا گو بظاہر یہ چشمہ چشم ایک چشمہ موج زن علوم ہوتا ہی لیکن چشمداشت یہ ہی کہ یہ چشمہ عین چشمہ طلسم کسی استاد چشم ور نے چشمہ صنعت کا چشم صفائی پر رکھکر بنایا ہی اور مردم دانا بینا طرفۃ العین مین نظر انداز کرکے اسکے تہ کو سوجھ کر اصلا طرف پانی ظاہر کے التفات نفرمائینگے سنکر یہ کلام شاہزادہ مجنون کیش کا وزیر زادہ کہنے لگا کہ ہان ہان بہتر ہی مصرعہ

اصلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست

پس یہ مشورہ دلون مین ٹھانکر یع ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم کہتے ہوئے دونون چشم ظاہر بند کرکے اور چشم دل کھولکے اُس تالاب مین کود پڑے - احمد علی

ہاے اس عشق کا برا ہووے
طور کو ایک دم مین خاک کرے
جان پروانہ کی جلاتا ہی
دور سے جیسے کو قرار نہین
اسکے دریا مین گر کے اُچھلے کون

صفت عاشق کی جب ان یہ کہوے
گل کے دامن کو بھی یہ چاک کرے
شمع کو رات بھر رولاتا ہی
کوان آنس خار سے نگار نہین
اسکے حوض مین گر کے نکلے کون

داستان بیچ بیان کودنا شاہزادہ کا تالاب مین اور لیجانا دیونی کا وزیر زادہ کو اور آوارگی دلپذیر کی

شتابی سے ساقی پلادے شراب
نشہ سے جو اُسکے سیہ مست ہون
طلب جسکی دل کو ہی ایدمہ لقا

بنا تو توق اپنا ہی خانہ خراب
بت ماہرو کی تجسس کرون
پھرون ڈھونڈتا اُسکو ہر ایک جا

نمایان ہون خار بیابان جہان | انکھون سے مین لون کار نشتر دہان

رہروان منازل اشتیاق وہ گذران فیافی فراق بار طلب بر دوش غیر یاد دلبر دین دونیا فراموش زیست سے بیزار شبدیز مرگ پر سوار اس داستان جنون خیز و افسانہ درد آمیز کو مژہ قلم سے صفحہ بیان پر مداد خون چکان سرشک سے اسطرح لکھتے ہین کہ جب دم دو ہاروت و ماروت منش اس زہرہ جبین حور طلعت کے تلاش مین اُس چشمہ مین مانند شناوران دریاے ناپیدا کنار اشتیاق کود پڑے بعد کچھ دیر کے پاؤن تہ پر لگے حواس خمسہ منتشر کو جمع کر طائر تیز نگاہ کو قفس چشم سے ہر طرف کو اڑانا شروع کیا نہ تالاب نہ گھوڑا آبادی کا و عمارات کچھ سرائے باغ بستی نگر گانون گراؤن شہر قصبہ وغیرہ نظر نہ پڑا مگر بغور شعر

جو دیکھا تو صحرا ہی ایک لق و دق | کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق
نہ انسان ہی دان نہ حیوان ہی | فقط ایک کفدست میدان ہی

کمر ہمت کا باندھ کر مانند کبک خرامان کے نقدی امید کف دست پر رکھکر آہستہ آہستہ ایک طرف راہ چلنی آغاز کی اس اثنا مین مسافر جہان گرد خورشید قطع

منزل روز کر کے دست بقیہ طلاے شعاع کو بغل میں داب کر بہراے یاقوت نگار شفق میں پہونچکر عازم خوابگاہ اسفل السافلین کا ہوا اور قہرمان تاریکی و ظلمت شب سریر ظلام پر جلوس فرماکر تاج سیاہی کا سر پر رکھکر تخت آبنوسی فلک پر انصاف گزین ہوا سپاہ ظلمت بموجب حکم قضا تو ام بہر سو تعین ہوئی اور تمام روے زمین پر خیمہ سیاہی کا کھڑا ہو گیا ہاتھ سے ہاتھ نظر نہ آنے لگا طائر بصیرت کا تیز پروازی سے پر ٹوٹ جانے لگا وحشت بہر سو چھا گئی وحشت مجرے کو آگئی جھینگر بولنے لگے جھنگار کی کتاب کھولنے لگے سناٹے کا عالم ہو گیا ہوش کا تختہ درہم ہو گیا اختر ٹوٹ ٹوٹ کے گرنے لگے غول بیابانی ہر سو شور کرنے لگے صدمہ صداے شیرون سے آسمان کا تختہ تہ و بالا ہوا کثرت ظلمت سے روے زمین کا منھ کالا ہوا اسے تند سے پتے پیڑون کے کھڑکھڑانے لگے اور ہیبت و خوف سے جانور بڑبڑانے لگے ہر سمت سے آواز سائین سائین کی آنے لگی اور مارے گھبراہٹ کے درندون پرندون گزندون چرندون کی جان جانے لگی میدان ہو کا علمدار ہوا عسکر دہشت و وحشت کا تیار ہوا غول خبیث شیطان خناس دیو بھوت ہاتھی گینڈا شیر چیتا کوئی بھی اگر اُسمین آجاتا صاف زہرہ گُردا کلیجہ پھٹ کر مر جاتا خضر اُس بیابان مین رہبری غول کا محتاج تھا اور غارتگری تاریکی سے قافلہ ضیا و بہا کا تاراج تھا الحق ملا زلالی نے اُس تاریکی شب کی مدح سے مثنوی مین اشارہ کیا ہے

کواکب مے نمودے در میانہ	چو چشم گربہ در تاریک خانہ

مؤلف

رستم و زال گر گذرتا واں پہ	ہول سے زہرہ پھٹ کے مرتا واں
ملک الموت وان نہ آتے تھے	دہشت و ہول خوف کھاتے تھے
موت کا کچھ حذر نہ کرتے تھے	وہان کے باشندے آپ مرتے تھے
سوجھتا تھا نہ ہات سے وان ات	غیر حق وان پہ تھا نہ کوئی سات
ڈالتا عکس ماہ گر اُس جا	رنگ اُسکا شتاب ہو جاتا

الغرض چونکہ شاہزادہ بلند ارادہ جوہر شجاعت ذاتی درج خاطر مین رکھتا تھا اور خود

جان باختہ تھا اصلا کچھ خیال اُس بیابان پُر ہیبت کا دل مین نہ لایا اور وزیر زادہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیخوف و وسواس بآرام تمام بیٹھا اور وہ تصویر بغل سے نکالکر سینہ پر رکھی اور سلک گوہر سرشک حمائل گلو سے شاہد رخسار کر یہ شعر زبان پر لایا مؤلف

ہم شب فرقت مین رکھکے سامنے تیری شبیہ — دلکو دیتے ہین تسلی ناز پرور دیکھکر
شمع پر پروانہ قربان شاخ گل پہ بلبلین — پر ہنسی آتی ہے ہمکو اپنا اختر دیکھکر
شہرہ آفاق عشق قیس اور فرہاد تھا — گُل ہوئی ہے شمع اُنکی میرا جوہر دیکھکر

اور کبھی تصور جانان مین نام خواب کا جو آنکھون مین نپاتا کروٹین بدلتا اور زبان پہ لاتا

رباعی

کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے — کسیکی شب ہجر روتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی — نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

بیت

اُٹھ گیا عشق مین یکبار سبھون کا خطرہ — نہ ہمین جان کی پروا ہے نہ جی کا خطرہ

اور گاہے مضطربانہ ہو تصویر سے منھ پھیر کر صاحب تصویر کا خواستگار ہو کر کہتا قطعہ

خواہش دیدار جو رکھتا ہو ایک تصویر یار — وہ بصد صورت کھچا منگوا کے اور دکھلا کرے
پر مین یہ حیرت زدہ اب پوچھتا ہون دوستو — جو فقط باتون کا ہو مشتاق سو وہ کیا کرے

اور کبھی گھبرا کے آنسو آنکھون مین بھر لا کے تصور جانان سے دو بدو ہو یہ نغمہ مؤلف کا پڑھتا

مؤلف

تری جدائی مین گذرے ہے جو یہ شام و پگاہ — قسم خدا کی نہین اُس سے ہے کوئی آگاہ
جرس کی طرح نکلتا ہے دل سے نالہ و آہ — خدا کے واسطے گاہے تو کر تو مجھ پہ نگاہ
کہ رنگ زرد ہے آنکھون مین اشک حال تباہ — عجب طرح کی میری شکل ہے سبحان اللہ

کہ جبکہ پاس میرے قاصد اجل آیا
تو مجھکو دیکھکے آنکھون مین اشک بھر لایا

ترے فراق مین جب سے ہوا ہے مجھکو جنون — تو دست بستہ میرے آگے رہتا ہے مضمون

بجاے آب پیا کرتا ہون ہمیشہ خون — چمن مین دیکھ کے مجھے غنچہ رہتا ہے محزون
ہر ایک اشک کا قطرہ ہے رشک جیحون — عجب طرح کا ہمارا حال ہو گیا ہے زبون
پڑا ہون دشت جنون مین مین جیسے بادل زار — سواے نالہ کے اپنا نہین کوئی غمخوار
کمان ابرو کا تیرے کیا ہے جب سے خیال — تو کاہش غم ہجران سے ہون مثال ہلال
ہر ایک قطرہ اشکون کا ہے لہو کے مثال — کبھی تو جھانک لے غرفہ سے مہر بدر کمال
کہ تجھ بغیر مجھے زندگی ہے اپنی وبال — خدنگ ہجر سے سینہ ہے رشک غربال
شرار آہ سے میرے فلک مین ہین روزن — چراغ داغ ہین روشن چو آتش گلخن

اور کبھی خود اُس پیکر بیجان سے عالم ولولہ مین مخاطب ہو کر کہتا خمسہ بر غزل صاحب

ہمچو صورت دیوار گشتہ ایم حیرانت — یک نظر نمی سازی جانب اسیرانت
خانہ کردہ در دلہا غنچہاے پیکانت — سینہا مشبک شد از خدنگ مژگانت
حال ما نمی پرسی اینچہ مہربانی ہاست

اشک حسرت از چشمم ہمچو جویبار آید — غم بغل کشا چون موج بر کنار آید
بسکہ بی گل رویت مرگم آشکار آید — دورم از وصال تو زندگی چہ کار آید
جان بلب ہمی آید این چہ سخت جانیہاست

المختصر اسی طرح ہزار خرابی و سوز و اضطرابی و درد و الم رنج سے جون تون وہ رات کاٹی ہر بُن مو سے آتش شرربار عیان تھی اور ہر رگ و پے مین نار مفارقت کی مشتعل ہو کر جلاتی تھی جب مؤذن زاہد سحر آفتاب نے مسجد صفا آگین صبح مین اذان کہکر اقامت نماز کہی دیو سیاہ رنگ شب نے گبھرا کر ہر طرف سے شیاطین تاریکی کو جمع کر دم دبائی اور یکا یک ایسا رو بگریز ہوا کہ عالم شش جہت مین نام و نشان اُسکا نہ تہا شاہزادہ دلپذیر نے شبدیز قصد کو ہمیز ہمت و زین پوش استقلال سے آراستہ کر زمام طلب کی دست قبضہ استقلال سے تہام کر میدان مراد مین جولان پر آمادہ کیا اور مانند صبا تیز رفتار کے ہر طرف چلنا پھرنا آغاز کیا کبھی خار مغیلان سے واسطے رگ جان کے نشتر لیتا اور کبھی تبخالون سے داغ لالہ کو مشابہت دیتا اور کہتا مخمس اکبر خاور رو لائق

معمور ہے داغون سے سراپا مرے دل کا — مثل شجر طور ہے نقشہ مرے دل کا

یہ کوہ الم اور یہ جثہ مرے دل کا | فولاد کا گویا ہی کلیجا مرے دل کا
سو صدمون سے اکدم ہی اکیلا مرے دل کا | شیرون سے زیادہ ہی کلیجا مرے دل کا
اُسکے دہن تنگ کا رہتا ہی تصور | عنقا کا نشیمن ہوا طوبےٰ مرے دل کا
مر مر کے بسر کرتا ہون مین زیست کو اپنی | رہ رہ کے تپکتا ہی پھپولا مرے دل کا
جب سے سفر سیر محبت کو گیا ہی | معلوم نہین حال ہوا کیا مرے دل کا
چھن چھنکے ٹپکتا ہی لہو آنکھ سے اپنی | کیا صورت غربال ہی پردا مرے دل کا

ہر روز وقت چاشت کے بجاے غذاے معینہ کے خون جگر کا ناشتا فرماتا اور ہر رات پرکالہ جگر کو چراغ چشم مین روشن کرکے قامت ناز پروردہ کو سرو چراغان بناتا اور ہزار ہزار طرح کا شورہ و مسودہ وزیرزادہ کو پڑھکر سُناتا مؤلف

نہ کل تھی اُسے رات دن چرخ سان | تہ و بالا ہوتا تھا غم سے ہر آن
کبھی زندگانی سے بیزار تھا | کبھی رہ نوردی سے ناچار تھا

الغرض عرصہ چند روز مین ہیئت اصلی بدل گئی اور طاقت جبلیہ لاغری کا غلبہ دیکھکر بدن سے صاف نکل گئی اور قبای مضمون مثنوی مولف کا سرو بالا اُسپر درست ہوا مؤلف

وہ چہرہ جو تھا مثل گل برگ تر | وہ یکسا کلی کی طرح سر بسر
چلی حسن کے باغ پر جو خزان | نہ وہ گل رہا اور نہ وہ گلستان
بدن سوکھ کر بسکہ لاغر ہوا | جگر بادہ غم کا ساغر ہوا
لگا کھانے خون جگر دمبدم | فلک کا لگا سہنے ہر دم ستم
جہان بیٹھا پھر تھی نہ اُٹھنے کی تاب | جگر آتش ہجر سے تھا کباب
شرارے تھے آنکھون سے ایسے روان | ستارے فلک پر ہون جیسے روان
ترقی یہ تھا حسن جو سال و ماہ | لگا گھٹنے ہر روز مانند ماہ
رگین ہوگئین جسم پر یون عیان | کبودی پورا جیسے ہو ریسمان
نہ مُنھ پر رہا رنگ وہ اور نہ نور | ہوا سنگ غم پر جگر چور چور
ہر اک عضو مین آگیا اُسکے فرق | سراپا ہوا غم کے دریا مین غرق

اُسے دیکھ گلشن مین ہر جانور | لگا کوک غم کرنے شام و سحر
ہوئی بند منقار بلبل کی بس | رہی کچھ نہ اُلفت کی گل کی ہوس
ہوئی غم سے بادِ صبا نوحہ گر | خزان آگئی باغ مین سر بسر

اتفاقاً ایک روز شاہزادہ متاع ہوش از دست دادہ اور وزیرزادہ خرد و دانش بیچارہ حیرانی افتادہ دونون حیران پریشان ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیحس و حرکت بیٹھے تھے کہ اِس اثنا مین یکایک سلطان بادِ سموم شبرنگ فیل غبار پر سوار ہو کر جیغۂ کلغی برق کی زیب تاج گرد باد کے کرکے گلو سنگریزون کو چلاتا ہوا اور اسکے تسخیر روشنی شش جہت کے چار سوے عالم پر تاخت و تاراج لایا اور صوبہ دار روز روشن نے غلبۂ اِس قہرمان بیداد گر کو دیکھ کر ضلع زمین و آسمان سے تھانہ اپنا اٹھایا پس تمام روے زمین نے یک بیک پردہ تاریکی و ظلمت کا اپنے منھ پر ڈالکر رخ نور آگین کو صدمۂ گرد و غبار سے آنچل وقت مین چھپایا بعد دو تین گھڑی کے سقاے سحاب نے دہان مشک باران کی کھول کر فرش زمین پر چھڑکاؤ شروع کیا اور گرد و غبار روے زمین سے بالکل دبا دیا ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی فرانے لگی طبیعت کو خنکی آنے لگی قضا کار اِسی درمیان مین ایک صورت بدصورت کریہ منظر زشت رو قہر خو مشکل بغضب خدا مجسم بغیظ کبریا بال مثال ریش برگد چلتے ہوے سر مانند منار رشتا ہجہانی دانت ہاتھی کے سے باہر نکلے ہوے پستان پانون پر پڑی ہوئین موے بغل متعفن ہمچو چشمہ گندھک کے دونون ہاتھ جیسے برگد کے ڈالے اور دہن مانند تغار رنگریزون کے کھلا ہوا پیٹ مانند خندق قلعہ مازندران کے ابرو مانند دو کمانون کے چپٹی ہوئی چشم ازرق و احول سے آب ناک جوتی کا تلا یا مینڈک بیٹھا ہوا نتھنے مثل دو موریون کے چوڑے پلکین بسان خار تیز زبان مثل دُم لنگور خاک بسر دونون کانون نے جوتیون کے گنون کے توڑے کان سطبری گردن ہمچو حقہ فرشی کے کندھے مانند مار ضحاک کے چاہ ذقن ناف جہنم چوتڑ مانند دو کُندون آبنوس کے ران کو دیکھکر لٹھا حیران ناف راستہ اسفل السافلین کا قدم سنز نحس و منحوس چوٹی سر کی صدمہ ہوا سے مانند علم ذو ذنب کے لا اسکان تک پہونچی پشت کے بال مانند

خارپشت کے کڑاتی ہوئی نمودار ہوئی اور یغتتاً ہاتھ وزیرزادہ خردمند کا پکڑ کر سمت الراس آسمان پر مانند ہوا کے کڑاتی ہوئی اُڑی شاہزادہ یہ حالت پُرملالت دیکھکر خوف سے مانند تصویر پشت آئینہ کے حیران ہوکر بے حس و حرکت ہو رہگیا اور ایک سیلاب خون چشمہ چشم سے مانند سیل موسم برسات کے بہ گیا اور رنج صعوبت تنہائی اور غم بیابان پیمائی قرین حال پُراختلال ہوا اور ترک و تاز سمند ستم اُس ترک کیش سے سراپا پامال ہوا اور غم سے تختۂ سینہ مین لالہ کاری کی اور گلہائے الم سے کشت جگر رشک فصل بہاری کی مؤلف

رہگئیں آنکھیں کھلی مانند نرگس اسکی وان	موج اشکون کی تھی طوفان کی طرح ہر ہر کران
یاد کرکے اپنے محرم راز و دمساز دن کو آہ	ٹھنڈی سانسیں لیتا ہر دم جون نسیم [illegible]

غرض چارون طرف سے قرین یاس و نومیدی کے ہوکر آنکھون مین آنسو ڈبڈبا کر جان سے تنگ آیا اور بآواز گلو سوز یہ اشعار زبان پر لایا

گیا وصل کی صبح کا دن بھی گذر ابھی ہجر کی شب کی سحر ہی نہین

کرون کیا مین گلا کہون کس سے مین جو مری آہ جگر مین اثر ہی نہین

پھنسا ہر نقف مین شوخ کے دل جو کدھب رہے ہم غم دل سے برنج وتعب
دیکھو آنکھون سے خون یہ بہ گیا سب ہمین اپنے جگر کی خبر ہی نہین

ذرا دیکھو تو مڑکے ادھر بھی بھلا تیری دوری سے حال ہی اپنا برا
کہون کس سے جو گذری ہی مجھپہ بلا کبھون تیرا ادھر کو گذر ہی نہین

جسے دیکھے تو لطف سے بھر کے نظر اُسے عید ہی اور عیش شام و سحر
بھلا ہم کرین ناز سو کیسکے ادہر تیری لطف کی ہمپہ نظر ہی نہین

جو دہ یار ہو عہد شباب بھی ہو اور نغمۂ چنگ و رباب بھی ہو۔
تو شراب اور شیشہ و کباب بھی ہو سو رضا قضا و قدر ہی نہین

ہمی وساقی و مطرب و بزم و طرب لب جوے شکر لب چاندنی شب
یہ نصیب بشر کے ہون زر کے سبب سو ہماری گرہ مین تو زر ہی نہین

ارے ناصح اثر ہی یہ سخت بلا دلے مرنے سے ہمکو ڈراتا ہی کیا
ابھی آوے قدر ابھی قضا ہمین مرنے سے خوف و خطر ہی نہین

تیرے دامن وصل پہ دست ہوس جو یہ پہونچے بشر تو حسرت دلبس
گیا دل اسی آتش غم سے جھلس رہا صبر سو اب وہ جگر ہی نہین

اور کبھی نسیم تیز رفتار کی طرف مخاطب ہوکر بصد گریہ وزاری کہتا ہے

تیرا اگر گذر ہو ذرا بھی وہان صبا
تجھکو قسم ہی شاہد گل کی ہرے صبا
آنکھون مین دم ہی جی سے سراپا اشتیاق ہی
بیمار حسن کو تیرے دیکھا جو گلعذار
امید زیست کی نہین روتا ہی زار زار
عاشق نہو جیو کوئی روے نگار پر

پوچھے ویا نہ پوچھے میرا حال بیوفا
پڑھیو میری طرف سے یہ مطلع حفیظ کا
پر تیرے دیکھنے کا مجھے اشتیاق ہی
مہمان ہی کوئی دم کا بیچارہ وہ خار وار
پڑھتا ہی شعر حضرت قاسم کا بار بار
لکھنا یہ دوستو میرے لوح مزار پر

الغرض ماتم وزیر زادہ اور مفارقت جانان مین گل رخسار کو صدمۂ جانگداز سے لالہ نمار
بناکر کلمۂ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ زبان پر لاکر جادہ پیماے بادیۂ حیرانی ورہ نورد وادی پریشانی ہوا

شدت گرسنگی سے راستہ مین اکثر بناس پتی کہاتا اور بجاے آب سرد آب شورابہ سرشک جام چشم
مین بھر کر غٹ غٹ پی جاتا تبخالہ پاؤن کے رشک خوشہ انگور تھے اور دیدہ چشم رشتے رستے
ردکش ناسور تھے ہر دم لب پر فغان تھی اور جگر مین مشتعل آتش سوزان تھی اتفاقاً بعد مرور عرصۂ دراز
اس رہ نورد صحراے بیکسی کا گذر ایک ساحل دریاے پُرشور پر ہوا ہر موج اسکی بجاے زنجیر پا
ہوا مین پڑی تھی اور واسطے زیب گلوے عروس گرداب کے گوہر غلطان کی لڑی تھی کنارہ
اسکا مانند کنارہ میدان تمناے شوق وصال محبوبان نیکو خصال کے ناپیدا اور چار موجہ تلاطم
شکستگی طرہ طرار محبوبان کے ہویدا چٹانین پتھرون کی اسکی لہر کے زور سے کوسون ٹکرین کھاتی
تھین اور خراٹے کی آوازین اسکی کلیجہ رستم اور گردہ سہراب کا قبر مین ہلاتی تھین شاہزادہ نے ہر چند
شاہین تیز پرواز فکر و اندیشہ کو اوج گیر کیا کسی جگہ گھاٹ اسکا مانند کنارہ آرزوے عاشق ظاہر نہوا
پس دل مین نہایت ششدر و متحیر ہوکر کنارہ پر کھڑا تھا کہ اسمین ایک بزرگ صورت خضر سیرت
عصا در دست جامہ سبز زیب دوش ریش سفید مثل شعاع زرین آفتاب کے چمکتی ہوئی کھڑاون پہ
کھٹ کھٹ کرتا ہوا اپنے طرف سے نمود ہوا اور پاس اسکے آکر نہایت ملائمت اور تسلی سے
فرمایا کہ اے سرگشتۂ بادیۂ حیرانی وای برگشتۂ طالع پریشانی سچ بتا کون ہی کہ تیری ناصیہ حال پر ستارہ
فر و شکوہ سلطنت کا نمایان ہی اور تیری شکل ملول دیکھنے سے دل کو رحم آتا ہی اور احوال پُر ملال
تیرے پر کلیجہ منہ کو آتا ہی تو گوہر صدف دریاے انسانی ہی یا مردم چشم عالم روحانی شاہزادہ غم
جانان مین اس طرح غرق تھا کہ اصلا طوطی زبان کو شکرستان جواب مین سرسبز کرکے گویا نہ کیا تب

اُس خضر وقت نے ایک دعا پڑھ کر شہزادہ کے منھ پر پھونکی جو اس انتشر کے جمع ہوئے اور رنگ رخسار زعفرانی سرشک خونین سے ارغوانی ہو گیا کہنے لگا کیا پوچھتے ہو۔ **خواجہ درد**

برق طپیدہ یا شرر برجہیدہ ہون
جس رنگ مین ہون گلشن مین غرض از خود رمیدہ ہون

ای اہل بزم مین بہی مرقع مین دہر کے
تصویر ہون دلے لب حسرت گزیدہ ہون

صیاد اپنا دام اُٹھائے کہ جون صبا
ہان تو مین مین پر گل عشرت نہ چیدہ ہون

ای آہ و نالہ مجہ سے نہ آگے چلو کہ مین
بچھڑا ہون کاروان سے مسافر جریدہ ہون

غم ہون الم ہون درد ہون سوز و گداز ہون
سب اہل دل کے واسطے مین آفریدہ ہون

قطعہ

کیا پوچھتے ہو مجھسے مین ہو رہا ہون مضطر
دنیا مین کوئی ڈھونڈے مجھسا تو ہوگا کمتر

دو دن کی زندگی پر میری یہ اب بلا ہی
آتش سے غم کے میرا سینہ جلا بھنا ہی

مخمس

کیا حال دل کہون ہوئی مجھسے خطا کے مجھ
کی آشنے دل یہ آپ ہی مین نے خطا کے مجھ

جسکو دیا دل آہ سمجھکر وفائے محض
جب سے کہ ہو گیا ہی وہ ناآشنائے محض

جز داغ تب سے کوئی نہین آشنائے دل

وہ لوگ اس زمانے مین ہین خوش نصیب کیا
پاتے ہین دل لگانے مین جو دل کا مدعا

ہم خاکسار کیا کہین آہ اپنا ماجرا
اُس کو مین جب سے بیٹھے ہین مانند نقش پا

رہتا ہی جب سے خاک مین ہمکو ملائے دل

کس کشمکش مین غم کے پھنسے آہ ناگہان
وہ بیکلی وہ چین وہ آسائشین کہان

ہم دل لگا کے تنگ یہ آئے ہین بیگمان
لکھ دیوین ہم تو خط غلامی ابھی میان

جو عشق کی بلا سے ہمارا چھوڑائے دل

شادی و غم جہان مین سنا کرتے تھے بہم
جو ایک دم غمی ہی تو دل شاد ایک دم

میرے سے بہی نصیب ہوئے ہین کسی کی کم
اتنا نہ آسکے جز کوئی یان کا رواتے ہم

ماتم سرا سے کم نہین اپنا سرائے دل

تیر مژہ ظلم فلک سے جگر پارہ پارہ ہون مثل مرغ آشیان گم کردہ خانمان آوارہ ہون دور از وطن و یاران خجل و شرمسار مہجور از مولد خلیدہ در جگر خار بلبل خاطر اندوہگین گل چاک گریبان دل شرمگین شمع سوزان شام فراق درماندہ منزل بر دوش بار اشتیاق گل وصل نچیدہ مصیبت دیدہ بیکس و تنہا رہ نوردغم صحرا متحیر مثل نقش پا مغموم مثل بلبل شیدا پروانہ سوختہ جگر بیوطن برگشتہ اختر زنگ رخ پریدہ ستم دوران دیدہ بادہ کش ساغر غم جرعہ نوش بادہ الم محزون و مغموم پریشان و حیران دل از دست دادہ بچاہ بونج فتادہ جگر برشتہ خاطر شکستہ نوحہ گر خستہ جگر صحرا پیما دردا تما سیماب طبع مکدر رو فرعشرت ندیدہ محنت ہجران کشیدہ بار زندگی بر دوش دین دنیا فراموش اشک حسرت از چشم چکیدہ مثل وحشی از خود رمیدہ سرگشتہ شوریدہ مجنون کیش جنون اندیش راحت سے جدا کلفت سے قرین زیست سے بیزار اجل کا طلبگار ؎

زمین سے تا بفلک مجھ سا برگشتہ
کوئی جو ڈھونڈے تو پاوے نہیں کہین نہار

یہ کلام دردآمیز رقت انگیز اس برگشتہ طالع کا سنکر بے اختیار اُس بزرگوار کے آنسو نکل پڑے تفیانہ دریافت کیا کہ مقرر جگر اسکا کسی کافر کے تیر مژہ سے مثل سوراخ قفس کے مشبک ہی اور اب تک نقش مراد اسکا کرسی مقصد دلی پر مربع نشین نہین ہوا یہ گو ہر درج خلافت اور اختر برج شرافت بے شبہ و شک ہی کہا میان جہان مین کسی کو مدام عیش میسر نہین کوئی تو نوش وصل کا مزا چکھتا ہی کوئی نیش ہجر کا صدمہ اُٹھاتا ہی دریاے غم و اندوہ کا ساحل البتہ مقرر ہی شناور اُسکا کبھی کبھی ہاتھ پانون مار کر سر باہر کرتا ہی اور قرآن مجید مین اللہ تعالی جل شانہ فرماتا ہی ان مع العسر یسرا گو کیسی اندھیری رات نے باستمداد فوج ظلمت و تاریکی کے عالم تسخیر کیا کر سلطان سحر نے نیزہ شعاع آفتاب سے دل اُسکا چاک نہ کیا ہو مولوی معنوی فرماتے ہین ؎

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

دل قوی رکھو کمر ہمت میان استقلال پر باندھو مسبب الاسباب کو یاد کرو دیکھو تو جب ہر رگ تاری خزان سے چمن شگفتہ برگ و بار سے معرا ہوتا ہی باغبان حقیقی کسطرح خلعت سبز اوراق کے ہر شاخ نہال کو پہنا کر نام اُس ظالم کا صفحہ ہستی سے مٹاتا ہی اور جب ابر سیاہ محیط عالم ہوتا ہی سلطان درخشندہ کے واسطے زیب تاج فرق جہان کی کسطرح گوہر قطرات رشتہ ترشح مین پروتا ہی خیر بہر نوع تسلی و دلاسا شاہزادہ

خانمان آوارہ کی کہکے فرمایا کہ شتاب آنکھین بند کر اور قدم میری انگوٹھون پر دھر پھر خدا کی قدرت کاملہ کا تماشا کر کہ جس جگہہ تیرا دل لگا ہی وہین پہونچیگا فی الجملہ شہزادہ دل از دست دادہ نے چشم ظاہر بین بند کین اور دیدہ بصیرت کو کھول کر تماشا گر صنعت صانع ازلی کا ہوا طرفۃ العین مین آپ کو دریا کے پار پایا سمجھا کہ یہ پیر مرد خضر علیہ السلام ہین یقین ہی کہ مجھ گم کردہ طریق مطلب کی رہبری کرینگے اور مجھ تشنہ دریاے مقصد کو وادی پر آفت و حیرانی سے نکال کر چشمہ نجات پر پہونچا دینگے پس یہ سوچ کر شتابی سے اُنکے قدمون پر گرا اور ناصیہ حال کو خوب رگڑا اور کہا بند و استخوان مغز جان

ای چارہ گر آ جلد کہ دم چارہ گری ہی	مین جان سے مرتا ہون تجھے بے خبری ہی
کیون ہلی ہی درمان سے یقین بے اثری ہی	اپنی سی تو کر دیکھ عبث نسخہ دری ہی
ہو جاؤن مین جانبر تو تیری ناموری ہی	یون دعوی مسیحی صرفہ تو بیہودہ گری ہی
گر ہمسے مریضون کی دوا ہو تو جبا مین	بیمار محبت کو شفا ہووے تو جبا ئین

ای ہادی گم گشتگان وادی ناکامی **بیت**

عرض حاجت در حریم حضرتت محتاج نیست	راز من مخفی نماند بر فروغ راے تو

اُس مسیح صفات نے یہ کلام سنکر ایک اسم سریع التاثیر مع ترکیب شہزادہ کو بتایا کہ اگر اُسکی مزاولت کریگا تو تو انشاءاللہ تعالی جلد تر شاہد مقصد دلی سے ہم آغوش ہوگا یہ کہکر آپ تو غائب ہوے اور شہزادہ کو کہا کہ فلانی راہ در پیش ہی پس دلپذیر بموجب ہدایت اُس رہبر نیک صفات کے رہ نورد سمت جادۂ مطلب ہوا ایکدن اتفاقاً گذر اُس صحرا نورد جنون کا ایک درخت سایہ دار کے تلے ہوا بیٹھکر اُسکی چھاؤن مین ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین بھر کر یاد محبوبہ حور فریب مین مستغرق ہو کر کچھ اشعار عاشقانہ باواز حزین پڑھنے لگے **غزل**

دم آخر مین ابھی کوئی رمق باقی ہی	گر تیرے وصل کا دل پر تو قلق باقی ہی
مکتب ظلم مین آغاز یہ بسم اللہ ہی	دیکھیے آگے کو واللہ سبق باقی ہی
عام اور خاص مین عاشق تیرے کہلاتے ہین	ویسے تجھکو تو ابھی ہمسے حق باقی ہی

جرأت

کیون دلا ہم ہوے پابند غم یار کہ تو	اب اذیت مین مبتلا ہم ہین گرفتار کہ تو

ہم تو کہتے تھے نہ عاشق ہو اب اتنا تو بتا — جا کے ہم روتے ہیں پہروں پس دیوار کہ تو
ہم تو کہتے تھے کہ لب سے نہ ملا ساغر عشق — مئے اندوہ سے اب ہم ہو گئے سرشار کہ تو
وحشت عشق بری ہوتی ہے دیکھا نادان — ہم چلے چھوڑ کے اب دشت کو گھربار کہ تو
مریض ہجر کو صحت سے اب تو کام نہیں — اگرچہ صبح کو یہ بچ گیا تو شام نہیں
رکھو وہاں نہ رکھو مرہم اس پہ ہم سمجھے — ہمارے زخم جدائی کو التیام نہیں
وہی اٹھائے مجھے جس نے مجھکو قتل کیا — کہ بہتر اس سے میرے خون کا انتقام نہیں
تپ جدائی سے اسطرح اب نزار ہوں میں — اجل کے منہ سے بھی غائب ہے سرشار ہوں میں
کیا ہے رنج جدائی نے ایسا کاہیدہ — نظر میں خلق کے رنگ خط غبار ہوں میں

آہ سے ہاتھوں کو زانوں پر مار کر کثرت شوق و اضطراب سے مانند بلبل کے چہچہ پرواز اس بند مسدس کا ہو بند و خست

خواہش نہ دین کی ہے نہ دنیا کی جستجو — دوزخ سے کچھ خطر نہ ہے جنت کی آرزو
دونوں جہان میں مجھکو مطالب ہے ایک تو — پیارے بقول حافظ مشرب ہے ایک سو
مطلب علا مکان سے نہ کچھ کائنات سے — ہے مدعا فقط مجھے تیرے ہی ذات سے
گل بسکہ ہم چمن میں جو مرا ہوا گذار — دیکھا ہر ایک برگ گل لالہ داغدار
پر داغ تھا زبسکہ دل و سینۂ فگار — میں نے پڑھا یہ مطلع سودا کا آشکار
لالہ کو فلک نے دیے تجھکو چار داغ — سینہ مرا سراپا ہے اے دل ہزار داغ

الغرض اشعار پرسوز وگداز پڑھتے ہوئے اسی درخت کے تلے سو گیا اور بعد بیداری جو راہ نصیب العین تھی اختیار کی

نظم

مے اے ساقی اب بادۂ ارغوان — کہ شہر مطالب کو پہونچوں روان
گل عشق جسکا ہے دل میں کھلا — کہیں اسکا لگ جائے جلدی پتا

داستان بیان میں پہونچنے شاہزادہ کے بیچ شہر گلشن آباد کے اور ملاقات ہونا شاہزادی ماہ سیر سے بعد مدت دراز کے

رقم طرازان جادو نگار نقش بندان شاخچہ اسمار اس داستان نزاکت آگین کو صفحۂ گل برگ قلم شرہ جمل سے اسطرح رشتۂ بیان میں کھینچتے ہیں کہ جب شاہزادۂ دلپذیر درماندہ راہ تجسس ہو کر حیران سے

عاری آیا اور زخم جگر ناخن بیقراری سے چھیل کر اور بڑھایا لیکن کہین سراغ اُس عنقاے قاف محبوبی کا نپایا تب مضطرب ہوکر یہ مطلع عبرت نما زبان پر لایا شعر۔

بیتاب کوئی شے نہین سیماب کے مانند ۔۔۔ پر وہ بھی نہوگا دل بیتاب کے مانند

یہ پڑھتا ہوا پہاڑ کے ڈانگ پر چڑھ گیا اور ایک پاکیزہ جگہ دیکھکر جا اور راد کہ پیر مردنے واسطے برآمد مدعاے قلبی بصفائی نیت وحسن ترکیب بتایا تھا شروع کیا اور بعد ایک ہفتہ کے نسیم فضل واہب العطیات کے گلشن مقصد پر چلی اور گل مراد قریب شگفتگی آیا یعنے ملہم غیبی نے گلہا نگ بشارت گوش تمنا مین پہونچائی کراو خود رفتہ تیر دعا تیرا اس چلہ نشینی کمان نومیدی سے نکلکر ہدف مراد پر بیٹھا اور شاخ تمنا تیری آبیاری فضل الٰہی سے سرسبز ہوکر بارور ہوئی اور کشش قلبی تیری طریق مطلب سے

ہمسر ہوئی سچ ہے میر حسن

اُسے فضل کرتے نہین لگتی بار ۔۔۔ نہو کوئی مایوس امیدوار

رات بہین یاد الٰہی مین بسر کر اور علے الصباح فلان راہ کو اختیار کر یون عنایت الٰہی صحراے ناکامی سے نکلکر شہرستان مراد کو پہونچیگا شہزادہ عالی وقار یہ مژدہ جان بخش سنکر ایسا شگفتہ خاطر ہوکر جامہ مین پھولا نہ سمایا اور مارے خوشی کے بلبلین تمناے شوق ہم آغوشی پری پیکر مین پھڑکنے لگین اور خود بخود طرف شہر محبوب نیکو صفات کے ٹکٹکی بندھ گئی اور تصور جانان سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔

غزل جرأت

بمشکل پھرہی گردش ہی ہمکو پیارے دن ۔۔۔ جو تم پھر آؤ تو پیارے پھرین ہمارے دن
ہمین ہی تیرے مریضان ہجر کا چارہ ۔۔۔ اب اپنی زیست کے بھرتے ہین یہ بچارے دن
بوصل کیونکہ مبدل ہون ہجر کے ایام ۔۔۔ مگر خدا ہی یہ بگڑے ہوے سنوارے دن
کب اُس سے ہوگی ملاقات مین یہ پوچھون ہون ۔۔۔ ذرا تو دیکھ نجومی میرے ستارے دن
لگا یا روگ یہ الفت مین کیون میان جرأت ۔۔۔ ابھی تو کھیل تماشے کے تھے تمہارے دن

القصہ باقی رات بمنزلہ شب قیامت کے دراز ہوگئی اور نہایت بیقراری اور اضطرابی سے اختر شماری مین کاٹی جس وقت عابد شب زندہ دار ماہتاب نے تسبیح ستارون کی کہکشان کی کنٹھے مین رکھکر مصلاے سبز نگار زمردین فلک پر دوگانہ رخصت کو قرات سورہ نور سے ختم کرکے ادا کیا اور زاہد مہر نے

مسجد نور آگین صفا خیز صبح مین اذان حی علی النوم بآواز بلند کہکر محراب شنگرفی افق چرخ مین آقامت کہہ
رہا ایک شخص پیچھے اپنے کار و بار و حرفہ و پیشہ مین مشغول ہوا لیند ر سرعت تیز رفتاری کی ہوا سے
فرض لیکر قطع فرسا سے سمت جادۂ مقاصد ہوا اتفاقاً جسوقت آفتاب دائرۂ نصف النہار پر پہونچا
اور خط استوا کا مضمون پڑھنے لگا ایک جگہ صاف دیکھکر بیٹھ گیا اور چونکہ عرصہ دراز سے خواب چشم
سے ملاقی نہوا تھا بیٹھتے ہی ایسا اونگھ گیا کہ گویا سانپ سونگھ گیا بعد کچھ دیر کے جو آنکھ کھولی کیا نظر آتا ہے
کہ نہ وہ صحرا نہ بیابان نہ وہ خارستان ہے ایک باغ شگفتہ وخندان رشک جنان مین آپ کو کھڑا ہوا
پایا تخلیہ خامہ گلکاری اوصاف اُس تختہ نادر سے ہر چند صفحہ قرطاس پر سر مارتا ہی بجز سیہ کاری
کیسہ و دست سالی پاتا ہی میر حسن

زمین کا کرون اُسکے کیا مین بیان — کہ صندل کا ایک پارچہ تھا عیان
بنی سنگ مرمر سے چوپڑ کی نہر — لگی چار طرف اُسکے پانی کی لہر
قرینون سے گرد اُسکے سرو سہی — کہ ایک دور دور اُس سے سیب بہی

شاخ قلم خشک دست کاتب مین اُسکی ادنی وصف سرسبزی و سیرابی لکھنے سے مانند شاخ نرگس خرم
و شاداب ہوتی ہے اور تختہ سفید کاغذ کا گلکاری بلا غمان و ریحان سے رشک وہ خط فلک
ہوتا ہی عجب نہین کہ قلم سرسبز ہوکر برگ و بار پیدا کرے اور فلک زمردین کاغذ زنگار پر جان
اپنی شیدا کرے تاثیر تازگی سے صفحہ کاغذ پر طراوت پیدا ہوتی ہے اور بلبل شیدا شگفتہ ہوکر گلہاے
مطرا سے مضمون پر جان اپنی کھوتی ہے باغبان قضا و قدر نے نونہالان نوخیز کو خلعت زمردین پہنایا
اور سلطان گل کو تخت مربع گلبن پر رونق افزا کرکے جلوہ فرما بنایا ہر گل ترنج جانا سے تازہ تر
شاخ شجر پر نمودار اور پرورش گل اشرفی سے زمین باغ کی زردار ہر طرف شب و واسطے اہتمام کے
بیک پا استادہ اور سرو خرامان لب جو پر بادب تمام یک قدم تھا وہ سوراخ برگہاے سبز سے
فلک یون نمودار جیسے شب تاریک مین کواکب فلک پر آشکار ہر خیابان مین گلہاے تازہ رنگار
جلوہ نما اور ہر شاخ گل پر نسیم تماشا فرما ہر طرف نہرین جاری روش سبزہ نو دمیدہ سے زنگاری
ایک طرف نرگس شوخ چشم چشم وا کیے ہوے کھڑا ہی جیسے کوئی عاشق مضطر انتظار آمد معشوق مین
دروازہ سے آ رہا ہے اور ایک طرف سیاہی سپرغم تازہ و خرم ہر سمت موج رنگ گلہاے گوناگون

اس زور شور سے لطمہ خیز کہ آشیانۂ بلبل اگر غرقاب ہو جائے تو عجب نہین قطرات شبنم سبزہ مطرا پر
یون نمایان جیسے صانع نادر کار نے تختۂ زمردین پر گوہر جڑے ہون گل انار یہ بہار دکھاتا کہ
کسی مہ جبین کو تماشا سرو چراغان کا خوش نہین آتا ہر شاخ مین پنجڑے مرغان خوش الحان کے
آویزان اگر بروز حشر یہ باغ متصل باغ فردوس لگایا جاوے کیا عجب کہ رضوان بہشت چھوڑ
اور داؤد نغمہ پردازی سے منہ موڑے کہین بلبل چہچہہ پرداز کہین قمری کی کوکو نیرنگ ساز
کسی جا دہیچ پپیہا شامہ لیوڑا ملہیر طاؤس گونج رہا ہی کہین مینا طوطی زمردین چکھراج ہزار اشتیاق
ترنم سے نغمہ داؤدی پڑھ رہا ہی اور باغ اپنی صنعت و زیب کو دیکھ کر اپنے اوپر شیفتہ و فریفتہ
ہو رہا ہی اور درمیان اس گلستان مینو نشان کے ایک تالاب لب ریز مانند چشم عشاق بہتا ہوا
نقشہ پڑا کنارہ اسکا سنگ مرمر کا اور بجائے سبزہ کے زمرد و فیروزہ گرداگرد اسکے تعبیہ کیے
ہوے عجب چشمہ کہ جوش گل آتشین سے ہنگامۂ خلیل کو گرم اور طغیانی سبزۂ دلنشین سے سرسبزی
کشتی نوح مین مشغول ہوا صفائی آب زلال کی اس درجہ کہ اگر سوزن مریم درمیان اسکے گر پڑے
عیسے پاک ذات بے منت نگاہ کے رشتۂ بصیرت مین کھینچ لے اسکی رطوبت ہوا سے ابر نیسان
سرشار تر دماغی اسکی اور خرمی فضا سے نوبہار خضر سرچشمۂ شگفتگی و شادابی کا تھا جو لہر کہ گلون کے
سایہ مین آئی مانند قوس قزح کے رنگ برنگ دکھلائی جہانتک قاصد وہم اندیشہ کا پہونچتا ہی
ایک آئینۂ حلبی یا حوض بلورین کے سوا کچھ نظر نہین آتا ہی اور صدمہ طماچہائے امواج سے
جو چھینٹین کہ اڑتی ہین کیفیت ایک فوارۂ لبریز آبدار کی دکھا رہی ہین اور انواع انواع
گل و نسرین ولترن موتیا بیلا موگرا سیوتی جائی جوئی خیرو نافرمان ہزارا بنفشہ گل شبو ریحان
ضمیران چنبیلی چنپہ سورج مکھی گلفرنگ ارغوان عشق پیچہ داؤدی چاندنی وغیرہ جو کنارون پر
پھولی ہین ایسی نظر آتی ہین کہ کسی استاد صنعت نگار نے تختۂ بلورین پر نگینے یاقوت و زمرد
و پکھراج و نیلم ولسنیا تامڑے مرجان لعل کے ایک صنعت عجیب کے ساتھ جڑے ہین۔
حضرت مسیح ہر صبح واسطے رفع تشنگی کے ڈول آفتاب کا رسن شعاع مین باندھ کر پانی اسکا پیتے
ہین اور خضر علیہ السلام گو سال و ماہ لب آبحیات پر بیٹھے ہین مگر بامید سیرابی زبان اسی کی
یاد مین جیتے ہین کنارہ اسکا سبزۂ نو دمیدہ سے کہ قطرات شبنم سے مطرا ہی ایسا بصارت کو

تازگی دیتا ہی کہ گویا شاخ نورستہ انگور مین عقد ثریا کے گھر غلطان کے آویزان کیے ہین اور
بیچ مین اُسکے سو دو سو مرغابی کا جتھا شور و غل کرتا ہی ہر طرف تیرتا چیخنین مارتا پھرتا ہی
کیفیت اس تالاب کی دیکھکر شاہزادہ نے جو اور طرف نگاہ کی تو ایک بنگلہ گنگا جمنی اینٹون کا بنا ہوا
مانند قصر فردوس اعلے کے نہایت آراستگی و پیراستگی سے درست و مرتب نظر آیا سبحان اللہ
کیا بنگلہ کہ زمین سونے چاندی کی اینٹون سے کھڑنجہ کی ہوئی ہی اور یاقوت زمرد لعل وغیرہ کے
نگ جڑے ہوے ہین اور زری زربفت مخمل حریر شجر و اکسون کے پردے پڑے ہین اُسکی
تجلی نور کوسون تک مانند شعاع خورشید کے پھیل رہی ہی گویا کہ آگ کی حرارت دہک رہی ہی
معمار قضا نے تختہ عالم پر کوئی مکان جنت نشان اس زیب و آرایش کے ساتھ دست قدرت
سے نہین تیار کیا ہی فی الواقع اگر رضوان دارغہ بہشت اس باغ نادرہ کار کو عالم خواب مین
دیکھ پاوے بہشت برین کو چھوڑ کر یہین کا جاروب کش ہو جاوے یہ کیفیت دیکھکر شاہزادہ نے
آنکھون کو مَلا کہ یا رب یہ عالم خواب ہی یا عین بیداری فرد

اگر فردوس بر روے زمین ہست	ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

یہ کہتا ہوا ایک جگہ جہان کچھ درختان گنجان مانند عاشق و معشوق کے آپس مین لپٹے ہوے
کھڑے ہین چھپ کر بیٹھ رہا اور بعد مدت دراز ایسا مکان جو نظر پڑا دل مین ارادہ کیا کہ آج کی
رات اپنا بستر یہین جمایئے اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیے مقرر یہ مکان فرودگاہ کسی پریزاد کا ہی
قضا را کہ جب وقت غروب برابر آیا اور تمام عالم کی آنکھون مین سرسون پھول گئی میر حسن

گلابی سا ہو جانا دیوار و در	درختون سے آنا شفق کا نظر
لپیٹے ہوے پوستون پر تمام	رو پہلے چمکتے ہوے صبح و شام
درختون کی کچھ چھاؤن اور کچھ وہ دھوپ	وہ دھانون کی سبزی وہ سرسون کا روپ
وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور	ہر ایک جانور کا درختون پر شور

غرضکہ ہر ایک طفل پرند خوش لہجہ کتاب گلون کی کھول کھول اپنے اپنے سبق مین مشغول
ہوا اور مکتب باغ کو سر پر دھر لیا فصیلون پر مور کا شور سعدی

پیراہن سبز بر درختان	چون جامہ عید نیک بختان

عشرت

نواے طوطیان و عندلیبان
خراش سینۂ آفت نصیبان

نواے کوکلہ وحشت فزا ہی
وہ دخیل قمریان کو کو سرا ہی

فصیلون پر چمن کے رقص طاؤس
ہوا رقاص فلک جنکا قدمبوس

وہ سرگرم ترنم فاختہ ہی
غرض ایک عالم بے ساختہ ہی

شاہزادہ مثل آئینہ حیران پشت رو بدیوار بیٹھا تھا کہ اس درمیان مین صدا آمد آمد چوبداران دنیا ولان بلند ہوئی اور آواز طرقوا بیش رو کی تا فلک پہونچی یا تو وہ باغ مانند موسم خزان رسیدہ کے باوجود شگفتگی کے نظر آتا تھا یا ایک باغ مانند بہشت برین کے خرم و شاداب ہوگیا اور ہر طرحکا گل اپنی بہار کے ساتھ اور ہی طرح شگفتہ و سیراب ہوگیا اور بیتہ بیتہ شاخ شاخ روش روش ایک چادر نور بچھ گئی اور نسیم ہر طرف چلنے لگی ہر ایک ٹہنی وجد مین آکر ہلنے لگی ہر جانور اور ہی خوش لہجہ کے ساتھ بولنے لگا اور مدرس بلبل واسطے وعظ کے مصحف گل کھولنے لگا گویا ایک شہر نیم جان تعطل کہ یکایک زندہ ہوگیا اوس احوال نادر کو دیکھ دیکھ کر پہ متاع ہوش از دست دادہ مانند آئینہ کے حیران رہگیا کہ خدایا یہ کیا طلسمات ہی منہہ اوپر اٹھا کے جو دیکھا کیا نظر آیا کہ ایک جھرمٹ نازنینان مہ جبین حور طلعت ملائک صورت طاؤس زیب کا جو اپنے اپنے جوبن کے عالم مین بادۂ ریحانی عنفوان شباب سے مست و مخمور شوخ و چنچل زیب چمن زمرد پوش دُر در گوش چلا آتا ہی اور ہر ایک ہزار رنگ کا زیور بازوبند جگنو عقیقیا کلی ہیکل حمائل کرٹے چھڑے ٹیکا دولڑی تیح لڑی جوشن نورتن پازیب حلقے زنجیر چھلے فیروزہ کا زمرد نگار انوٹ گھنگرو و بچھوی سراسر مرصع کا زیب بدن نازک کیے ہوے عروس سبز پوش بہار خلد برین کو شرماتا ہی اور ہر مہ جبین پوشاک گلنار قرمزی آتشی کاشنی عباسی پیازی سبز و زرد و آفتابی ارغوانی ابنتی کشمشی لاجوردی نیلوفری نافرمانی الاٰلچی گلابی بیگنی طلائی زنگاری طرح طرح کی سے آرائش تن کی کیے ہوے حور عین خلد برین کو گرفتار بے درم خریدہ اپنی بناتی ہی جوانی کے عالم مین سرمست سراسر مخمور صراحیان گلاس مے ارغوان دردست لیے بھرے ہوے اٹکھیلیان کرتی ہوئین شلنگین بھرتی ہوئین چلی آتی ہین اور ان سب کے درمیان ایک نگار قیامت کا نشان سراپا بہار پریکی سیکڑونکی منظور فدار خوش رفتار سلیقہ شعار

تخت ہوادار پر سوار ع
ستاروں مین جیسے قمر کی بہار

میر حسن

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن — جوانی کی راتین مرادون کے دن
اُدھر آسمان پر درخشندہ مہ — اِدھر یہ زمین پہ مہ چاردہ
گریبان مین ایک تکمہ الماس کا — ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار — نیا باغ اور ابتدا کی بہار
جھلک پائجامہ کی دامن سے یون — نظر آئے آئینہ مین برق جون
وہ آنکھون کی مستی وہ مژگان کی نوک — کرن پھول کی اور بالی کی جھوک
سب اعضا بدن کے موافق درست — ہر ایک اپنے موقع سے چالاک چست
وہ گھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے — وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین — غرض دلبری اُسکے فرمان مین
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام — قیامت کرے جسکو جھک کر سلام
کمر کو کہون اُسکے مین کیون کہ ہیچ — نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ
وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول — برابر ہو الماس کے جنکا مول
وہ ابرو کہ محراب الوان حسن — جھکے شاخ نخل گلستانِ حسن
نگہ آفت و چشم عین بلا — مژہ دین صفون کو اُلٹ بر ملا
وہ بینی کہ جسکی نہین کچھ نظیر — لگی انگشت قدرت کی سیدھی لکیر
وہ رخسار نازک کہ ہو جائین لال — اگر آئینہ بوسہ کا گذرے خیال
وہ زانو کہ آجائے گر آئینہ ہاتھ — رہے عمر بھر یا تھ زانون کے ساتھ
عجب پشت پا صاف انگشت پا — کف پا دکھا دے سر پشت پا

نہایت چستی و چالاکی کے ساتھ گاہے تیز گاہے آہستہ گاہ کا تیر پھینکتی ہوئی تو زک و احتشام سے بنگلہ کی طرف متوجہ ہوئی جسدم نظر شاہزادہ دلپذیر سوختہ جگر کی اُس بدر کامل کے جمال

جہان آرا پر پڑی صورت اُسکی مشابہ تصویر پائی جان رفتہ قالب افسردہ مین آئی مگر کثرت اشتیاق دیدار سے ضبط نہو سکا نقد جان کف دست پر رکھ کر رونمائی دی اور ظہور جلوۂ حسن ہوتے ہی رخصت صبر و شکیبائی کے اور بادۂ احمر شوق سے مخمور الست ہو کر باواز بلند کہنے لگا غزل

مؤلف

کسکا عارض پرتو افگن تختہ گلشن پہ ہی — زر نمایان آج جو ہر ایک گل کے تن پہ ہی

حسن غارتگر کریگا کیا تاراج گل — بلبل شوریدہ جو اسدم شیون پہ ہی

عالم علوی سے ہی ہردم صدا صل علے — اللہ تون نام خدا کیا یہ صنم جوبن پہ ہی

تونے کیا اپنی نزاکت کی دکھائی ہی بہار — گرد خجلت کی جمی جو گل کے پیراہن پہ ہی

وجد مین آئے شب تاریک مین پروانہ — عکس افگن کسکی نیرنگی مرے مسکن پہ ہی

کسدل بیتاب کی آمد ہوئی ہی کیا خیال — زلزلہ محشر سے زاید جو سر مدفن پہ ہی

وصل کی شب مین نہ مجھکو چاہیے مسرت شمع — پرتو نور رخ جانان مرے مسکن پہ ہی

تیرے مجنون کو ہی کیون وادی وحشت سے اُنس — فصل گل کی جو ترنگ ان ازبسکہ جنگلے بن پہ ہی

تاب اُسکے رنگ رخ کی دیکھنی ہی ویسی ایک — جانگداز ہی بوتہ خجلت مین جو کندن پہ ہی

یہ صدائے دردآمیز جو لیلا ولان اور چوبدارون کی کان مین پڑی اور چشم تحیر نگاہ خوابیدگان اس برشتہ جگر سے لڑی بیکے سب باہتگی و آراستگی تمام آگئے بڑھی چلی آتی تھین پایک بیک مثل نقش پا ایک جگہ جم گئین اور مانند مصرع آب دیدہ کے جھک اُٹھ گئین چونکہ وقت غروب مساز جہان پیمائے آفتاب کا برابر آگیا تھا اور گنجانی درختون مین عکس نور سے صبح صادق کا عالم ہر طرف چھا گیا تھا ایک نے جو بغور اسطرف دیکھا دوسری سے بولی اری ذرا دیکھو تو چاند شرم سے ماند ہو کر ان درختون مین چھپا ہی وہ بولی اری عکس آفتاب شفقی کا درختون پر پڑا ہی تجھے کیا ہوا ہی ایک نے کہا نہین ری صبح کا ستارہ ہی دوسری نے جواب دیا نہین واللہ آتش طور کا شرارہ ہی کسی نے کہا خدا کیسون یہ کوئی دلدار یوسف ثانی ہی کسی نے کہا آفتاب ٹوٹ پڑا یہ قیامت کی نشانی ہی کوئی بولی یہ کچھ اسرار ہی کسی نے کہا یہ کوئی پریزاد نامدار ہی ایک بولی یہ کوئی چمن رعنائی کا شمشاد ہی دوسری نے کہا دیوانی ہی لب جو بیٹھا اسرو آزاد ہی

ایک نے کہا یہ کوئی بلا کا پرکالہ ہی دوسری نے کہا نہین آتشکدۂ عارض کا شعلہ جوالہ ہی ایک بولی
یہ کوئی غلمان ہی ایک نے کہا یہ کوئی حیوان ہی ایک کہ انمین سب سے گلبدن شوخ چنچل نظرباز
تھی خوب تاک جھانک کر سب کی آنکھون مین خاک ڈالکر کلام شرارت آمیز آلودہ سینے سے
زبان پر لائی اری معلوم ہوا کہ تم سب کی آنکھ چوندھیا گئی شمع سان آنکھون مین چربی چھا گئی
بغور دیکھو ٹھٹولیان کیون کرتی ہو مجھے تو معلوم ہوتا ہی کہ یہ کوئی ہٹا کٹا بھلا چنگا مردوا
بھٹکا ہی اور راہ کی ماندگی سے عاجز آکر یہان ٹھہر رہا ہی کیون باتون مین اڑا اڑا تی
جھک مارتی ہو باتین بناتی ہو قضارا رفتہ رفتہ یہ بات شاہزادی کے کان پڑی گھبرا کر
چونکتی ہوئی ادھر ادھر دیکھ بھال کر پوچھنے لگی اری خیر تو ہی یہ کیا گفتگو ہی کہ جسکے مطلب
سمجھنے مین عقدۂ سربستہ کا تار سلجھتا ہی نہین ہی سب کے سب نے دست بستہ ہو پایہ تخت کو بوسہ دیکے عرض کی
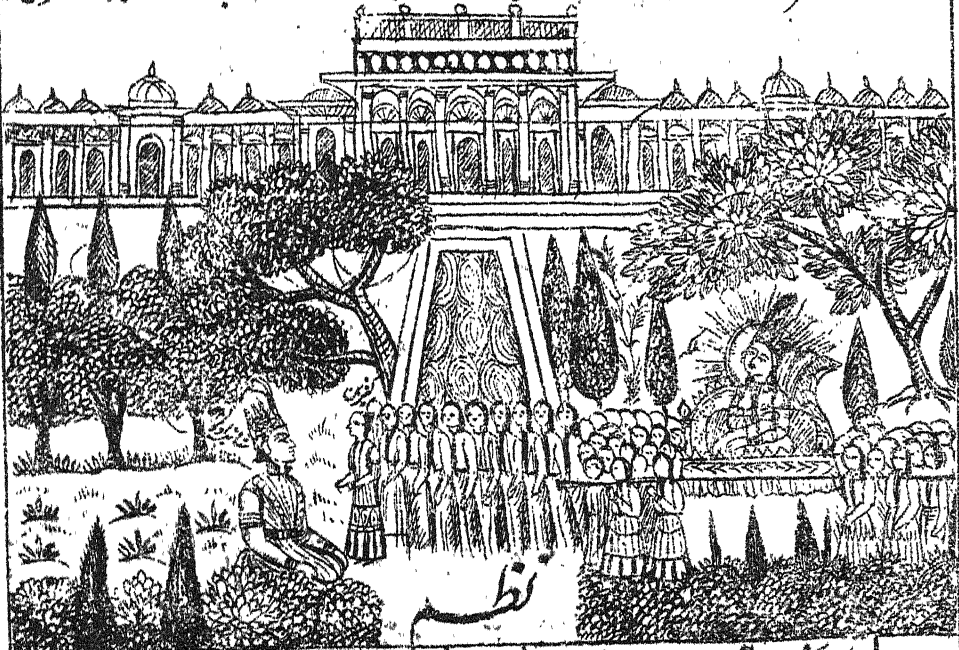
نظم

الہی بخت تو بیدار بادا	ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گل اقبال تو دایم شگفتہ	بچشم دشمنانت خار بادا
تیری عمر و دولت ہو یارب مدام	بحق محمد علیہ السلام

قربان و بلا گردان شوم اگر امان جان یابم بگویم قدیم سے سواری حضور کی اسی راہ سے
تھی مگر کوئی آدم نظر نہین پڑا آج برخلاف بغور دیکھیے تو درختون مین عجب ایک اسرار

نمایاں ہی شعر

سنا یوسف کو حسیناں جہاں بھی دیکھے | ایسا بے مثل طرحدار نہ دیکھا نہ سنا

بند مخمس برغزل ترقی

داغ ہی گل کیا بہار اس غیرت گلشن پہ ہی | کیا دمک ہی رنگ کی جو طعنہ زن کندن پہ ہی
ماہ تاباں کو بجا رشک اس رخ روشن پہ ہی | کیا شعاع حسن اس خورشید رو کے تن پہ ہی

پرتوا جو نور کا سا سارے پیراہن پہ ہی

شہزادی دریاے حیرت مین غوطہ زن ہو کر بعد ایک لحظہ کے فرمانے لگی اری کہاں ہی اری کہاں ہی مین بھی ذری دیکھونگی کسی نے کہا قبلۂ عالم و حضور کی نگاہ کے سامنے سہیل یمن سا چمک رہا ہی ذرا چنون لڑایئے اسنے جو شہباز نظر اسطرف اڑایا تو ایک جوان پاکیزہ صورت نور کی مورت مکھڑا بدر کا ٹکڑا رشک یوسف سروقامت بلکہ خود قیامت دُریکتا سے

بحر حسن و جمال رخ تاباں روکش بدر کمال مہر حسن

برس پندرہ ایک کا سن و سال | نہایت حسین اور صاحب جمال
نئی پشت لب سے مسوں کی نمود | نیا آتش لعل شیرین کا دود
عیاں چستی و چالاکی گات سے | نمود جوانی ہر ایک بات سے
اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل | جوانی شب کا سماں برمحل
قیافہ سے ظاہر سراپا شعور | جبیں پر برستا شجاعت کا نور
ہوئے عشق کی تیغ کھائے ہوے | کھڑا دل کسی پر لگائے ہوے

دُبلا لاغر ہاتھ پانوں مثل سر کی کے رشک تصویر مجنون ہوش و حواس گم ششدر متحیر خاطر شکستہ جگر برشتہ ع فقط پوست باقی تھا یا استخوان بیٹھا ہوا نظر آیا نازنین نے فرق استکبار سے تاج ثروت کو زانوے غربا پروری پر رکھکر اور کلاہ مسافر نوازی کی زیب سر کر کے مع سواری و تزک و احتشام کے اس طرف چلی جب قریب تر آئی سواری ٹھہرائی دیکھا کہ چہرہ اگرچہ نور جوانی سے تاباں مثل شعلہ طور ہی لیکن غبار ماندگی کی راہ سے دل و جگر کا شیشہ سنگ جفاے چرخ پر چکنا چور ہی گو بظاہر شکل انسان ہی مگر سر سے پانوں تک تصویر کے مانند

بیجان و حیران ہی دل کسی کے دام محبت مین پھنسا چکا ہی دنیا کی عشرت کا جھگڑا اٹھا چکا ہی شورید گی سر مین چھا رہی ہی طبع رسیدہ قیام سے گھبرا رہی ہی آبلہ پائی کے واسطے خار خیلان سے کار نشتر لیتا ہی تصور مطلوب مین ایسا غرق ہی کہ بن اجل ملک الموت کو جان دیتا ہی سینہ داغہاے شوریدگی سے غیرت لالہ زار ہو رہا ہی ترشح ابر مدرار اشک چشم سے رشتہ نگاہ مین موتیون کے ہار پرو رہا ہی چاند سی شکل پہ گرد و غبار جا ہی سبزہ نو دمیدہ رخسارون پر گویا قرآن خط غبار کا لکھا ہی دیکھتے ہی شاہزادہ کا حال دگرگون ہو گیا اور یکایک دل مین پیدا جنون ہو گیا خدنگ عشق جگر کے پار ہوا داغ تحیر سے سینہ لالہ زار ہوا دلپر وحشت چھا گئی کلی کی طرح طبع مرجھا گئی ادھر شاہزادہ بھی ہزار جان سے اُن قدمون پر کے جھکے اشتیاق قدمبوسی مین خانمان آوارہ ہوا تھا جان نثار ہوا دونون پر حالت غشی طاری ہوئی غرض

گیا دل اُسکے پہلو سے نکل کر	جگر بس رہگیا سینہ مین جلکر
چلی رخصت ہو شان میرزائی	کراہ سر دہیم لب پہ آئی
ہوا تیر الم کا دل نشانہ	لگے ہونے سرشک خون روانہ
گیا تمکین نے خاطر سے کنارا	ہوا وحشت کا مجرا آشکارا
کہون کیا حسن نے جلوہ دکھایا	ادھر اِسکو اُدھر اُسکو غش آیا

غرض شاہزادی تو جون تون آپ کو سنبھال کر تخت ہوا دار پر مانند تصویر حیران رہ گئی اور پھر غش کھا کر گر پڑی اور اُسی حالت بیقراری مین ٹھنڈی سانسین بھر کر کہنے لگی رباعی

جستجو مین دل کے پہلے جی بھی کھونا پڑا	جو ہنسی کی بات تھی سو اُسکا اب رونا پڑا
کوئی دل مانگے تھا تو کہتے تھے تم منہ دھو رکھو	سو یہ کہتے کہتے اب اُسکو ہی منہ دھونا پڑا

رباعی

دل بھی ہو مجھ سے جدا جاکے ملا جانی مین	ساتھ دیتا نہ کوئی ہائے پریشانی مین
چشم گریان لے گیا خانہ مردم کو خراب	کیون نہ ویران ہو وہ گھر جو بسے پانی مین

یہ سانحہ ہوش ربا دیکھکر خواصون نے دوڑ کر گلاب چھڑکا کیوڑا اور بید مشک کا لخلخہ سنگھایا کسی

سورہ جن پڑھ کر اسپر پھونکا کسی نے آیۃ الکرسی پانی پر دم کی کسی نے کہا ارے آئینہ لاؤ سکتے کی بیماری ہوگئی کسی نے کہا اجنبی منہ دیکھا غش کی حالت طاری ہوگئی کسی نے کہا نظر جن کی ہی کوئی بولی یہ شامت اس دن کی ہی پس جسدم شاہزادی کو ہوش آیا اور دریاے تلاطم موج خیز حیرت کا بر سر جوش آیا رنگ چہرہ کا مانند طائر حنا کے اڑا اور دل میں آہ و فغان کا شور برپا طاقت و صبر نے کنارہ کیا لاغری و بطاقتی نے اشارہ کیا آنکھون سے فوارہ خون کے اُچھلنے لگے سینہ سے شرارہ آہ کے نکلنے لگے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو گیا بخت بیدار دفعتہ سو گیا زبان سے کہتی کچھ نکلتا کچھ جنون نے دل میں تھانہ کیا شحنۂ خرد نے ہوش و حواس کو روانہ کیا چہرہ کا رنگ ارغوانی زعفرانی ہوا موے کاکل بے کشش شانہ سر بسر پریشانی ہوا کلیجہ مین داغون کا باغ پھولا راہبر عقل کا راہ بھولا تسکین خاطر سے جدا ہوئی بیقراری دل مین برپا ہوئی حواس خمسہ مین خلل پیدا ہوا عقل سلیم مین اثر جنون ہویدا ہوا ہر دم انگڑائی آنے لگی طبیعت باتون سے گھبرانے لگی آخر کار بعد کچھ دیر کے جب ہوش و حواس بجا ہوے شاہزادہ کے قریب آکر بفصاحت تمام کہنے لگی کیون جی میان مسافر حضور کا آنا اس باغ بیگانہ مین کسطرح ہوا کون ہو کہان سے آئے کیا مصیبت پڑی کوئی آپ کا ساتھی گم ہو گیا کہ جسکی تلاش مین مکان بیگانہ سے یگانہ ہوے اور اس تنہائی مین سواے ذات خدا کے کوئی سنگ نہ ساتھی مثل گرد باد خاک چھانتے ہو آپ کی صورت دیکھنے سے ہمارے دل مین وحشت سی سما گئی ہی سچ کہیئے آپ کسی بنی نوع انسانی سے ہین یا از قسم جنات و حیوان سے ہین کہ بے خوف و خطر سر شام ان درختون مین مانند چھلاوے کے بیٹھے ہو شاہزادہ کہ اُسدم مانند ابر و برق کے گریہ و خندہ سے سروکار رکھتا تھا کلام طنز آمیز شرارت انگیز محبوبہ نیکو صفات سنکر جواب دیا شعر

جب مسیحا دشمن جان ہو تو کب ہو زندگی	کون رہ سکے جب خضر بہکانے لگے

سبحان اللہ معروف

عجب ہی جسکے خاطر ہم ہوے بدنام سو کوس	ہمارے نام سے بھاگے ہی وہ خود کام سو کوس
عجب تاثیر دیکھی ہمنے اقلیم محبت مین	کوئی لیتا نہین مطلق وفا کا نام سو سو کوس

مصیبت تو بی صاحبہ آپ پر پڑی ہی جو سر شام مانند خانمان آوارہ دان کے مطلق العنان پھرتی نہ کوئی ولی نہ کوئی سر پرست آپ کے سر پر کہ جسکا خوف و خطر ہو دل نازپرور پر بےفکر کسی کے مکان سے

کیا سروکار جہان بیٹھے وہین گھر بار مصرعہ درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست ؛ سچ ہی کسی زمانہ مین ہم بھی ایسے ہی ٹھٹولیان ہر صادر ووارد سے کیا کرتے تھے آخر نتیجہ اسکا یہ نکلا کہ ہر کس وناکس ہمپر طعن کرتا ہی آپ کے باغ مین دھوکے سے آگئے ہین جوجی چاہے سو کہو یا ہمین ستالو اور اگر زیادہ تصور وار سمجھو زلف مشکین سے مشکین کسوا کر مبتلا ے بلا کرو سوا ذات خدا کے کون کسکا مددگار ہی اُسی کا فضل درکار ہی اکیلا ہی آیا اکیلا ہی چلا جائیگا جاہ وحشم پر نہ اتراو معلوم ہوا کہ اس ملک وحشی نژاد کی یہی راہ ورسم ہی کہ جو کوئی خانمان آوارہ یہان آتا ہی صاحب ملک رعایت وغور وپرداخت سے دیدہ ودانستہ اغماض کرکے یہی کلام مسافر نوازی اسکو سنا تا ہی آپ کا تصور نہین اس ملک کی آب وہوا ہی ہی افسوس شعر

جہان سمجھے تھے گل وان خار نکلا	بجاے گنج دولت مار نکلا ؛

یہ کلام بلاغت نظام سنکر شہزادی پھڑک گئی اور آتش عشق درونی دل مین بھڑک گئی مگر دل مین پیار بظاہر انکار کرنے لگی واہ واہ صاحب آپ بھی کیا شعلہ رو گرم خو ہین ذرا سی بادتکلم سے بھڑک اُٹھے بہت گرم ہو کر لعل نہو جیے بار بار نہ جھنجھیے ابھی کوئی لاکر پانی آپ کی گرمی کو سرد کر دیگا دبے ہی رہیے سر نہ اٹھائیے دیوانہ ہو جو آپ سے مُنھ لگائیے شہزادہ نے ہنسکر کہا بی صاحب معلوم ہوا کہ پرستاران مشکوے معلے سلطنت کے گھمنڈ پر بہت پھولی ہین آپ مین نہین سماتین ایسی پھولی ہین تاج خسروی کو فرق استکبار سے اُتار دیے لباس غربا پروری سے بدن کو سنوارئیے او مثل طوطی کے منقار سرخ سے بہت ٹین ٹین نہ کرئیے والا سبز نہو جیے گا ابھی کوئی شہباز تیز پرواز اپنے پنجہ قدرت مین دبوچ لیگا یہ اُڑان گھائیان اچھی نہین ہینے مانا کہ آپ کا طوطی یہان بولتا ہی لیکن مسافرون کے دل پر زرے کرنے سے پھل نپاؤ گی تخت معلی پر بیٹھکر بانک پن نکرو خدا سے ڈرو شاہزادی یہ کلام بیباکانہ سنکر ہنس پڑی اور بولی سبحان اللہ آپ ترکی تازی نژاد ہین دم دبا کے ہاتھ پانون نہ ہلائے والا زنجیر سے باندھے جاؤ گے شور عف عف سے ہمارا مغز کھاؤ گے یہ محض ہمارا ترحم ذاتی ہی ڈالا آپ کون اور منہ لگانا کون یہ وہی مثل ہوئی کہ مان نہ مان مین ترا مہمان آپ کی اُدھیڑبن کی باتین ہم خوب سمجھتے ہین یہ کہکر تیوری چڑھائی آنکھین سرخ کین ہزار تیر غمزہ کے ہدف سینہ پر

لگائے شہزادہ اس روکھائی سے واقف ہوکر کہنے لگا او ظالم بند خمسہ

تیری قتل عام سے ای بے مروت تند خو	چشم ہندوے فلک سے ہی برستا ہی لہو
کل بھی تیری تیغ جاری کرچکی تھی خون کا جو	دیکھیے اب کس مسلمان کو کریگی قتل تو

آج غصہ بے طرح کافر تیری چتون پہ ہی

اسمین ایک انیس جلیس محرم راز بول اُٹھی شاہزادی آپ کس موئے کے مُنہ لگتی ہین کوئی آدمی ہو یا زٹلی پر گفتار شتر بے مہار نظر آتا ہی اسکی باتین خواب خرگوش سے کم نہین جسکا ٹھکانا نہ زمین نہ آسمان مین بڑا مُنہ پھٹ ہی آب حیا از دیدہ ریختہ آبرو درخاک بیختہ ہی مُنہ چومتے ہی گال کاٹتا ہی شاہزادی نے کہا ای بی تم چپ رہو ایسا نہو یہ بدمزاج ہو جائے تجھکو بھی ایک زبان مین ہزار سنائے پھر کچھ تم سے بن نہ آئیگا اپنا سا مُنہ لیکر رہجاؤ گی پھر مخاطب ہوکر آپ شاہزادہ سے کہنے لگی کیون میان صاحب مثل نقش تصویر خاموش ہو گئے اور ناک بھون سمیٹ کر صُمٌ بُکمٌ پنبہ در گوش ہو گئے آپ کے کلام سے ہمارے دماغ مین گونہ بوے محبت آتی ہی مگر تعجب ہی کہ ہم آپ سے میٹھی باتین کرتے ہین آپ کڑوے ہوتے ہین اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کی بود و باش بازاری لوگون مین اکثر رہی کچھ مُنہ سے کچھ فرماؤ سر کو ذری ہلاؤ جو بھوگ چاہو سو پاؤ یہ رمز و کنایہ سُنکر خواصین آپسمین کہنے لگین دیکھو بیبیو آفتاب ڈوبتا ہی نظرون مین سرسون کا کھیت پھولتا ہی یہ غریب الوطن منزل پر پہونچکر سر شام راہ بھولتا ہی شاہزادہ بولا بی صاحب سر ہلانا اپنا کام نہین بھوگ چاہین وہ دیوی کا یہان نام نہین ہم جانتے ہین تم امیر ہو ہم فقیر ہماری آپ کے روبرو کیا توقیر امارت کی نہ گھمارئیے مسافر غریب کا زیور تن پر سنواریے آپ تخت پر جلوس فرما ہم زمین پر بیٹھے ہین بستر جما ہمارا آپکا کون موقع گفتگو کا آپ سو کہتی ہین ہم سُنتے ہین آپکا ملاحظہ کرتے ہین والا ابھی پھسل جاؤ گی مُنہ کی کھاؤ گی ہمارے بیٹھنے سے اگر دبتی ہو تو ہم ابھی اُٹھتے ہین ہاتھ پاؤن نہ مارو ہر دم اسے اُسے مت پکارو دل مین درد کو راہ نہ دو آپ نیچے اوپر یکسان ہین ہم زیر فرمان ہین ہمارے آنے سے اگر تکلیف ہو تو لو بسم اللہ ہم بار خاطر ہین نہ بار خاطر شعر

مثل شبنم آگئے تھے سیر گلشن کر چلے	دیکھ لے ای باغبان اپنا چمن ہم گھر چلے

تمھارا بڑا دل گردا بڑی چھاتی بڑی سمائی ہی مگر کسی سے پالا نہین پڑا ابھی کچھ پاؤگی مُنہ بناؤ گی

ناک بھون ہٹیوگی بیہوش ہوجاؤگی شہزادی بولی آپ بھی عجب صاحبزادہ سادہ لوح ہین ہم کیا پوچھتے ہین آپ کیا جواب دیتے ہین کسی استاد کے روبرو زانو تہ نہین کیا ہی عجب منہ زور گھوڑے ہو کہ لگام نہین مانتے ایک کوڑے سے پٹھہ گرم کردونگی کہ اٹیرن ہو جاؤگے دم دبا کے یہ کہکر سواری کو ادھر سے موڑا اسے نیم بسمل وہین چھوڑا مگر لب پر آہ و فغان سینہ آتش عشق سے سوزان زبان سے یہ خمسہ گویان بند مخمس

گھبرا کے سحر چھوڑ کے سب خویش و بیگانے — گلشن مین گئے آج جو ٹک جی کو لگانے
جاتے ہی کہین کیا نہ رہے ہوش ٹھکانے — بر بود دلم در چمنے سرو روانے
زرین کمرے سیمبرے موے میانے

جس دل کو وہ دیکھے ہی آئے وصل کی شہ دے — چھٹ یہان سے اگر جائے تو کاکل مین گرہ دے
آتا ہی پھر اودھر کوئی اس سے یہی کہدے — عیسے نفسے خضر رہے یوسف عہدے
جم مرتبہ تاجور شاہ نشانے

ایسا نہ ملا کوئی حسین سیکڑون دیکھے — عالم مین بڑا شور ہوا اب حسن کا جیکے
دل کیون نہ پسے جبکے اجی وصف ہون ایسے — تنگ شکر یسے چو شکر در دل خلقے
شور بکلینے چو نمک شور جہانے

غرض شاہزادی یہ خمسہ زبان سوز بیان سے پڑھتی ہوئی طرف بنگلہ کے آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اور شمع رخ اسکے پر پروانہ ہوئی شاہزادہ نے بھی سوز دل سے رو رو کر یہ خمسہ پڑھا خمسہ

صدقہ مین اس ادا کے ذرا پھر کے دیکھ لو — مین نے نہین کہا تھا کبھی پھر کے دیکھ لو
پچھتاؤگی نہ سمجھو ہنسی پھر کے دیکھ لو — ہی ہر ٹک اشرف کو اجی پھر کے دیکھ لو
ایک ناتوان کا جاے ہی جی پھر کے دیکھ لو

ہر چند خاک و خون مین ملا کر چلی ہو تم — چاہت کی اپنی یاد دلا کر چلی ہو تم
مارا نہین ابھی اسکو جلا کر چلی ہو تم — خنجر کا جسکو آب پلا کر چلی ہو تم
اکدم تو اسکی تشنہ لبی پھر کے دیکھ لو

پڑتی نگاہ پیار کی اپنی تھی جسپہ نت — خواہ اسکو چھوڑ جائیے یا تمکو ہو سند

آفت ہے آنکھہ حشر بپا کر رہا ہے قد	میری نظر مجھی کو لگی دور چشم بد

اسدم تو بن رہی ہو پری کے تصویر دیکھہ لو

ہرچند شاہزادہ نے آہ وفغان کا علم تا فلک برپا کیا مگر اس ماہ سیر نے منھہ نہ دکھایا اور آکر اُس بنگلہ مین کہ جو گنگا جمنی مرصع کار جواہر نگار بنا تھا اور زری زربفت کے سائبان الماس رومی کی پردون کے ڈور سے سجا تھا اور بجائے قالین مخمل کے فرش وفروش شاہانہ سے آراستہ تھا اور جواہر نگار سونے کا جڑاو پلنگ نادر ڈوریان کھچی ہوئین چادر ادقچہ توشک تکیون گل تکیون بغل تکیون سے سجا سجایا تھا اور سامنے ایک مسند مغرق زری کے فرش پر نہایت تکلف سے بچھی تھی اُسپر آکر بیٹھی مگر آنکھون مین آنسو ڈبڈبائے ہوئے اور چتون اُسی طرف لگائے ہوئے خشک لب چشم تر رومال سے ہر دم عرق رخسار پوچھہ رہی تھی شعر

کچھ نہ اُس سے کسی سے کہتی تھی	مثل تصویر چپکے بیٹھی تھی
کر رہی تھی اُدھر اسی دل مین جوش	مضطرب گرچہ تھی ولے خاموش
مثل آئینہ بسکہ تھی حیران	شکل تصویر بلبل بیجان
آتش عشق سے کباب تھا دل	تار آہون کے اور رباب تھا دل
عشق نے کی جو خانہ ویرانی	دل نے آباد کی پریشانی
طائر عقل اُڑ گیا دم مین	ہوش کھو کرکے بیٹھی ماتم مین
بارش خون دل تھی اشک کی جا	سرخ چہرہ ہوا چہ کاہ رُبا
کچھ خبر پانون اور نہ سر کی تھی	نا ادھر کی تھی نا اُدھر کی تھی
دیکھکر اُسکے دل کو بیتاب	پشت آئینہ مین چھپا سیماب
ہر گھڑی کرکے آسمان پر نظر	اشک خون پیتی جون مئے احمر
عقدہ ہر بات مین زبان عیان	شمع سان سوز تھا جگر مین نہان
عشق کی کیفیت کا زور و شور	کسطرح ہمسے ہو سکے مذکور
ایک دم مین کرے یہ طور کو خاک	کوہکن کو بھی ایک سخن مین ہلاک
اسکا اعجاز جس جگہ ہو عیان	آب آتش ہو آتش آب روان

ہر طرف اسکا شور و شر پیدا — اسکی نیرنگی پہ ہر ایک شیدا
ایک ساغر سے دل کو مست کرے — بیگناہون کو داریست کرے
دامن گل کو چاک کرتا ہے — جان بلبل کو خاک کرتا ہی
شمع سان دیکے دل کو سوز و گداز — جان پروانہ لے یہ شعبدہ باز

الغرض بظاہر خشم و غضب سے چشم لال اور باطن مین کشت راحت سمند غم و غصہ سے پامال اتنے مین کچھ آپ ہی آپ دل مین سوچکر وزیرزادی سے کہنے لگی اگرچہ شعلہ خشم و غضب کا دل مین ایسا مشتعل نہین کہ آبپاشی ترحم ذاتی سے منطفی ہو اور اسکی بیہودہ گوئی کی سزا نہ دون لیکن بیچارہ درماندہ تھکا ماندہ خدا جانے کہان سے آرہا ہی ریاست سے بعید ہی کہ تکلیف پاوے شب گذر جائگی صبح چلا جائگا بقول سعدی شعر

بزرگان مسافر بجان پرورند — کہ نام نکوشان بعالم برند

وزیرزادی نے کہ علامۃ العصر نہایت چست و چالاک رمز فہم کنایہ شناس تھی گفتگو شاہزادی کی قیافہ سے دریافت کرکے چٹ چٹ بلائین لین اور پایے تخت کو بوسہ دیکر بعد بلا گردانت شوم کیون نہو اللہ تعالی نے تم لوگون کو عقل رسا و فہم زکا بخشی ہی یہ بات بہین صلاح کی ہی ایسا ہی چاہیے کہ جو کوئی غریب مسافر صورت کا پاکیزہ سیرت کا اچھا حسن اتفاق اپنے گھر آجاے لازمہ خلافت و مقتضاے حکومت یہی ہی کہ اسکی خاطرداری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیجیے اور بجان و دل اسکی خدمتگزاری کیجیے خصوصا ایسے نو گرفتار دام بلا کو تو ہرگز نہ چھوڑیے اور اسکے دامان سوال مین گوہر مراد ضرور بھرنا چاہیے کیونکہ خدا ے تعالے قرآن مجید مین فرماتا ہی واما السائل فلا تنہر غالب کہ اگر تمام عمر دام کاکل پیچا گرد انہ خال جھو گی ایسا طائر ذی ہوش فصاحت کیش بلاغت اندیش ہرگز ہاتھ نہ آئیگا آئندہ ع صلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست یہ سنکر کلام شرارت التیام وزیرزادی پر کالا آتش کا شاہزادی سنکر ہنس پڑی اور زبان گوہر بیان سے گویا ہوئی کہ اور شتاحہ قطامہ یہ بھی کوئی موقع چھیڑ چھاڑ کا ہی اگر تیری مرضی ہو تو ابھی اسکو بلا لیتی ہون اور اگر خیال نوع دیگر ہو تو لے تجھے مبارک ہم ہاتھ اٹھاتے ہین اور اپنے گھر جاتے ہین تو

اپنے آتش ہوس رات بھر بجھاتی رہو اور لذت زندگی کی اُٹھاتی رہو گو ہم ترسین گے مگر تیری صدف تمنا مین قطرات ابر نیسان خوب برسین گے مگر پھر ہماری مجلس کے قابل نرہیگی تو صداقت

قطعہ

دست سلطان دگر کجا بیند ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ چون لب رنگین در او فتادہ ترنج
تشنہ را دل نخواہد آب زلال ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ کوزہ بگذشتہ در دہان سلنج

کیونکہ غالب کہ جسوقت وہ بلبل شوریدہ گل خندان تیرے کو دیکھیگا بیچ چہچہہ پردازی بیٹھے ہی شاخ قامت پر ایسی چیخ مار یگا کہ گریبان چاک ہوکر خون کا نالہ بہجائیگا بقول ہی قطعہ

تشنہ سوختہ بر چشمۂ حیوان چو رسد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ تو مپندار کہ از پیل دمان اندیشد
ملحد گرسنہ در خانہ خالی بر خوان ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

وزیرزادی کھل کھلا کر ہنسی اور بولی قربان شوم آپ بڑی چترا ہو ہوشیار رہو کہ اپنی بلا میرے سر دھرتی ہو باز پروردہ دست شاہی کب سزاوار دست آموزی غلام ہو آپ نے حیا کا پانی شرم کی آنکھ سے ڈھلکا دیا اور یقین ہی کہ جبہہ سلطنت پر تلک لگاؤ گی دیکھنا یہ لکھی کھاؤ گی اور صورت گندمی اس مرد بیگانہ کی ناخن طلب سے زخمی کراؤ گی شاید مین ہی آہ سرد بھی لیتی ہون اور اُسکے غم مفارقت سے جان دیتی ہون مین ہی خون جگر پیتی ہون میرے ہی لب خشک ہین مین ہی اشک خونی روتی ہون میرا ہی بہر زہر ہی مین نے ہی اُس سے کلام بے باکانہ کئے ہین مجھی کو اسکی طلب ہی آپ بی بی کا دامن کھاتی ہو ایسی پاک دامن ہین کہ اگر عزازیل اسپر نماز پڑھے بے شک خدا اُسکو بخشے آپ اِسکا خیال نہ کیجیے لونڈی کو ہی دیدیجیے کہ مین اُس مو پر رکھے اپنے پانون بھی نہ دھولاؤنگی اور اپنی پاپوش بھی نہ اُٹھواؤنگی یہ مردوا بے حیا بے باک گستاخ چالاک بیہودہ گو کہ جسکا تیر عشق آپ کے جگر کے پار ہو گیا ہی آپ ہی کو مبارک ہو لونڈی اول ہی گفتگو مین تاڑ گئی آپ کیون اُڑاتی ہین شاہزادی کھسیانی ہو کے بولی اری [illegible] جلد جا مے آ اُسے کیون دیر کرتی ہی مصرعہ کہ در تاخیر آفت ہاست سالک را زیان دارد ٭ اگر تو نہین کرتی تو خیر ع ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم وزیرزادی بولی یون راہ پر آئیے اور اپنی

بلا مجھپر نہ ڈالیے کہ خدا علیم ہی کہ کسکا جگر خنجر عشق اُسکے سبسے دونیم ہی یہ کہکر ہزار غمزہ و انداز سے چلی اُس تشنہ لب سوختہ جان کی طرف اور دور سے بادب تمام دست بستہ ہو عرض کی کہ چلو میان صاحب مسافر تمہارے بھاگ کھلے کہ شاہزادی عالم پناہ آپ کو یاد فرماتی ہی چلکر گرم بازاری کرو اور ہمارا انعام بخشو شاہزادہ ہنسکر بولا آپ رشک نہ کھائین آپ اور شاہزادی دونون کے پلے مساوی سمجھونگا اور دونون مین سے جسے بڑا معلوم ہو وہی مار سیاہ زلف پیچان سے ڈسوا دے جو چاہے سو کرے وزیرزادی ہنس پڑی اور کہا معلوم ہوا آپ پیٹ مین اپنے مان سے بھی پنجہ کتے ہونگے پس شاہزادہ اٹھا اور باہستگی تمام بنگلہ مین شاہزادی ماہ منیر کا پہلو دبا کو بیٹھا ماہ منیر نے مسکرا منہ پھیر کر کہا ای عزیز موت تو تیری قریب آپہونچی تھی مگر ہمارے ترحم ذاتی نے بچھوڑا کہ تجھسے گفتگو بیباکانہ گستاخانہ کا انتقام مین ناچار خشم و قہر کے جگہ مدارات و تواضع کے ساتھ پیش آتی ہون شاہزادہ وجد کے عالم مین کہنے لگا اجی واہ

غزل

پہلو سے لے گئے دل نخچیر کھینچکر	اچھا سلوک تمنے کیا تیر کھینچکر
تھی کب امید پاس تو بٹھلائیگی مجھے	محفل مین میرا ہاتھ بتوقیر کھینچکر

سنتے ہی یہ اشعار ماہ منیر عشق مین آئی اور حیا کا پردہ آنکھون سے اٹھایا اور شاہزادہ کو چھاتی سے لگا کر ہاتھ پر [illegible]

داستان ملاقات شاہزادہ دلپذیر و ماہ منیر کی اور باہم خلوت مین ہم آغوش ہونا اور تعریف باغ کی

یہی وقت خلوت کا بس ساقیا	چھپا کر ذرا جلد شیشے کو لا
محوِ وصل سے ہو کے مخمور مین	کرون حال ماضی کو مذکور مین

جو وقت شاہزادہ پروانہ صورت بلبل سیرت اُس رشک شمع و غیرت گُل کے پاس آکو بیٹھا غنچۂ خاطر اُسکا مانند گل موسم بہار کے شگفتہ و خندان ہوا اور نشۂ بادۂ احمر ہم آغوشی کا پنہان تھا سو عیان ہوا پس بموجب ارشاد وزیرزادی نے جام و صراحی لاکر حاضر کیا اور ایک جام مئے گلفام سے لبریز کر شاہزادہ کو دیا اور کہا میر حسن

کہان یہ جوانی کہان یہ بہار	یہ جوبن کا عالم رہے یادگار
سا اعیش دوران دیکھا نہین	گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین

دلپذیر یہ سبقت وزیرزادی کی دیکھکر کلید تکلم سے قفل دہان کھولکر بولا ایسے کسکے نصیب ہین کہ مہمان ہون او رمئے پئین اور کسے ہاتھ سے ناحق اس رشک کے داغ سے جگر اپنا کون روشن لاکرے ہمارا یہ مذہب نہین اور اسی قول پر اپنا عمل ہی باقی دغل ہی ماہ منیر نے جب دیکھا کہ یہ جانور بڑا وحشی ہی اور اصلا زیب النسا کے پھندے مین نہ پھنسیگا ابھی اُڑ جائیگا اور واقعی پاس خاطر مہمان کی میزبان پر واجب ہی لیکن بظاہر کہنے لگی آپ بھی عجب صاحب ہین اپنی یہ عادت نہین کہ ایک ہی دن مین مروبیگانہ کے ساتھ کُھل کھیلیے آپ مُنھ لگاتے ہی گال کاٹتے ہین آپ کے ہر نخرہ سے ہمارا دم ناک مین آیا ہی جو آدمی کہ ایک دن مین دوست ہو جاے اُس سے ڈرا چاہیے لیکن کیا کیجیے کہ طریقہ مسافر نوازی سے لاچار ہین والا ہم آپکی ایسی وضع سے بدت بیزار ہین یہ وہی مثل ہی مثل کہ مُنھ لگائی ڈومنی گاوے تال بےتال یہ کہکر ایک غمزہ و انداز سے جام ہاتھ مین لیکر چشم مخمور سے خوب اُسے دیکھکر شاہزادہ کو دیا اور یہ شعر پڑھا شعر

چیست دانی بادۂ احمر مصفا جوہرے	حسن را پرورد گارے عشق را پیغمبرے

رباعی

می خور ہی می خور کہ شوی رستگار	آتشِ دوزخ نہ کند بر تو کار
ورنہ کنی بر سخنم اعتبار	دست زمی تر کن و بر شعلہ وار

دلپذیر مانند گلہاے جام مئے ارغوانی شگفتہ رو ہوا اور کہا ہان اگر اس تکلف کے ساتھ دیجیے تو کچھ مضائقہ نہین گناہ بالذت اپنے مذہب مین حرام نہین کیونکہ شعر

گر یار مئے پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے | زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین

شعر

مین جو مئے پینے پہ آؤن تو سبو پی جاؤن | محتسب منع کرے اُسکا لہو پی جاؤن

جام پیا اور گوہر دل رونمائی دیا مثنوی

پھر آخر شاہزادہ نے بھی ایک جام
ہمارے ہاتھ سے بھی اسکو پیجیے
کہا اُسنے تو بس چل دور اب ہو
یہ ایسے تجھسے لاکھون دیکھے بھالے
یہ دیکھا شاہزادہ نے جب احوال
لگا منھ کو دیا ساغر کو اُسکے
پیا آخر غرض لیکر وہ ساغر
لگا چلنے بہم پیہم جام پر جام
کھلا ہر ایک کا دل بھر تو جون گل

دیا بھر کے کہا ماہ گل اندام
قسم تمکو نہ کچھ انکار کیجیے
تیری خاطر پیون منظور کب ہو
ادا و غمزہ اور باتون مین ٹالے
کہ پینے کی نہین یہ ماہ تمثال
تکلف چھوڑیے اور اسکو پیجیے
کہا خاطر تمھاری ہی یہ دلبر
تکلف کا نہ وان باقی رہا نام
نسیم صبح تھی گویا کہ وہ گل

غرض اسی طرح بازار عیش و عشرت کا گرم تھا اور شاہزادہ کوئی بات بے رمز و کنایہ کے یہ کہتا تھا ستے کہ زلف خاتون شب تا بہ کمر پہونچی یعنے آدھی رات کا گجر بجا اور پاسبان و چوکیدارون نے آوازہ بیدار باش کا تا بام رفعت آگین چرخ برین پہونچایا اور بعد تناول خاصہ و فواکہ لذیذ سلطان خواب غفلت قافلہ بیداری پر تاخت و تاراج لایا اور اشیاے ہوشیاری کو لوٹ کر ہر ایک کو یادر از کیا بازار شوق طرفین کی استراحت کا گرم ہوا خواصین انیسین جلیسین و وزیرزادی وغیرہ اپنے اپنے کار و خدمت کو بحسن اہتمام انجام پہونچا کر بعد اجازت اپنے اپنے خواب گاہون مین جا کر لیٹ رہین اور شاہزادہ دلپذیر اور شاہزادی ماہ سیر بھی بنگلہ مین جڑاو پلنگ پر آرام فرما ہوئے اور ناز و انداز کی گفتگو باہم ہونے لگی آخر حجاب

غیرت کا اٹھ گیا اور شرم و حیا نے کنارہ کیا مین حسن

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی
حیا عشق نے خانہ جنگی سے کی

پکڑ ہاتھ مسند پر کھینچا اُسے
محبت کے رشتہ مین اینچا اُسے

لگی کہنے ہی ہی میرا چھوڑ ہاتھ
یہ گرمی ہی جسکی رہے اُسکے ساتھ

کہا ہاے پیار نے جلایا مجھے
رو کھائی تیری نے ستایا مجھے

غرض آخرش بعد راز و نیاز
وہ مسند پر لیٹی بصد امتیاز

لیا ہاتھ سے کھینچ پردہ شتاب
چھپے ایک ہو وہ مہ و آفتاب

لگی ہونے پردہ مین جو چھیڑ چھاڑ
درِ حسن کے کھل گئے دو کیواڑ

لبون سے ملے لب دہن سے دہن
دلون سے ملے دل بدن سے بدن

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
چلے ناز و غمزون کے آپس مین ہاتھ

کسکی گئی چولی آگے سے چل
کسکی گئی چین ساری مسل

غم و درد دامن کشیدہ ہوے
وہ گل نا رسیدہ رسیدہ ہوے

اُٹھے پیکے باہم شراب امید
کوئی سرخ رو اور کوئی رو سفید

قصہ کوتاہ بعد نوشا نوشی شراب ہم آغوشی و ہم دوشی شاہزادہ نے بموجب اشارے شاہزادی کے تمام سرگذشت اپنے شکار ماہی اور نکلنے تصویر اور بادیہ نوردی طلب اور گم ہونے وزیرزادہ خردمند کے اول سے آخر تک مفصل بے کم و کاست بیان کی تب شاہزادی نے مسکرا کر کہا کہ ای شاہزادہ والا گہر ایک رات مین نے تجھکو عالم خواب مین دیکھا تھا تب سے تیر عشق تیرے کا نشانہ دل کے پار ہو گیا تھا اور ہر روز دل مین طپش غم کی اٹھتی تھی اور بیقراری روز بروز ترقی پر تھی مگر ایک رات حالت غنودگی مین ملہم غیبی اور القاے لاریبی نے آواز دی کہ ای دُرِ ناسفتہ درج شہریاری و نیر برج خلافت اکثر اوقات گذاری صید ماہی مین کرتا ہے تو اپنی تصویر پارچہ حریر پہ کھینچکر اپنے سرہانے رکھکر شناور دریاے خواب غفلت ہو کہ کوئی اس پارچہ کو قلاب مین لپیٹ دیگا مین نے بموجب ہدایت اُس سروش غیبی کے یہ چالاکی کی تھی

مثنوی

عشق کے تیرے جو سینہ میں کھبے تھے اخگر
عیش کے اس سے فزوں ہوگئے گل سرتاسر

زندگی شاق جدائی میں تیری تھی پیارے
دن تو کٹتا تھا مگر رات کو گنتی تارے

فضل ایزد کا ہوا آج مرے شامل حال
بیخطر چنتی ہوں یہاں بیٹھ کے گلہا وصال

آتش ہجر سے بھنتا تھا جگر شام و سحر
زندگی ہوگئی تھی موت سے مجھکو بدتر

نامہ بر کوئی بھی ملتا تھا نہ ایسا زنہار
پاس لیجاتا تیرے اپنا یہ غم کا طومار

دیکھلو مجھکو تیرے عشق میں یہ خاص و عوام
آٹھ آٹھ آنسوؤں سے روتی تھی ہر صبح و شام

زندگی اپنی سے ہر روز میں رہتی تھی بہ تنگ
عقل و عشق رہا کرتے سدا بر سر جنگ

شکر اللہ تیرا وصل میسر آیا
ہجر کا روز بد آج برا یہ آیا

المختصر ایسے حرف و حکایات و بیان سوز و گداز میں باقی رات بھی آخر ہوگئی اور سلطان نیر زرین چہرہ آفتاب نے نارنجی دوشالہ زیب دوش فرماکر اور تاج شعاعی سر پر رکھکر تخت زمرنگار آسمان پر جلوس فرمایا اور ماہتاب کا قلعہ دار خوف سے رنگ شکستہ ہوکر تحت الثرا کو روانہ ہوا دونوں نے خواب استراحت سے اٹھ کر حمام کیا اور گلشن گیتی میں شجر مراد سے گل تمنا چنکر دامن مقاصد میں بھرے ایام دوری و مفارقت کو شب عشرت و روز فرحت سے بدلکر دن کو خوشی عید کی اور رات کو عشرت لیلۃ القدر کی کرنے لگے خدمت گزاری کے واسطے خواصیں مہ جبین حور عین شب و روز مستعد و سرگرم تھیں اور وزیرزادی ہمیشہ شاہزادی سے ہنسی و خوشی رمز و کنایہ کی باتیں کرتی اور ہر بار بعد سلام عرض کرتی ملکہ صاحبہ یہ وہی مسافر ہے یا اور کوئی شخص نو وارد ہے کہ جس سے آپ ایسی بے حجاب ہیں الحق قطعہ

رنگ عشرت کا جمے کیونکر نہ تائب وہاں
عاشق و معشوق جام مے بہم پیویں جہاں

ہیں عجب بخت خوش اُنکے جو سرا دہر میں
وصل سے معشوق کے اپنے ہوں رہتے شادمان

قصہ کوتاہ اسی طرح ایک مدت دراز زمانہ کی گردش سے اغماض کرکے بفراغ خاطر مے ارغوانی ہم آغوشی سے جام خواہش لبریز کرکے پیتے تھے اور چشم بد فلک سے مُنھ موڑ کر فارغ البال جیتے تھے بلبل شاخ گل پر قصہ گل کو بُرا سمجھکر اُنھیں کے ترانہ وصل میں چہچہہ پرداز تھی اور قمری سرو جویبار پر نشیمن بناکر صبح و شام اُنھیں کے نغمہ وصف میں کوکو ساز

طائران چمن دبستان ریاض مین پیش اتالیق بہار باب پنجم گلستان کا سبق پڑھتے تھے اور
اشعار عاشقانہ یاد کر کے باہم اکڑتے تھے صبح سے شام تک فوارے حوضون مین چھوٹتے تھے
اور ہر برگ گل پر بجائے قطرات شبنم ستارے ٹوٹتے تھے ریوش گل اشرفی سے باغبان نے
واسطے جلوس سلطان گل کے فرش اطلس زرد بچھایا تھا اور بنفشہ نے باداے شکر موسم
بہار سر عجز اپنا زانوے ادب پر جھکایا تھا چشم نرگس شہلا بے حیا ہو گئی تھی اور نقدی خواب گرہ سے
کھو گئی تھی نسرین و نسترن شاخ سبز پر یون جلوہ نما تھی کہ توجیہ زمردین مین نگینے ہیرے کے
جڑے ہون اور سرو و شمشاد آب جو وہ کیفیت باہم دکھا رہے تھے کہ در بسیکدہ پر جسطرح
دو دست اکڑے کھڑے ہون شب ماہتاب روش کی کیاریون مین شبو اور داؤدی کا
یہ عالم تھا کہ جیسے تختہ فیروزہ مین ہزارون گل وصل کیے ہین اور گل انار کا شاخ زمردین پر یہ
نقشہ نمایان تھا کہ گویا درخت طلسم مین ہزار جگہ انگارے سرخ دہکتے ہین اور سطح زمین
پر برگ اشجار سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی فراش چالاک دست نے فرش مشجر بچھایا ہے قطرات
شبنم گلون پر یون ہویدا کہ گویا در یتیم صدف مین بھرے ہین ہر سحر بہ اہتمامی صبا و نسیم کا
حسب ارشاد فصل بہار کے آب شبنم سے منھ گلون کا دھوتا اور نہال شادابی و خرمی کو ہر جگہ بوتا آشیانہ
طائران خوش الحان شاخ شجر سے بسبب طغیانی موج رنگ گل بہتا تھا اور بیضہ فولاد کثرت
رطوبت سے ملائم ہو کر راز درونی اپنا زبان حال سے کہتا تھا ارباب بینش کی نظر و بین مین
رنگ و بوے گل کی یہ کیفیت تھی کہ جیسے عکس آئینہ مین نمایان ہو شاخ گلبن پر ہزار رنگ کا
پھول پھولا ہوا یون ڈہڈہا رہا تھا کہ گویا کسی جوہری صناعت پیشہ نے ایک آرائشگی سے
دکان اپنی چنی ہوئی بلبل شیدا ہر شاخ گل پر ایک زبان مین ہزار ترانہ گاتی اور مطرب
صبا دف برگ شجر بہ سطح بجاتے کہ عقل و ہوش بیہوشون کی ایک ہی تان مین لوٹ پوٹ ہو کر وجد
مین آجاتی خوشہ انگور کے حسرت سے عقد پروین فلک ہشتم پر آویزان ہوا حسن زنی سبزہ مطرا
کے کنار جوئبار کے بادکشی نسیم سے عجب لطف دکھاتی تھی کہ جسکے دیکھنے سے روشنی چشم
انظار مین آتی تھی لالہ نے جگر اپنا عشق یاسمن مین داغدار کیا تھا اور عشق پیچان نسترن مین
پانون زنجیر مین دیا تھا ہر روش مین پانی آبشار سے ٹکر کھا کے یون پھیلتا تھا کہ گویا ابر نیسان کا

بادشاہ فیل ابر پر سوار ہو کر گوہر نثار رہا ہی اور وقت شام کے ہر شاخ پر رنگا رنگ کا جانور اپنی اپنی بولیاں بولتا اور طائر ہوش ارباب دانش و بینش کا اُڑاتا تھا اور مشاطہ صبا ہر سحر زلف خاتون گل و نسترین کو آراستہ کر کے نکہت بیزی سے دماغ عالم کو رشک صحرائے ختن کرتی تھی اور شبنم گلہائے معطر سے قوت شامہ جہان کا رشک دشت چین کرتی تھی بخت لسبزان گلگون قبا کا کثرت رطوبت سے سرسبز تر بخت سبز پوشان بہشت سے ہو رہا تھا اور ہر فصل پر طاؤس مرصع دم عجب نئے انداز سے رقصان تھے کہ اگر رقاص فلک چشم انصاف سے ایک نظر بھی دیکھ لے اپنی گردش بھول کر زانوے تلمذ دبا کر بیٹھے صحن چمن نے گلہائے رنگین سے فلک نہ سپہ کو شرمندہ کر رکھا تھا ہر شجر کاسۂ آفتاب دریوزہ گری کے واسطے پیش کرتا اور براہ اقتباس نور کر کے ہر شب اپنی محفل کو آرائش دیتا ہر سحر آفتاب اسکی سورج مکھی کے عشق مین ہر جائی ہو کر مقابل رخ اُسکے کے سرگردان تھا اور رات کو مشعلچی چرخ فیروزہ فام کا ماہتاب چاند کی روشن کر کے جہان کو روشن کرتا مگر شعلہ فروز بہار ہزار ماہتا بیان شبو وغیرہ کی روشن کر کے رنگ اسکا فرط خجلت سے فق کر دیتا باغ ارم اسکی شگفتگی کے سامنے خارستان سے کم نہ تھا اور فردوس برین مقابل اُسکے ایسا نظر آتا جیسا آفتاب کے روبرو کرم شب تاب الحق ؎ شعر

گلستان سبز تر فیض ہوا سے ۔۔۔ قلم کو تازگی اُسکی ثنا سے

تعجب نہین کہ خامۂ خشک زبان دست کاتب مین تاثیر رطوبت سے شاخ نرگس ہو جاوے اور ہر حرف ثنا اُسکی صفحۂ قرطاس پر مثل گل و ریحان پھول جاوے اور زاہد خشک مغز اُسکے فیض رطوبت سے راستہ خلوت بھول جاوے ہر شب مسیحا آسمان سے اُتر کر ہر شاخ پر اُسکے نغمہ داؤدی گاتے اور داؤد علیہ السلام عالم برزخ کو چھوڑ کر دف برگ کو بجا کر وجد مین آتے القصہ ایک دن شاہزادہ ماہ منیر کے ساتھ مع زیب النسا وزیرزادی کے ایک بالاخانہ مطلا منقش مشبک پر کہ معمار قضا نے ہزار ہزار صنعت سے ایک ایک خشت مرصع اُسمین جڑی تھی اور ہر طرف آئینہ قد آدم تعبیہ کیے تھے بیٹھا تھا رفعت اُسکی کیا بیان کیجیے بقول ناسخ ع آفتاب اُنچا ہوا اتنا کہ تارا ہو گیا ۔ گویا ہر رات ملائک مقرب انتظام شش جہت کائنات کا اُسی پر بیٹھکر کرتے تھے اور نیچے ایک چشمہ لبریز مانند چشم انتظار عاشق کے بہتا تھا دیکھا تو عجب صنعت صانع ازلی کے جلوہ گر ہی

کہ گویا ایک تختہ نور کا مربع مقطع آب زلال سے بھرا ہوا موج مار رہا ہی اور پانی جوش کھا کے
مانند تند و ماغون کے ایک چوڑے نالے مین اسطرح گردش کھا کے سمٹ کر جاتا ہی کہ اگر
عکس اسکا پڑجاے چرخ گردش سے ہاتھ اُٹھاے اور گرداگرد اُسکے سبزہ نودمیدہ پر طراوت
و نزاکت باد کشی نسیم سے موج زن ہورہا ہی اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی اُستاد چابک دست نے
ہیرون کے لوچھون مین زمرد کے نگینے جڑے ہین اور چادر آبشار کا پانی پہاڑ کی چوٹی سے
جو گرتا ہی تو اُسکے زور و شور سے لاکھ لاکھ من کا پتھر ٹکر کھاتا بہتا چلا جاتا ہی اور پانی کے چھینٹون
کی عجب کیفیت معلوم ہوتی ہی کہ گویا نیسان گوہر آبدار کی لڑیان کی لڑیان نثار کر رہا ہی
کہین سبزہ نودمیدہ کا یہ عالم ہی کہ گویا حوض کوثر کے کنارے بلور سبز کے گلاس رکھے ہین
اسکے آب زلال کے روبرو چشمہ بہشت بے آبرو معلوم ہوتا اور وقت غروب آفتاب کے
درختون کے پتون پر شام کا پھولنا یہ کیفیت دکھا رہا ہی کہ گویا کھیت سرسون کا پھولا ہوا
افق چرخ پر نمودار ہی قوس قزح وہ بہار دکھا رہی ہی کہ گویا صحاف قدرت نے صفحۂ اقلیدس
و مجسطی پر جدول زنگاری و شنگرفی کھینچی ہی عکس شفق پانی سے یون عیان کہ گویا کان الماس
مین کان یاقوت پیدا ہی اور بدخشان ہزار خون جگر کھا کر اُسکے دیکھنے کا شیدا قسم قسم کے
جانورون کا شور کرنا برق کا خندہ زن ہونا ابر کا رشک سے پھوٹ پھوٹ کر رونا
ایک عالم مجموعۂ صنعت الٰہی کا جلوہ دکھا رہا ہی آتش گلزار ابراہیم اسکی آب حسرت سے پژمردہ
اور گلہاے خلد برین اسکے رشک سے افسردہ قدرت ایزدی سے بعد غروب نیر جہانتاب
مطلع صاف ہو گیا اور ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ مین چشمک زنی کرنے لگا رنگ آسمان
اسطرح نکھرا کہ اگر ایک ذرہ زمین پر چمکا عالم بالا کی نظر مین صاف دکھلائی دیا ماہتاب شب
چار دہ نے ایک چادر نور کی سطح زمین پر مشرق سے مغرب تک بچھا دی ہی ہر ذرہ بیابان
دینار قارون کا پہلو دبا کر بیٹھا اور سلطان قمر ستارون کی فوج لیے کہکشان کی سڑک پر
عجب ہی توزک و حشم کے ساتھ واسطے تفرج گلزار زمردین آسمان کے سریع السیر ہوا چاندنی
نے بھی گویا شیشہ گر فضا نے شیش محل شفاف صنعت غریب کے ساتھ تیار کیا تھا اور عکس مشرق کا
مغرب مین اور جنوب کا شمال مین محسوس ہوتا تھا مضمون اس غزل کا ایک لطف کے ساتھ

جلوہ دکھا رہا تھا غزل

چودھوین کا چاند نکلا پھیلی گھر گھر چاندنی
رنج دے گی آج مہجورون کو شب بھر چاندنی

خواب مین جسکو نظر آجاے تو اے رشک بدر
کیا عجب بالش ہو اسکا چاند بستر چاندنی

سرو قد پرتو سے تیرے سایہ کے وقت خرام
ہر قدم کھینچتی ہی جلباب مشجر چاندنی

دل مرا تیرے تصور سے ہی وہ رشک طلسم
رہتی ہی آنکھون پھر جسمین برابر چاندنی

جب سے تو دل مین بسا منھ پر سفیدی چھا گئی
کیا تماشا ہی کہ باہر چاند اندر چاندنی

منزل جوزا مین ہرگز ماہ کو حاصل نہین
پاتی ہی جو کچھ شرف تیرے گھر آکر چاندنی

کیا عجب گر تیرے شعاع مہر کی مقیش چرخ
دیکھنے بیٹھے کنار حوض تو گر چاندنی

چاندنی مین مجھکو کیا کیا خواب شیرین آئی رات
پھرتی ہی گویا تری آنکھون مین شکر چاندنی

دامن پاکون کو عصیان سے نہ آلودگی
قرب شبنم سے کبھی ہوتی نہین تر چاندنی

گھر کے آنگن پر گمان تختہ شب بو ہوا
کسکے عطر جیب سے شب تھی معطر چاندنی

وصل کی شب کیا لگا لون اپنے مین دل کا غبار
خوف ہی مجھکو نہو جاے مکدر چاندنی

رو رو پڑھتا ہون شہیدی وہ غزل بے اختیار
جب ستاتی ہی مجھے بے روے دلبر چاندنی

یہ عالم دیکھکر شاہزادہ عالی تبار کے دل مین یہ بات سمائی کہ آج اسی جگہ استراحت فرمائیے اور مے عیش و عشرت جام تمنا مین بھر بھر کر نوش کیجیے ماہ منیر نے کہا اس سے کیا بہتر اپنا بھی دل یہی چاہتا ہی کہ آج اپنے حسن یوسفی سے چاند کو مقابل کیجیے اور زہا نہ لالہ کے داغ حسرت رخ ماہ چاردہ کو دیجیے قصہ کوتاہ میر اہتمامی کو ارشاد فرمایا کہ تمامی سامان عیش و عشرت کے بدستور معہود موجود ہو اور نام غم و رنج کا صفحۂ عالم سے بالکل نیست و نابود ہو حسب الحکم میر اہتمامی نے تمام اسباب عیش و عشرت بادۂ احمر و ساغر و صراحی و رباب و عود و قانون و طنبور وغیرہ مجیرہ چنگ و ستار و پکھاوج مع ارباب نشاط پری چہرہ مہیا و موجود کیا

داستان سیر کرنا شاہزادہ و شاہزادی کا ماہ شب چاردہ کی اور اڑا لیجانا ماہ رو پری کا شاہزادہ کو اور ماتم کرنا ماہ منیر کا جدائی شاہزادی مین ابیات
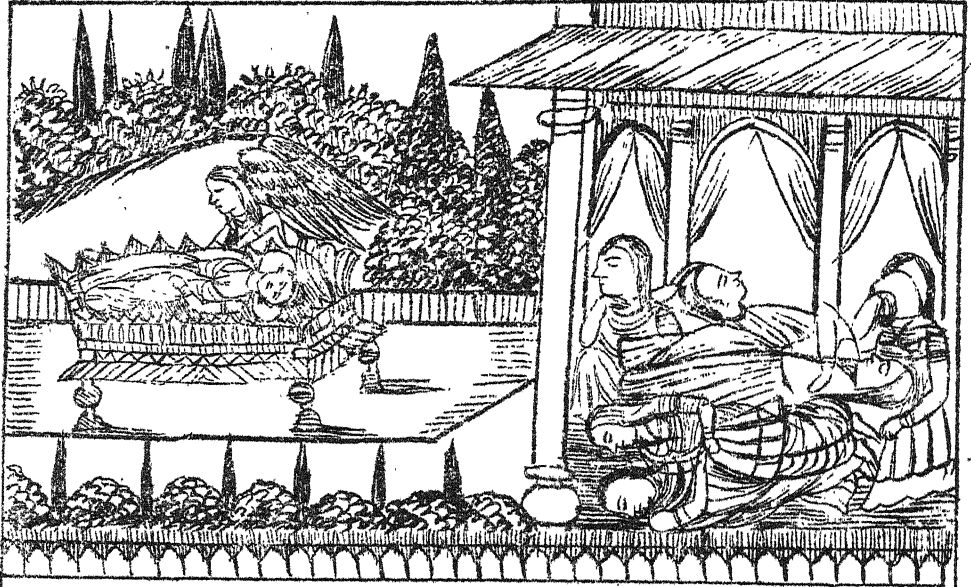
شتابی سے اری ساقیِ سیمبر — مے ارغوانی سے ساغر کو بھر
لبوں سے مرے جلد آکر لگا تو — کہ ہوتا ہوں میں رنج کا مبتلا
اٹھا کیفیت میری مے سے ذرا — مفصل لکھوں رنج کا ماجرا

طلسم کشایان گنجینۂ اسرار نے قفل حجرہ اس داستان حیرت آمود کا کلید تحریر سے کھولکر
متاع ثمین بالا دست حقیقت کو دکان صفحہ قرطاس پر اسطرح چنا ہیکہ جب دم وہ سامان
غم گزا عشرت افزا موجود ہوا اور پہلے دور جام بادہ ارغوانی گردش میں آیا غنچہ خاطر فیروز
کا نسیم نشہ سے مثل گل موسمی کے شگفتہ ہوا اور درد وغم و فکر و اندیشہ دل عیش منزل سے
نہفتہ ہوا حسن مہ فریب ساقیان سیم اندام پر خاطر بلبل شید افریفتہ تھی اور قمری نگاہ پری طلعتوں
کے آتشین رخسار پر پروانہ وار شیفتہ تھی ہر ایک کے رشتہ نگاہ میں سرور پیدا اور ہر دم دانا
بینا کا مرغ دل اسیر شید اکوئی مست الست گوشہ بساط پر مثل گوہر غلطان کے غلطان تھا اور
کوئی مثل صوفی صاف مشرب وجد میں اگر مثل تصویر بیجان حیران تھا اور ہر ایک طرف
ارباب نشاط ساز بدست اس خوش لہجگی سے ترنم سرا کہ لولی فلک بیہوش ہو کر سر بر بهنه

غرفۂ افلاک سے جھانک رہی تھی اور حسرت اُنکی خوش الحانی سے روح باربد و نکیسا خاک ندامت پھانک رہی تھی صدائے بلبان سُنکر بلبل ہزار داستان مضراب منقار غلاف خجالت مین رکھکر بیہوش آشیان مین پڑی تھی اور روح تانسین نائک کی ششدر ہوکر کان پکڑے کھڑی تھی تار سرود زیر مضراب نہ تھا ایک موج نغمہ تھی کہ جاری کہ رخ محفل نشینون کا مانند گل شبنم رشیدہ کے طراوت انگیز ہو رہا تھا اور مغنی فلک حسد کے مارے دست چرخ زنی سے باز رکھکر ہوش اپنے کھو رہا تھا ابیات

نکلتی تھی جان اُنکی ہر تان سے	جو سنتے تھے قربان تھے جان سے
پہاڑون کے پتھر ہوے موم سان	کھڑا اپنی جا پر تھا آب روان
کھڑا تھا جو کوئی کھڑا رہ گیا	پڑا تھا جو کوئی پڑا رہ گیا

الغرض اسی طرح ہنگامہ عیش و سرور کا گرم تھا کہ اس اثنا مین حاسد فلک نے سنگ تفرقہ فلاخن گردش سے پھینکا اور محفل نشینون کا شیشۂ دل چور چور کیا یعنے ایک گل نوشگفتہ وسط محفل مین گرا اور ہر ایک نے براہ تعجب بے دریافت عقل صلاح اندیش کے اُسکو سونگھا قوت شامہ بالکل معطر ہوئی تھی کہ قطاع الطریق غفلت نے ہر ایک کی متاع بیداری پر شبخون مارا اور جسطرح جو بیٹھا تھا نقش تصویر ویسا ہی رہ گیا گویا شعبدہ پرداز چرخ نے ہر ایک کی ناک مین داروے بیہوشی سونگھادی اور بزم عشرت آگین غفلت و بیہوشی سے آراستہ ہوئی افلاطون اگر قبر سے اُٹھکر نبض دیکھنے آتا اصلا جنبش کو محسوس نپاتا گویا ایک شہر خاموشان آباد ہوا ملک الموت کا گذر اگر اُس جا ہوتا دریائے حیرت مین ڈوبکر اپنی جان کھوتا الغرض ایک عرصہ تک یہی عالم تھا کہ شعر

من از حیرت وے از غیرت نہ پایے تن تقریری	چنان ماند کہ ہم بزم است تصویرے بہ تصویرے

بعدہ یکایک نسیم باد بہاری چلی اور ایک تخت ہوا سے باہر پری کا اترا اُسنے دیکھا کہ بزم عیش و سرور جیسا مگر محفل کو سکتہ ہے اور خصوصا اُنمین دو صورتین نور کی مورتین ایک سانچہ مین ڈھلی ہوئین گورے گورے گال گورے گورے رخسار ہمسن

و ہم سال ہم آغوش و ہم کنار ایک تکیہ پر سر جھکائے گلزار خواب غفلت سے گلہاے بے حس و حرکت و امان بیہوشی مین چن رہی ہین اور ہر ایک کے مُنہ سے گلاس بلورین مے ارغوانی سے لبالب لگے ہین چشم شرمگین کا فریشہ اُن مہ جبینون کی سحر بابل سے خراج لیتے ہی اور دار منصور تیر مژگان کمان ابرو کشیدہ کو خط غلامی لکھے دیتی ہی ماہتاب شب چاردہ نے دونون کے مکھڑے پر ہالہ ڈال رکھا ہی اور اُس مکان رفیع الشان کے محاذی سے آگے حرکت نہین کرتا ہی ایک دریاے تحیر مین ڈوب کر شاہزادہ دلپذیر پہ ہزار جان سے شیفتہ و فریفتہ ہوگئی اور نہایت ذوق و شوق سے پھڑک کر چھاتی سے چمٹ گئی ہی دل مین سمایا کہ دامن ننگ و ناموس چاک کیجیے مگر حیا مانع آئی اور یہ صلاح ٹھہرائی کہ اسکو اُڑا لیجے اور اُسکو آتش حسرت مین جلائے ایک نیام مین دو چھریان نہین رہتین

شعر

اپنے دل کو کل ہو کل سے دوسرا بیکل ہو کر
عاشق مفتون کو پروا نہین کچھ اسکی ہو
جان و ایمان کو ہر دل کو نثار اسیر کرون
دل مین اے تائب تمھارے خواستگاری جسکی ہو

یہ کہکر جھٹ پٹ شاہزادہ کو پلنگ پر لٹا کر طرف آسمان مانند ہواے تند کے اُڑی اور طرفۃ العین مین اپنے طلسماتی باغ مین آ اُتارا قضارا جو وقت سحر نے پنجۂ خورشید سے گریبان چاک کیا اور ہواے سرد سے شاخ گلبن پر غنچہ چٹخنے لگا مرغ سحر چہچہہ پرداز ہوا ایک ایک آنکھ اہل محفل کی جو غفلت سے آشنا اور مثل نرگس کے وا تھی کھل گئی ماہ منیر نے آنکھ ملکر جو دیکھا تو آغوش حال اپنا شاہد غارتگر نقد ایمان سے خالی پایا ہر ایک کے مُنہ کو حیرت سے تکنے لگی کہ دیکھو رفع احتیاج ضروری کو نیچے تو نہین اُتر گیا ہی خواصین بیگمات و چوبداریان قلماقنیان دوڑین اور ہر طرف گوشہ باغ کو ڈھونڈنے لگین مگر ع بے نشان کا ملتا ہی کسکو نشان ٭ کہین پتہ نہ چلا تب ہر ایک نے چشم سے سر شک جاری کر دست بستہ عرض کی

مثنوی

نہین باغ مین ہی وہ سرو روان
ہوا جانے ہے کسطرف کو روان
چمن مین ہر اک جا پہ ڈھونڈا اگر
نہ اُس گل کی ہمکو ملی کچھ خبر
چھلاوا سا غائب ہوا دم مین آہ
جھمک کر ہے ڈھونڈتے ہم تباہ
خدا جانے تھا کسطرح کا بشر
کہ آیا نہ مطلق وہ ہمکو نظر

گوش زد ہوتے ہی اس سانحہ ہوش ربا کے ماہ منیر نے زمین پر بیہوش گرکر ایک ایسی چیخ
دردناک ماری کہ آسمان تہ و بالا ہوگیا اور پلنگ پر گرکر ہزار کروٹین لینے لگی اور بے اجل
حضرت ملک الموت کو جان دینے لگی تمام ہمرازون انیسون جلیسون ہمجولیون امیرزادیون
وزیرزادیون نے رونا پیٹنا کپڑے پھاڑنا بلبلانا شروع کیا اور باغ کو سر پر دھر لیا
اور ایسا کہرام مچایا کہ حادثہ محشر خوف سے کانپنے لگا اور سب کی سب بیقرار و مضطر ہوکر
شاخ شاخ پتہ پتہ درخت درخت گوشہ و زاویہ باغ کا ڈھونڈنے لگین آخر تا دوپہر شور و غل نوحہ
و فغان مین گذرا اور یہی ثابت ہوا کہ وہ شخص کوئی مسافر تھا یہان تھک کر رہ گیا تھا جب
چلنے کی طاقت پاؤن مین پائی ہوا ہوا شہزادی کے دل مین آگ جدائی کی لگا گیا کسینے کہا
آدمی نہ تھا مقرر کوئی فرشتہ ہاروت ماروت کی طرح زمین پر آگیا دل نہ لگا چلا گیا کسینے کہا
بوا وہ جوگی تھا اُسکی ہیت کا کیا اعتبار جب تک موہن بھوگ پایا دھونی رمائے رہا جب نشیات کا
استعمال کم ہوا چلتا دھندا کیا کوئی بولی وہ پریزاد تھا اتفاقاً آگیا جب اپنے ہم جنسون کی
الفت یاد آئی اور طبیعت گھبرائی اپنی راہ لی ہمکو تو غم اپنی ملکہ ماہ منیر کا ہے ورنہ ایسے مفلوک
و محتاج یہان ہزار آکے روٹیان کھائین جب مطمئن ہوے چلے گئے دس بیس دن بھی نہ رہے
کہ خدمت گذاری کرتے سچ ہے ایسے ہرجائی ہرجگہ چپکے ہوے ہین مگر شہزادی ہچکیان
لیتی اور گل شبنم آلودہ کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی اور ہر دم کلیجہ کی ٹیس سے بیکل ہوکر ہزارون
چیخین مارتی اور صحن باغ کو ماتم سرا بنائی تماچون سے گل سے گال نیلے ہوگئے تھے کہ
گویا لالہ کو نافرمان بنایا تھا اور چھاتی ماتھا کوٹ کوٹ کر یہ اشعار ایسے سوز و گداز سے پڑھتی تھی کہ
سُننے والون کی چھاتی پھٹتی تھی

رباعی

چمن کے تخت پر جسدن شہ گل کا تجمل تھا	ہزارون بلبلون کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزان کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن مین	بتاتا باغبان رو رو یہان غنچہ یہان گل تھا

انجام کار چونکہ وزیرزادی زیب النسا بڑی عاقلہ ہوشیار دانا فرزانۂ زمانہ تھی سوچ کر کہنے لگی
کہ مقرر شاہزادہ کو کوئی دیو جن پری اُڑا لیگئی کیونکہ دروازہ پر قفل لگا ہی رہ گیا تو کہان
سے گیا وہ تو ایک انسان آشنا مزاج وفادار سلیقہ شعار تھا نہ دیوانہ و پریزاد کہ ہوا ہوگیا یہ

کھکر آہ و زاری سے قیامت برپا کرنے لگی۔ اور تمام مکان بنگلہ صحن چمن گوشہ زاویہ تہخانہ
بالاخانہ دیکھنے بھالنے لگی مگر شہزادہ دلپذیر کا سراغ کہین مانند عنقا کے نپایا ناچار ناخن غم سے
گریبان صبر چاک کیا اور کثرت غم و الم سے عیش و آرام کا جھگڑا پاک کیا اور رہزنی روح وغیرہ
ذی روح پر ایک عالم رقت و غشی و بیہوشی و ماتم و شیون و نوحہ و بین و قلق و درد و الم کا ایسا
طاری و ساری تھا کہ اصلا سانس محسوس نہین ہوتی تھی اور تصویر کی صورت بنا زمین پر گرکے
خاموش ہو رنج و ملال سے گویا جان کھوتی تھی استقامت و شکیبائی نے غلبہ اضطرابی کا دیکھکر
طبیعت سے کنارہ کیا اور مثل گل شبنم آلود کے خار حسرت سے گریبان تحمل پارہ کیا خصوصًا حالت
شاہزادی ماہ منیر کی عجب بیہوشی کے ساتھ بدل گئی کہ مانند مرغ بسمل کے تڑپ تڑپ کر ہر طرف
لوٹتی تھی اور کہتی تھی

آتش

ہر قدم پر ہے گمان یان رہگیا وان رہگیا	چال ہے مجھ ناتوان کی مرغ بسمل کی تڑپ

اضطرابی و بیقراری نے اسطرح غلبہ کیا کہ سکون و آرام خود زمین پر گرنے لگا اور پہلو مین دل
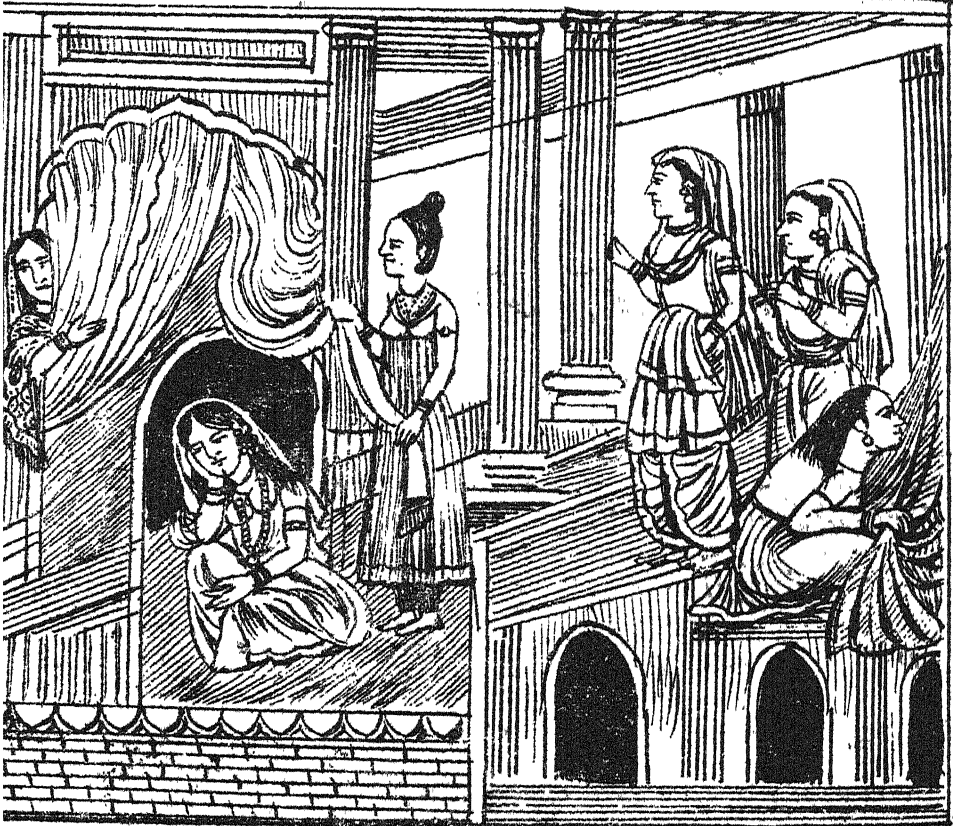
عجب زور و شور مچایا مریض رغشہ کا جسم پر طاری ہوا جسوقت ذرا ہوش آتا ہے مطرب زبان مضراب اضطراب سے تار قانون غم کا چھیڑ کر بے اختیار یہ ترانہ گاتا ہی ۔ رباعی

جستجو مین دل کے بہلانے کے جی کھونا پڑا ۔ جو ہنسنے کی بات تھی سو اُسکا اب رونا پڑا
کوئی دل مانگے تھا تو ہم کہتے تھے مُنہ دھو رکھو ۔ سو یہ کہتے کہتے اب اشکون سے مُنہ دھونا پڑا

اور کبھی کف افسوس زانو پر مار کر کہتی میر

جدا جو پہلو سے وہ دلبر یگانہ ہوا ۔ طپش کی ہی گرمی کی یان تک کہ درد شانہ ہوا
کھُلا جو نشہ مین پیچ اُسکی پگڑی کا ای میر ۔ سمند ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا

قطعہ

دل سے مری ملا نہ ترا دل ہزار حیف ۔ یہ شیشہ ایک عمر سے مشتاق سنگ تھا
مت کر عجب جو میر ترے عشق مین مرا ۔ جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

اور کبھی خیال تمثال جانان مین چشم سے خون بہاتی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی زبان پر لاتی رباعی

یہ تصور نے ترے جلوہ گری دکھلائی ۔ کہ مری آنکھ مین دیتی ہے پری دکھلائی
مین نے ہچکی سے جو پوچھا دل مضطر کا حال ۔ ایک صراحی مے گلگون کی بھری دکھلائی

مثنوی

گیا تو کہان میوۂ باغ دل ۔ دکھاؤن کسے جا کے مین داغ دل
کدھر ڈھونڈون تجکو مین ای میرے ماہ ۔ کہ تجھ بن ہی مجھکو زمانہ سیاہ
خدا جانے پیارے تو کس جا گیا ۔ مرے دل پہ داغ الم چھا گیا

ماہ شب چاردہ اسکی صورت دیکھکر خسوف غم سے بالکل سیاہ ہوا اور کاشانۂ عیش و عشرت ترکستان رنج و الم سے تباہ ہوا تمام باغ و مکان پر اُداسی کا مینہ برسنے لگا اور ہر شخص عشرت گذشتہ کا خواب بھی دیکھنے کو ترسنے لگا بلبل گل چھوڑ کر صحرا نشین ہوا اور تپش غم سے سینہ رشک نشان انگبین ہوا قصہ کوتاہ زیب النسا وزیرزادی جون تون آپ کو سنبھالا اور شاہزادی پر گلاب پاشی کر کے خلخلہ سونگھایا تب اندک افاقہ

اسکو ہوا ہر طرف مانند تصویر کے چشم حیران سے نگران تھی دریاے غم مین ڈوبی جاتی تھی ہر ایک سے جھنجلا کر بات یون کہتی کہ گویا کاٹے کھاتی تھی رخسار گلرنگ کو صدمہ تھا چون سے جو نیلا بنا یا تھا انکا یہ عالم تھا کہ صفحہ زرین پر گویا لاجورد کیا ہی یا تختہ لالہ مین گل نافرمان شگفتہ ہی تھوڑے عرصہ مین جسم نازک کثرت غم سے ایسا لاغر ہوا کہ فقط پوست و استخوان باقی رہگیا مردنی منھہ پر چھاگئی ناخن نیلے ہوگئے انگلیان سرکی سے ہوگئین پیٹ بیٹھہ کو لگ گیا ہونٹھہ لٹک پڑے اور ضعف سے قدم ڈگمگانے لگے رخسارون مین گڑھے پڑ گئے پنڈلیان جو گاؤ دم تھین سوکھہ کر مثل شمعدان ہوگئین طایر بصارت آشیانۂ چشم سے اُڑنے لگا منھہ سے کبھی کچھہ نکلتا کچھہ ضعف بدرجہ غالب ہوا کہ متحمل سایہ کی نہوسکتی آہ سچ ہی

شعر

یہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہو	جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو

شعر

کبھی آہ بر لب کبھی نوحہ گر	کبھی دست بر دل کبھی چشم تر

قصہ کوتاہ قلق و رنج و غم شاہزادی کا لکھتے ہوئے قلم کی آنکھہ سے خون جاری ہوتا ہی کیونکہ ہر لحظہ سوزش غم مفارقت سے شمع کے مانند گھلتی تھی اور آتش دروُنی سے دل ہی دل مین جلتی تھی رسیدگی سے آشنا ہوئی آرام سے جدا ہوئی جب تمت شدت غم سے آہ بھرتی آسمان پر ایک چادر آتشبار ستار دل بھڑتی نمودار ہوتی شرارہ غم والم کا ہر بن مو سے نمایان تھا عالم اس شعر کے مضمون کا عیان تھا

شعر

این بزیر رویان مرا سر و چراغان کردہ اند	سازدل دارہ ہر بن مو یم نمایان کردہ اند

کبھی عالم تنہائی مین سیپٹی اور کہتی سودا

کہ ہر تار نفس مانند تار شمع سوزان ہی	نہین معلوم کیا اس سینہ سوزان مین پنہان ہی

رنگ زرد چشم تر آہ سرد بر لب ہوش باختہ تھی اور کثرت رقت و حیرت و وحشت سے حیران و پریشان و شستہ رگشتی عیش بہ دریاے غم انداختہ تھی میر حسن

بھرا دل مین انکی محبت کا جوش	نہ کھانے کے سدھہ اور نہ پینے کا ہوش

تپ غم سے یون تمتماتے تھے گال	گرجون رنگ لالہ ہو وقت زوال
جہان بیٹھنا آہ کرنا اُسے	بہانہ نزاکت پہ دھرنا اُسے
تپ ہجر گھر دل مین کرنے لگی	دُر اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زندگانی سے ہونے لگی	بہانہ سے دن رات سونے لگی

یہ حالت زار شاہزادی جگر افگار کی دیکھکر زیب النسا گلہاے پند و نصائح گلزار فہم سے چنکر دامن شہزادی مین بھرنے لگی کہ اگرچہ تقادیر الٰہی سے کسیکو چارہ نہین اور جو نقش بھرنا کاتب قضا کو خامہ ارادت سے صفحہ کائنات پر منظور ہوا ایک دن وہ مربع نشین چار بالش ظہور کا ہو گا مگر انسان کو کہ اشرف المخلوقات و اکمل الموجودات ہی چاہیے کہ ہر حال مین وقت عیش و فرحت کے شاکر او ہنگام تواردرنج و غم کے صابر رہے اور عروۃ الوثقے تسلیم و رضا و دامن ضبط کو دست استقلال سے خوب مضبوط پکڑے اور کاروبار اپنا بدل و جان مالک حقیقی کے سپرد کرے کہ اسمین مالکیت اُسکی اور مملوکیت اپنی ظاہر ہوتی ہی اسمین کیا عجب ہی کہ وہ باغبان کن فکان شاخ خشک حرمان کو آبیاری لطف و افضال سے سرسبز و شاداب کرکے بارور امید کرے غواص کہ جان کف دست پر رکھکر تہ دریا جاتا ہی البتہ گوہر مراد سے دامن امید بھر کر آتا ہی دیو سیہ شب کا اگرچہ چادر سیاہی کی تان کر عالم کو غم و قلق مین ڈالتا ہی مگر موذن آفتاب چہرۂ نورانی غرفہ مسجد صفا خیز صبح سے نکالکر اس بلا کو بالکل ٹالتا ہی اور ترک خزان اگرچہ قلمرو گلستان پر یلغر کرکے متاع ثمین قافلہ اشجار سے غارت کر لیجاتا ہی مگر سلطان بہار خلعت استبرق نونہالان چمن کی زیب دوش کر فوراً اُسکو بھگاتا ہی ابر غلیظ سطح فلک کو کدورت انگیز کرتا ہی فراش باران دیکھیے کسطرح پاک و صاف کر زمین کو رطوبت خیز و طراوت آمیز کرتا ہی خلاصہ یہ کہ شادی و غم بطن مادر مشیت سے توام پیدا ہی آدمی کو چاہیے کہ دنیا کے عیش پر بھولے نہین اور نیش غم جگر سے پار ہونے کے وقت نوش فضل الٰہی کو بھولے نہین جو شی کہ قبضہ قدرت اپنے سے باہر ہو جاے چندان قلق اُسکا نہ کرے اور فضل الٰہی سے اسکے نعم البدل کا امیدوار رہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کیا قرآن مین نہین آیا ہی

شعر

اُسے فضل کرتے نہین لگتی بار ... ہو اُس سے مایوس امیدوار

اور آپ تو فضل الٰہی سے بڑی دانا بینا فرزانہ یگانۂ زمانہ ذی شعور و عقلمند خرد پسند صاحب ذہن رسا با فہم و ذکا ہو یہ کون دانائی و عقل ہی کہ ایک غیر مرد کی مفارقت مین کہ خدا جانے کوئی عالی خاندان تھا یا اُچکہ طرار گرہ بُر قاطع الطریق مجہول خانمان تھا جان کھونا رات دن آنکھون سے خون رونا بلکنا پیہم ہچکیان بھرنا ہر طرف تکنا خواب و خور کو طاق نسیان پر دھرنا نقش بے آرامی کا صفحۂ خاطر پر کھینچنا بعید از عقل صلاح اندیش و دانش صفا کیش ہی خدا نخواستہ اگر ہم خدمتگارون کے دشمنون پر کوئی آفت و بلاے ناگہانی آسمان سے ٹوٹے اور ہم دامن استقلال کو پنجہ اضطرار سے چاک کرین تو ایسے وقت مین پرستاران بارگاہ معلّے کو چاہیے کہ باب پند و نصائح کھولکر بہر نوع ڈھارس دین اور راہ صبر و شکیبائی پر لائین اور جب یہ حال پرستاران عالیہ کا ہی ہو گیا تو آپ ہی انصاف فرمایئے کہ کونسا ناصح آئے جو آپ کو سمجھائے صاحب اُٹھو بیٹھو ہنسو بولو غم کو باتون مین کا ٹو عبث آپ کو تم کرو مت تباہ ؎ دیوار ہم گوش دارد خدا نخواستہ اگر یہ بات اعلےٰ حضرت ظل سبحانی کے گوش گذار ہو تو بڑی قباحت ہی دفعۃً ملکون ملکون پہونچے اور شیشۂ ننگ و ناموس اور گوہر حسب و نسب سنگ ذلت و رسوائی پر ٹوٹ کر چور چور ہو جاے اور سلاطین روے زمین کو منھ دکھلانے کے قابل نہ رہین سکۂ سلطنت مین بٹہ لگ جاے ہماری راے بمقتضاے وقت یہ ہی آگے تم اپنے فعل کی مختار ہو مانو یا نہ مانو یہ کلام مصلحت التیام وزیرزادی زیب النسا کا سُنکر بے اختیار شہزادی کی چشم خون فشان سے اشک رخ پر ڈھل پڑے اور کہنے لگی اے انیس خرم راز و اے جلیس مساز نکتہ پرداز ہر چند تیرا گوہر پند و اندرز ایسا نہین کہ آویزۂ گوش ہوش نہ کیا جاوے لیکن کیا کیجیے

شعر

ہم زبان شمع سے سنتے ہین شب بھر یہ کلام ... شمع سان گھل گھل کے مرنا عشق کے آزار مین

تیری پند و نصیحت نام خدا زخم جگر پر نمک افشانی کر رہی ہی اور یہ تیری اندرز مصلحت سے

آتش دل کا نون سینہ مین اور بھی بھڑکتی ہی ہاے

خمسہ

جو مجھ پہ گذرتی ہی مقدور نہین سہنا خونِ دل ان آنکھون سے دامان تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھے مُنھ دیکھ کے تک رہنا دینا نہ جواب اُسکا کہنا تو یہی کہنا
کیا کام کیا دل نے دیوانہ سے کیا کہیے

گلشن مین زمانہ کے یون عمر گئی ساری پھرتے ہوے کوچہ مین کرتے ہوے میخواری
آزادی پہ میرے تھا سر جسم پہ بھی بھاری انصاف کر اب دل مین ہین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانہ سے کیا کہیے

مسدس

مجھے نصیحت بیفائدہ سے تو نہ ستا کہا نمانو نگا تیرا تو میرا مان کہا
تیر تو دل ہی تیرے پاس کیا ہی تیر اگیا تو اپنے کام مین رہ میرے کاسے تجھے کیا
مین اپنے سوگ مین بیٹھی ہون اپنے جی سے خفا تو اور شور سے بک بک کے میرا مغز نہ کھا
برو بکار خود اے واعظ این چہ فریاد است مرا فتادہ دل از کف ترا چہ افتاد است

ہمین تو رونے کا اپنے یہی ہی رونا آہ کہ اُسکے ہاتھ سے ہوویگا ایک جہان تباہ
یہی جو شدت گریہ رہیگی شام و پگاہ رہیگی یون ہی جو ہر دم فغان و زاری کہ
ہمیشہ ایسے ہی نالے جو ہونگے نت جانکاہ تو پھر بقول حکیم اسمین شک نہین و اللہ
قرار ہی برد از خلق آہ و زاری ما بدین قرار اگر ماند بیقراری ما

محرم راز غمگسار خیر خواہ جان نثار اپنا بجز تیری ذات حق شناس کے کوئی نہین سو تو
آتش نہفتہ دل کو باد نصیحت سے اور بھڑکاتی ہی

شعر

نہ مونسے نہ رفیقے نہ ہمدمے دارم حدیث دل بکہ گویم عجب غمی دارم

حال پر ملال شاہزادی شنا و ربحر رنج و نکال کا سنکر بجز رونے دھونے کے وزیر زادی سے کچھ اور نہ بن پڑا آخر سوچکر در پے اس امر کے ہوئی مصرعہ کہ جس سے وہ شیدی کا شیدا ملے ٭ کوئی تدبیر ایسی کیجیے کہ اُسکے زخم جگر پر مرہم وصل شاہزادہ لگایا جاے مگر نہ یہ چند روز کی ہی مرجائیگی فرط ضعف سے قدم اٹھتا نہین جب بیٹھے سے اٹھتی ہی

سایہ کے مانند گر پڑتی ہے اور کہتی ہی شعر

عصائے آہ بھی اُٹھتا نہین اس ضعف پیری سے
یہ منزل طے کرون اللہ کسکی دستگیری سے

الغرض یہ احوال دیکھکر اگر کوئی خواص کہتی کہ صاحب کچھ کھائیے پیجیے کہ رمق زندگی کی باقی رہے انسان اناج کا کیڑا ہی سوکھ سوکھ مرجاؤ گی حاصل کیا ہوگا چشم سے سیلاب اشک بہاکر خشک لبون سے جواب دیتی ہان سچ ہی مگر غذا سے جگرا و رجاے آب سرد سرشک چشم تر سے تو آٹھون پہر موجود و مہیا ہی اگر یہ ناشتا کچھ کمی کرے تو البتہ کھانا پینا کسکو بُرا معلوم ہوتا ہی بے شک وشبہ دو ایک لقمہ کھا ہی لیا جاوے لیکن کیا کیجیے

شعر

غم کھاتی ہون لیکن مری نیت نہین بھرتی
کیا غم ہے مزے کا کہ طبیعت نہین بھرتی

قصہ مختصر ہر ایک خواص وغیرہ کی بھی یہ حالت ہوئی کہ جو جہان پڑی نقش پا کی طرح وہین کی ہو رہی کسیکو خیال مطلق نہین ہر ایک کے دل مین موج دریاے غم والم کی جوش زن اعلے سے ادنی تک اگرچہ بظاہر زندہ مگر درحقیقت مردہ تمام نہالان چمن صرصر گردش زمانہ سے برگ ریز و پژمردہ ہوگئے اور گلہاے خندان شدت گرمی حادثۂ فلک سے افسردہ بلبل نے نغمہ سرائی سے منقار بند کی ہر چند اور طاران ہمصفیر نے پند ونصیحت کی اشجار گلہاے نکہت افزا بے آبیاری کے مانند اطفال نوزاد بے شیر مادر کے خشک ہوے اور ہر شاخ نے مانند برہنگان محشر دست دعا بدرگاہ ایزد ذوالجلال دراز کیا غارتگران بہمن ودی نے دست تعدی تاکیدنان گلزار پر کھولا اور بیدادگران خزان نے سبزۂ نودمیدہ چمن پر سمند پژمردگی با انداز کیا آشیانۂ عندلیب خوش لہجہ مین بوم شوم نے قصہ زاد بوم اپنے کا پڑھا باد صرصر اوراق گل پارہ پارہ کر ہر طرف اڑا لیگئی سرو آزاد لب جو اکڑنا بھول گیا اور رگوز پشت ہوا نہرین پانی کی سوکھ سوکھ اژدر کی طرح زبون معلوم ہونے لگین قمریان سرو وصنوبر کو زار نزار دیکھکر سر پر خاک اڑانے لگین صداے مرغان خوش نوا کی گریہ تر صداے طاوس سے تھی جسطرف دیکھو آواز سایئن سایئن کی آتی تھی مارے دہشت کے جبان

نکلی جاتی تھی چاردیواری باغ کی ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئی اور بنگلہ کی اینٹ سے
اینٹ بجنے لگی ہر روش پر بجائے سبزہ نودمیدہ خاربن بالشت بھر مثنوی

نہ وہ گل رہا اور نہ وہ بوستان	نہ وہ بزم عشرت نہ وہ دوستان
چھپا دل مین حسرت کا ہر اک کے خار	ہر اک کا ہوا غم سے زار و نزار
کسی کو کسی کی نہ سدھ تھی وہان	ہر اک خنجر غم سے تھی نیم جان
وہ باغ ایک اُداسی سے آباد تھا	کوئی غم سے اُس جا نہ آزاد تھا
جگہ اشک کے کٹ کے لخت جگر	لگے چشم سے گرنے شام و سحر

غرض یہ نوبت پہونچی کہ اعلے و ادنی چار موجہ طوفان بلاخیز اشک مین ڈوبے پوشاک
ہر ایک کے تن نازنین کی جزو بدن ہوئی مثال پوست کے جدا نہوتی اور ہر ایک
اپنے جسم لاغر کو دیکھکر روتی اور مضمون اس شعر کا سلک اشک مین پروتی ناسخ

یہ جسم زار ہے یون پیرہن کے پردہ مین	کہ جیسے روح نہان ہو بدن کے پردہ مین

سامان قیامت ہر طرف مہیا اور ساز غم و رنج و اندوہ کا ہر جا آمادہ فی الجملہ اگر دیوانہ
قہقہہ کا بھی گذر یہان ہوتا ایسی خاموشی اختیار کرتی کہ آسمان اُسکے حال پر برق و باران سے کبھی ہنستا کبھی روتا

رقم طرازان سحر بیان نے اس داستان طلسم انگیز حیرت آمیز کو دفتر کہنہ روزگار سے انتخاب کرکے اسطرح صفحہ قرطاس پر تحریر کیا ہی کہ جسوقت ماہرو پری نے پلنگ شاہزادہ دلپذیر اڑاکر پرستان مین پہونچایا اور رباع طلسماتی مین اُتارا خامہ دوزبان اسکی مدح پردازی سے معترف بعجز و انکسار اور دریاے تحیر مین ڈوب کر دست کاتب مین نگونسار اشجار طلسم برگ زمردین اور میوہ گوناگون جواہرات باآب وتاب سے سرسبز اور لدے ہوے واسطے اداے شکر باغبان لم یزلی کے سر زمین پر جھکاے ہوے اور ہر شاخ شاداب پر اقسام اقسام کے پرند نغمہ پرداز اپنے اپنے بولی مین ہزار زبان سے چہچہہ پرداز اور شور وغل مچاے ہوے ہر طرف حوضون مین فوارہ چھوٹ رہے تھے اور گوہر آبدار قطرات بہار حسن رخسار سبزہ نودمیدہ لوٹ رہے تھے جواہر زواہر قطرات شبنم اوراق گل پر مثل عقد پروین کے نمایان اور جنبش نسیم عنبر شمیم سے دامان سطح روش پر جواہر افشان دیوارین سونے چاندی کی اینٹون سے بنی ہوئین یہ جھلک مار رہی تھین کہ خورشید جہانتاب مارے خجالت کے اُسطرف سے کترا کر نکلتا تھا مگر ہر خشت زرنگار مین سراپاے ہزار خورشید نمایان و نور افشان اور نور بدر تابان اُسکے نور وشعشعہ مین پنہان ہر سمت ہزارون برجیان مرصع کار نمودار اور ہزار رنگ کے پرندون کی تصویر ہر ایک برجی پر آشکار ہر نہر وجوئبار دودھ وشہد سے لبریز اور ہر تختہ مین گوناگون پھولون سے اشجار شگفتہ بیز عنبر خیز ہر مکان رشک روضہ رضوان ہر شجر ثمر فشان جس میوہ کو دل چاہے خود سامنے آجاے نہ گرمی نہ سردی ہمیشہ صبح کا عالم ہر دروازہ پر چوکیدار و پاسبان مسلح موجود اور نقش قدم غیر اُسکے صفحہ سے مفقود درمیان اُس گلستان جنت نشان کے ایک بنگلہ مرصع کار زرنگار نہایت باآب وتاب رشک آئینہ حلب شعر عرفی رامعنی طلب شعر

زہے صفاے عمارت کہ در تماشایش		بدیدہ بازنگردد نگاہ از دیوار

جواہر و لعل و یاقوت و زمرد و مروارید و الماس و لاجورد و نیلم و پکھراج سے بنا ہوا ایسا جھلاجھل کر رہا تھا کہ فروغ ہزار خورشید محشر اُسکے روبرو مانند چراغ روز روپیش آفتاب بے نور ہیچ مین اُسکے ایک تخت مرصع آٹھ جواہرات کے ستونون پر رکھا تھا

جسکی محرابین مغرق بہ جواہر اور جڑاؤ میناکاری کی چھت کہ خالص کندن اور اقسام جواہر
آبدار سے بنے تھے ایسا جگ مگا رہا تھا کہ گویا صانع نادرہ کار نے دست صنعت کشادہ
کر ایک بیضہ مختلف اللون یا ایک نگینہ نور جڑاؤ انگوٹھی مین رکھا تھا اور ایک درخت
طلائی زمرد و الماس و لعل و یاقوت و مروارید سے جڑا ہوا سامنے اُسکے محراب کے
کھڑا تھا نگاہ نظارہ اُسکے تماشا سے سبق یکاد البرق یخطف ابصارہم کا پڑھتے تھے اور کسی
جگہ نہ جمتی بلکہ اُکھڑتی تھی ڈالیون پر اُسکے دو طاؤس زنگار رنگ کے جواہرات سے
بنے ہوے چونچون مین سلک مروارید دابے ہوے ہزار آئینہ دم سے پشت پر رکھے
ہوے گویا ناچنے کو تیار تھے اور ہر گردش مین فوارہ مشک و عنبر و اقسام عطریات کے
اُنکے منہ سے اُچھلتے تھے اور ہر چہار طرف اُسکے چپرند نگار مرصع کار موتیون کی جھالرون
جھلملا رہے تھے اور ہر جانب اپنی اپنی جگہ چوکیدار و پاسبان و نقیب و لیاول باادب
کھڑے ہوے اور دو رویہ دو دو خاص بردار کمخواب کی غلاف دار بند و قین دوش پر
رکھے سر سے مخمل و بادلہ کی جھنڈیان ہاتون مین لیے ہوے خاموش تصویرسان قایم
عقب اُنکے حبشی سرخ آنکھین سیہ بدن زربفت کی کرتیان پہنے ہوے گرز فولادی ہاتھون
مین صف بصف شل شل قطار بقطار جمے ہوے قصہ مختصر ماہرو پری نے شاہزادہ دلپذیر کو
اُس تخت پر جلوس فرما کیا اور ہر دم فرط شوق و ولولۂ ذوق سے بیتاب ہو کر کبھی اُسکی بلائین
لیتی اور کبھی کھڑا چاند کا ٹکڑا اُسکا چومتی قضارا آنکھ شاہزادہ بخت خوابیدہ کی جو کھلی نہ باغ پایا
نہ شاہزادی ماہ پیکر آغوش مین دیکھی نہ وہ سامان عیش و نشاط وہان موجود تھا بلکہ ایک
عالم بو العجب نظر آیا کہ نہ بیداری مین آنکھ نے دیکھا نہ گوش نے خواب مین سُنا آنکھین
مل کر کہنے لگا یارب یہ بیداری ہی یا خواب و خیال یا عالم مثال سامنے جو دیکھے تو ایک
نازنین رشک حور عین مہ جبین خورشید لقا عورت موجود ہی اور دست بستہ دو زانو
باادب بیٹھی ہوئی ہی گھبراہٹ کے عالم مین جھنجھلا کر کہنے لگا کون ہی تو اور کس عالم سے ہی تو
کہ شاید بنی نوع انسان کے نہین ہی اور یہ مکان کس کا ہی اور یہان کون مجھکو لایا ہی یہ کلام
سُنکر پری مسکرا کر بولی صاحب عالم یہ تقصیر اس کنیز ناچیز سے سرزد ہوئی شعر

پری ہون مین اور یہ پرستان ہی	یہان سب یہ قوم نبی جان ہی

آپ کی آتش عشق نے دل و جگر کو کباب اور مثل ماہی بے آب بیتاب کیا خیال اُودھر کا چھوڑیے اور رشتہ الفت یہان جوڑیے جو کچھ درکار ہو لیجیے اور یہ باغ و مکان ازان خودہی تصور کیجیے جو کچھ کاتب تقدیر نے خامہ ارادت سے صفحہ حال پر لکھا تھا وہ ظہور مین آیا قصور معاف بمجرد سنوح اس سانحہ ہوش ربا حیرت زا کے شاہزادہ بیخود ہو گیا اور دریاے تحیر مین ڈوب کر آنکھون مین آنسو بھر لایا اور کہا شعر

ہاے قسمت نے یہ کیا روز دکھایا مجھکو	نظر آتا ہی نہ اپنا نہ پرایا مجھکو
عیش و اسباب چھٹا ملک چھٹا یار چھٹے	خویش و بیگانہ چھٹے دوست و غمخوار چھٹے

آخر کار سوچکر کہنے لگا اے دل اب اضطرابی و بیقراری سے کچھ حاصل نہین دامان صبر ہاتھ سے نہ دیجیے اور کمر استقلال مضبوط کیجیے شعر

بہ بینم کہ تا گردگار جہان	درین آشکارا چہ دارد نہان

شیرین کلامی سے اسکو دام مین پھانسیے اور رو کھائیے کو راہ نہ دیجیے کہ درحقیقت اوسکا حال معلوم کیا کالی بلا سے بدتر یہ سوچ کر پری سے مخاطب ہوا کہ خیر انوصاحب ہماری تقدیر مین لکھا تھا کہ ایک کے دام بلا سے رہا ہو کر آپ کے قبضہ اختیار مین بلاقصور دائم الحبس ہون ہم آپ کے پنجہ بلا مین گرفتار ہاین جسطرح رکھو گے رہینگے اور منھ سے کچھ نہ بولینگے شعر

حسرت پر اُس مسافر بیکس کے روئیے	جو تھک گیا ہو بیٹھکے منزل کے سامنے

الغرض ماہرو نے ہزار گونہ تسلی و تشفی شاہزادہ کی کر کے تمام پریون و پرستارون و پریزادون و خدمتگذاران اونے و اعلی کو حکم ناطق سنایا کہ خاطر داری و نازبرداری شاہزادۂ والا جاہ کی سب امور پر مقدم رکھکر کوئی دقیقہ دقائق خدمتگاری و نازبرداری سے فروگذاشت نہو اور جس شی پر طبع نازک اُسکی میل فرمائے فوراً موجود و مہیا کر دکھانے کو اقسام اقسام کے میوہ اور طعام مرغوب پینے کو آب سرد سیر کو باغ موجود اور آپ رات دن اُسکی خدمت مین حاضر رہکر مانند گل موسم بہار کے شگفتہ خاطر رہتی تھی اور اُسکی باتین سنتے اور اپنی کہتی تھی دن عید رات شب برات تھی اور شاہزادہ بلند ارادہ بھی ہر رات کلام شیرین سے اُسکے دامان خاطر

مین گوہر آبدار بھرتا اور طوعاً و کرہاً بسر اوقات کرتا اور بجز دلجوئی و دمسازی و گرم اختلاطی کے
کوئی کلمہ زبان پر نہ لاتا لیکن باوجود اس گرم اختلاطی و گرم جوشی و ہمکناری و ہم آغوشی کے دامان
دل کبھی ہوا جس نفسانی و وساوس شیطانی سے غبار آلودہ نہ کیا قصہ مختصر جب اسطرح ایک مدت
گذر گئی تب ماہرو پری کو یہ خیال دامنگیر ہوا کہ شاہزادہ عالی خاندان کو اب کہین جاے محفوظ و مصون
مین لیجائیے کہ جہان اندیشہ کو گذر نہو اور فرشتہ پر نہ مار سکے خدانخواستہ اگر شاہ پریان والد بزرگوار
کے مکان مین کسی طرح یہ بھنک پہونچے تو موجب رسوائی و ذلت کا ہوگا اور جبین سلطنت پہ
دھبہ لگ جائیگا سلاطین پرستان کے روبرو آنکھ اٹھانے کی نہ رہینگے اور اپنی زندگانی سے
ہاتھ دھوئینگے معاندان سلطنت خوش ہوئینگے خیرخواہان دولت عظمیٰ سر پر ہاتھ رکھکر روئینگے
یہ سوچکر ایک قلعہ معلق آسمان مین کہ مثل قلعہ آسمان کے خلل و زلل سے محفوظ و محروس تھا اور اس
مکان طلسم انگیز راحت آمیز سے کہین بدرجہا دلچسپ و پر فضا فرحت افزا تھا بعد استرضا و استمزاج
کے شاہزادہ کو لیجا کر اسمین اتارا اور خلل اندازی و رخنہ پردازی تمام دغماز سے امین ہوئی
اور روز و شب و سال و ماہ جام مئے عشق شاہزادہ سے مست و مخمور رہنے لگی ۔

داستان خواب دیکھنا وزیرزادی زیب النسا کا اور جوگن بنکے نکلنا واسطے تلاش شاہزادہ دلپذیر کے

ابیات

پلا ساقیا بادۂ غم گر	کرون دل سے تا پنہے کچھ مشقہ سرا
بنا کر کے جوگن کو پہچون ادہر	نشان شاہزادہ کا پاؤن جدہر

قضا کار بعد مدت دراز و عرصہ دیر باز کے وزیرزادی زیب النسا نے ایک رات خواب کرفی الحقیقت بیداری تھی دیکھا کر کوئی سروش خجستہ پیکر باواز بشارت آمود فرماتا ہی کہ اٹھ اور جوگیانہ لباس زیب تن کر کہ شاہزادہ دلپذیر یہان مانند ماہ کنعان سبب اثبات جرم قید اور طایر دل اسکا دام کاکل مین گرفتار شل صبح ہر رات دن شمع کے مانند گھٹ گھٹ کے جلتا ہی اور جان دیتا ہی اور ایک پری ماہرو نام کے بدمزاجی کا بار اپنے سر پر لیتا ہی ماہ منیر کا دم بھرتا ہی اگرچہ زندگی یہان بسر کرتا ہی اگر شاہزادی کے دل پہ اسکی مفارقت کا قلق ہی تو اسکا دل بھی شوق تمنا سے وصال مین مانند برگ گل ہزار جا سے شق ہی ہر دم مانند تصویر حیران ہر گو دیدہ وا ہی مگر بیجان ہی شاہزادی کو اس حال سے آگاہ کر کہ اپنا ننگ و ناموس اب مت تباہ کر

شعر

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند	چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند

دیکھتے ہی اس خواب کے وزیرزادی گھبرا کر چونک اٹھی بے ساختہ منہ سے جاری کہ ع کہان ہی کہان ہی کہان ہی کہان ہی یہان ہی یہان ہی یہان ہی وہ شہزادی کہ قریب اسکے کروٹین بدل بدل کر ہچکیان لیکر رو رہی تھی اور مضمون اس شعر کا رشتۂ غم جدائی مین پرو رہی تھی

غزل

رنج بیحد لیکر گذرتا ہی فراق یار مین	ای خدا دیکھے نہ کوئی وہ کسی آزار مین
ای مسیحا اب بھی آتا ہی تو آکر دیکھ لے	سانس کچھ باقی ابھی تک ہی تیرے بیمار مین
زخم تو ظاہر نہین تن ہی مگر مجروح سب	دیکھیے اعجاز کیا ہی چشم کی تلوار مین

اور کبھی بہجوم درد رنج سے بیہوش ہوکر صبا کی طرف مخاطب ہوکر کہتی

ای نسیم سحری جا کہو اس یار سے تی	سبب گریہ مستی موجب آزار سے تی
جب بیرحم سے تی شوخ ستمگار سے تی	باعث رقت وہم سوز دل افگار سے تی

شاہزادی تیرے ہجران مین پڑی مرتی ہے
سر کو پتھر پہ پٹک شور و فغان کرتی ہے

آواز وزیرزادی کی سنکر گھبرا کر بول اُٹھی اے لو زیب النسا خیر تو ہے کون پکارتا ہے کسکی خبر زیر
کس سے تو باتین کرتی ہے وزیرزادی نے ہنسکر کہا شعر

اے کشائش گرہ مدعا مبارک باد | ثمرفشانی نخل دعا مبارک باد

اول سے آخر تک احوال خواب کہ پرتو افگن آئینہ ضمیر ہوا مفصل بیان کیا اور کہا ملکہ صاحبہ
اب آپ مانند گل غنچہ غم سے گریبان دل چاک نہ کیجیے اور بعد کرسی نشینی نقش مراد و حصول
تمنا کے انعام لونڈی کا دیجیے جب یہ فسانہ شہزادی کے گوش زد ہوا کچھ یقین ہوا کچھ خواب کا
قصہ جھوٹا پایا پر وزیرزادی نے ادب سمجھا اگر غرض کیا یہان عقل کو دخل نہ دیجیے نہ اسکے
وصل پر نظر کیجیے مگر اب بہترین صلاح خرد و دوراندیش یہی ہے کہ یہ کنیز بہ لباس جوگیانہ نکلکر اسے
ڈھونڈے اور مثل صبا ہر شہر و نگر بستی بلدہ قصبہ تکیہ زاویہ کوچہ و گلستان بیابان کوہ و صحرا
گانون گراؤن مین جاکر دیکھے بہا سے امید قوی ہے کہ مسبب الاسباب خار رنج و درد کو گل
عشرت سے بدل کرے اور کشتی تباہی خوردہ گرداب بحر غم سے ساحل نجات پر لگا دے
ان مع العسر یسرا مصداق اسکے ہے جسوقت شاہزادی جگرسوختہ نے اس واقعہ ہوش ربا کو سنا
غنچہ دل کو نذر آہ و فغان سے خوب ہر دیکھا اور گھبرا کے زبان پہ قلم تکلم سے یہ مقولہ لکھا کہ
اے رفیق طریق اس مصیبت کی حالت مین طائر تیز پرواز ہوش جب اُڑ جاتا ہے کوئی مونس و غمخوار اپنا
بجز تیرے کوئی نہین نظر آتا ہے کاش اگر تجکو بھی دیدہ و دانستہ ہاتھ سے دون تو توں ہے کہ مجھ
خستہ جگر کے ریش پر مرہم تسلی رکھیگا آخر ایک غم پر دوسرا غم زیادہ ہوگا اور آتش حسرت سے
پھنک پھنک کر جلنا پڑیگا عالم خواب کا چندان اعتبار نہین ہے کبھی راست کبھی دروغ واقع ہوا ہے
دنیا مین منشی تقدیر نے خامہ مشیت سے کسی کے صفحہ پیشانی پر حرف عیش جاودانی نہین لکھا اور
جو کچھ آدمی کے نامہ اعمال مین نوشتہ یا نقش ثبت ہوگیا کسی مدبر کے ناخن تدبیر سے چھل
نہین سکتا خون دل پینا گوارا مگر تیری علیحدگی سے چارا نہین گردش بخت نے اپنے حال زار پر
رونیگے مگر تجکو ہاتھ سے کھو بیٹھنگے قطع نظر اس سے اس جگہ کہ جسکا کچھ پتہ ٹھکانا معلوم نہین ہے

بھی ارادہ کرے جو نیت و مقدم ہی لازم وقت یہ ہی کہ ایک چلہ خواب و آرام سے ہاتھ اُٹھاؤ
اور خدا کی بندگی مین سر جھکاؤ اور دعاو زاری بحضور قلب اُسکی درگاہ مین کرو شاید واہب العطیات
اپنے فضل و کرم سے تیر مراد کو ہدف حصول مقصد دلی پر پہونچا دے اور اُس یوسف گم گشتہ کی خبر
بہم پہونچا دے اسوقت بہر نوع کہ ممکن ہو اسطرف کا قصد کرو تو البتہ مصلحت وقت ہی وزیرزادی
بولی یہ جو آپ نے فرمایا بجا و راست مگر جب تک انسان بار صعوبت کا اپنے سر پر نہ رکھے میوہ
شاہد دل پسند راحت کو نہ چکھے اور جب تک خلش خار غم سے پاے ارادہ ابلہ نما نہو گل مراد شاخ
تمنا مین نسیم عشرت سے شگفتہ نہو ع در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست ٭ سالک جب اپنی ذات کو
ریاضات شدیدہ و شاقہ سے فنا کرتا ہی دامن حال اپنے مین گوہر بقاے مطلق بھرتا ہی دیکھو

شاہ بوعلی قلندر فرماتے ہین شعر

چون الف در لام میگردد نہان	خویش را گم ساز تا یابے نشان

اور اسی کے مطابق کسی نے کہا ہی ع کرے کم آپ کو جب اسکو پاوے ٭ جب تک جادۂ خرام
منزل نیستی کا نہو شہرستان ہستی مین قدم نہ رکھے اللہ جل شانہ کسی متنفس کی محنت ضائع نہین
کرتا ہی کبھی نہ کبھی نقد مراد اُسکے کیسہ مین بھرتا ہی مگر لازم یہی ہی کہ تن برضا و جان بقضا دیجیے
اور معاملہ الٰہی مین چون و چرا کو دخل نہ دیجیے اور فضل خدا پر نظر رکھیے اور لونڈی کے خواب کو
اضغاث و دروغ نہ سمجھیے اس بیان کو وزیرزادی سے سنکر ابیات

کہا شاہزادی نے سن اے رفیق	ہوئی ہین تو اس چاہ غم مین غریق
کہا اُسنے کیا کیجیے پھر بھلا	پڑی اب تو سر پر یہ اسپنے بلا ٭
تجھے دیکھنا یون گوارا نہین	اس اندوہ کا مجھکو چارا نہین

قصہ کوتاہ بعد رد و کد بسیار وخوش آمد و درآمد بیشمار شاہزادی اسیر غم مفارقت
اس بات پر راضی ہوئی اور روز وزیرزادی زیب النسا نے جھٹ پٹ لباس شاہانہ کو خرقہ
و مرگ چھالا جو گیانہ سے بدلا اور گریبان کو مثل گل چاک کیا خاک بسر ادھر ادھر پھینک دیا
اور ایک ساڑی نفیس کا لہنگا پہنا اور سنگی ٹھنکی سیلی تا گا مندرہ وغیرہ درست کیے اور شنگرفی
چادر کی گاتی باندہ سر سے لپٹی اور جٹا جو گیانہ پر بھبوت ملا اور ساغر چشم کو بے گلگون

اشک سے لبریز کیا اور کانون مین مندرے زمردین و گوہرین پہنکر گلستان رخسار کو جگمگا دیا جسنے دیکھا کہا آتش

سبزہ پر اس گوش کے فیروزہ بہا لگاوے گا ۔ رشک کے مارے زمرد خاک مین مل جائیگا

لٹین زلف کی کہ واسطے ماہی دل عاشق کے دام حلقہ دار سے کم نہ تہین گلے مین ڈالین گویا دو ناگین پالین اور یاقوت و مرجان کی سمرن ہاتھ مین لیکر ماہ شب چاردہ کو شرمندہ کیا اور لولوے گوش نے لولوے شاہوار کو سر بازار لولو بنایا اور سوز دل سے راکھ منہہ سے اڑائی گویا آتشبازی کی ہوائی چھوڑائی اور ایک بین کاندھے پر شل لنگا جلی دستری جسے دیکھکر میدان فلک مین بڑی ہل چل پڑی جو کوئی اسکو دیکھتا بے اختیار رہ جاتا اور کہتا کہ واہ یہ چہرہ بھبوت آلودہ زیب النسا کا نہین بلکہ ورق زرین کو ماوا سے گوہر آبدار سے حل کیا ہی غرض اسطرح جب بن ٹھن کر تیار ہوئی رو رو کر شاہزادی اور ہمجولیون سے رخصت کی التجا کا ہوئی بدرجہ مجبوری ہر ایک نے رو رو کر کہا ہمنے تجھے خدا کو سونپا ہمارا کہنا سنا معاف کرنا ہونی آپ بھی ہماری طرف سے اگر کدورت دل مین ہو صاف کرنا کسی نے سر پہ آگر کہا بوا ہمین نہ بھولنا دعاے خیر مین یاد رکھنا کہانہ بھولونگی مگر اب یاد و تلاش اسکی مقدم ہی جسکے نشتر مفارقت سے رگ جان شاہزادی سے خون جاری دل پر درد و غم طاری ہی یہ کہکر ہر ایک سے بغلگیر ہوئی اور شاہزادی کو کہا دل کو بفضل خدا پہ توی رکھنا چاہیے غالب ہی کہ شب تاریک فرقت کی صبح روشن وصل سے مبدل ہو اور تو جانتی ہی کہ یہ نیچہ مین نے فقط تیرے خاطر اختیار کیا ہی شاہزادی نے رو رو کر دھاڑین مارین کہا کہ ہی ہیہم شب تنہائی اگرچہ تیری جدائی موت سے کم نہین اور کاش اگر وہ بھی مرگیا ہوتا تو ہمارے دل کو اسقدر رنج و قلق نہوتا مگر رشک تو یہ ہی کہ شعر

آغوش خالی اپنا عدو تخت وصل پر ۔ ہمسر ہوا ہما کے ہی اختر غراب کا

آہ وافسوس خمسہ غزل

غیر سے اس شعلہ رو کو دان کنار و بوس ہی ۔ آتش حسرت مرے سینہ مین نہان فانوس ہی
کسکی دم مین آہ جلتا خانۂ ناموس ہی ۔ کسکی نیرنگی یہ برق خاطر مایوس ہی

جو شرر دل سے اُٹھے سو جلوۂ طاؤس ہی

کاہش غم سے ایسی نہین گھلی ہوں کہ ایک دم شادی کا بھرون اور مفارقت شاہزادہ سے ایسی لاغر ہوئی ہون کہ تصویر تھیں پر سبقت نہ لیجاؤن

نظم

ضعف سے تن پر نکل آئی ہین نَس کی تیلیان
دشمن جان ہین دل بیدست ترس کی تیلیان
کتنی ہی سکین نہ توڑین پیش و پس کی تیلیان
ہم پھڑک کر توڑتے سارے قفس کی تیلیان
پر نہین آئی ہم صفیر و اپنے بس کی تیلیان

اور ممکن نہ تھا کہ ساتھ تیرے بروگن بنکر نکل کھڑی ہوتی غرض اسی طرح آپہین گفتگو رقت آمیز و تحسر انگیز کر کے جوگن بین کاندھے پر دھر کر رخصت ہوئی اور آبادی سے مُنھ موڑ کر سیدھی طرف جنگل کے گئی یہان ماہ منیر کی حالت اور بھی دگرگون ہوئی اور طبع مغموم قرین جنون چند روز مین جو تاب و طاقت کہ باقی تھی بالکل سلب ہوئی اور لاغری تمام جسم پر ایسی مسلط ہوئی کہ سوا ے مشت استخوان کے کچھ باقی نہ رہا فلک سے مخاطب ہو کر اور اپنی صورت دیکھکر کہنے لگی

شعر

ہو چکا خنجر بیداد کا بسمل ٹھنڈا
لے ہوا اب تو کلیجہ ترا قاتل ٹھنڈا

غرض بنگلہ کے ایک گوشہ مین مثل تصویر بیجان پڑی رہتی اور ہردم گردش چرخ کے ہزار صدمہ دل نازنین پر سہتی اور اکثر اوقات جانب صحراے یاس و نومیدی کی طرف ٹکٹکی باندھتی اور کہتی

بند مخمس

ناامیدی کی کرون کس سے مین جاکر فریاد
قیس صحرا مین نہ ہی کوہ پہ غمگین فرہاد
دام صیاد سے بلبل نہ ابھی ہی آزاد
اور نہ زندان مین ہی زنجیر کا خانہ آباد
کون غمخوار ہوا اپنا کہ جو دے اسدم داد
مرنا بہتر ہی مرے حق مین ہی جینا ناشاد

شمع در ماندگی خود بکہ تقریر کنم
عاجزم چارہ من نیست چہ تدبیر کنم

الغرض یہان کا حال ہر روز بدتر تھا اور وہ جوگن غم کی بروگن جنگل مین **شعر**

لیے ہین پھرتی تھی صحرا نوردِ
تن خاک خاک و رخ زرد زرد

اتفاقاً بعد کئی مہینے کے گذر اُس جادہ پیمائے بادیۂ طلب کا ایک صحرائے خونخوار مین
ہوا کہ ہر شجر اُسکا سر بفلک کشیدہ تھا طائران طوبے اگر قصد بلند پروازی کا کرتے اور چاہتے
کہ عالم لاہوت کی میدان مین سیر کرین اس درختون پر آکر بیٹھتے اور وہان سے میدان لاہوت
مین جاتے اور دانہ قدس کھاتے ہر خار اس دشت ناہنجار کا ایسا نوکدار کہ جب قاصد اندیشہ
مرغان اولے اجنحہ اس طرف گذرتا پائے حال چھنکر خونچکان ہوجاتا جانوران درندہ وگزندہ کا
مسکن تھا اور مرغان صحرائے کا نشیمن صحرائے خونخوار نہ تھا مالک سقر نے دوزخ کا نمونہ بنایا تھا
ہوائے گرم وتمازت آفتاب سے پائے اندیشہ قاصدان اوہام مین تبخالہ پڑتے تھے اور جانور
زبان نکالتے فرط تشنگی سے پھر پھر اکر مرتے تھے کوئی درند گزند پرند چرند اسمین ایک جا ٹھہر
سکتے تھے مثل ریگ روان ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے دیکھا کہ رات قریب ایک پہر کے
گذری چونکہ زندگی سے تنگ آگئے تھے اور چاہتی تھی کہ لقمہ کسی دام و دد کا ہوجاؤن تو اُس
صعوبت سختی ورنج والم سے نجات پاؤن یہ سوچکر ایک جگہ جھاڑ کر مرگ چھالا بچھا کر بیٹھی اور دل مین
کہنے لگی کہ افسوس محنت ومشقت وسفر کی شدت رائیگان گئی اور کہین اُس یوسف گمشتہ کا
پتہ مثال عنقا متواری نہ لگا پائے طلب سے جہان بھر چھان ڈالا کہین اُسکا سراغ نہ ملا نہ رہبر ہاتھ آیا
کہ اُس تک پہونچاتا نہ کوئی تدبیر بن پڑی کہ ناخن فکر سے گرہ مدعا کی کھلتی شاہزادی یون چھوٹی
کتاب راحت وآرام کی طاق پر رکھی اپنے بیگانون کو پیٹھ دی دشت بیابان ویران وآبادی
وشہر ونگر بستی وکوہ وصحرا کی خاک چھانی مگر دار الملک حصول تمنا سے دلی مین نہ پہونچی نہ کہین
اب تک اُسکا پتہ لگا آیندہ فرد

بہ بینم کہ تا کردگار جہان	درین آشکارا چہ دارد نہان	

یا مجیب الدعوات یا حل المشکلات یا مسبب الاسباب تیری ذات ارحم الراحمین واکرم الاکرمین ہے
مجھے اس بلائے جانستان سے نجات دے اور اُسکا پتہ وسراغ کہین لگا دے کیونکہ شعر

تو گفتی ہر آنکس کہ در رنج و تاب	دعائے کند من کنم مستجاب
چو عاجز بماندہ دانم ترا	درین عاجزی چون نخوانم ترا

یہ کہکر دل بہلانے کے واسطے بین بجانے لگی اور سوز وگداز وغم واندوہ کا ترانہ گانے لگی

کہ رفیق دمساز اُسکا اسوقت عالم تنہائی سنسان جنگل مین سوا بین نوازی کے کوئی نہ تھا
قدرت ایزد بیچون سے تھوڑے عرصہ مین یہ سمان بندھا کہ صدائے واہ واہ مرحبا احسنت
خوشباش کی ہر جڑی بوٹی پتے پتے ذرہ ذرہ کی زبان حال سے نکلنے لگی جنے کہ دور نزدیک
چرند پرند درندگزندگوے وارچوگان شوق ذوق سے دوڑے اور اُسکے گرد وپیش حلقہ باندھ کر
سننے لگے اور ایک عالم سناٹے کا ہر طرف جلوہ گر ہوا وحشت و رمیدگی جانوران وحشی سے
دور بھاگی اور دائرہ نشین آرام وسکون کے ہوئے محویت کے عالم مین بیخود پڑے تھے اور
ایک دوسرے پر آگے پیچھے سر دھرے کوئی بیٹھے کوئی کھڑے تھی آہوان وحشت سرشت
سر جھکاے تھے نزدیک اُسکے آ گئے تھے پانی چشموں کے مثل مواجہ اچھلنے لگے اور دریاے
منجمد آتش لقمہ سے پگھلنے لگے اور جاری ہوئی پانون بادپاے صرصر کے بھاری ہوئے
جسنے سنا دوڑ آیا اور سر دھنا ماہتاب نے فرش چاندنی کا بچھا دیا تھا اور صداے بین نے
وحشیان دشتی کو سلادیا چاند آسمان پر ٹھٹک کر رہگیا آب سریع السیر کا اُسکے آنکھ سے بھگ
مرغان اوس اجنحہ جھوم جھوم کر درختون سے گرنے لگے مثل طاؤس رقاص آس پاس
اُسکے پھرنے لگے جسطرف نظر اٹھاتی چرند پرند کو مثل مرغ بسمل تڑپتا پاتی تار ہاے بین
دریاے نغمہ یون موج زن ہوا کہ فرط خجلت سے زیر زمین صاحب ارغن ہوا دو رنہ تھا
کہ آسمان سے چاند زمین پر آ گرے اور دف اپنا اُسکے سنگت مین بجاے مگر چار طرف سے
ابر سیہ آیا اور اُسکو پردہ مین چھپایا پانی برسنے لگا گھٹا چھا گئی فصل بارش کی آگئی پرندوں
کے مزہ مین خلل آیا پرون کا نمگیرہ بنایا جوگن کو بھیگنے سے بچایا الغرض عالم ذوق وشوق میں
یہانتک بین بجائی کہ خود وجد مین آگئی تیغ صداے بین سے آپ بھی مرغ بسمل کی طرح
لوٹنے لگی اور تڑپ تڑپ کر غلبہ ربودگی سے ٹھنڈی ہوئی نبض ایسی ساکت ہوئی کہ اگر
عیسیٰ علیہ السلام آکر دیکھتے اصلا حرکت محسوس نہوتی وحشیان دشت کہ غش مین پڑے تھے
بعد آنے ہوش کچھ چلے گئے کچھ بدستور پڑے رہے اور بعد عرصہ دراز جوگن نواز کو بھی افاقہ
ہوا کلبلا کر بیدار ہوئی اور سنبھل کر بیٹھی مگر چشم آلود غم سے طاری آنکھین بھاری گویا مے نغمہ کی
سے سرمست الست تھی قضا کار اُس جنگل کے ایک درخت بلند پر کہ سر بفلک کشیدہ اور ...

خلد برین کا نور دیدہ تھا ہر شاخ اُسکی برسون کی راہ سایہ انداز اور مثل شاخ سدرۃ المنتہی کے
سرفراز تھی ریشہ بیخ اُسکے کا بیخ اشجار عالم شش جہت سے التیام پذیر و پیچیدگی گیر تھا اور اُسیکے
سبب تمام اشجار سرسبز و شاداب تھے انکی خشکی ریشہ اُسکے سے توام تھی اُس درخت پر آشیانہ
سیمرغ تھا وہ بچہ اُسکے اُسمین تھے یہ صداے دردآمیز وجد انگیز بین وجوگن کی سنکر سیمرغ سے
کہنے لگے کہ آواز آدم زاد کی ایک سوز و گداز کے ساتھ آتی ہی دل پھاڑتی ہی جگر جلاتی ہی تحقیق ہوتا ہی
کوئی بیچارا خانمان آوارہ ہی آفت رسیدہ رنج و الم دیدہ ہی امید شفقت پدری سے یہ ہی
کہ اُسکو ڈھونڈکر یہان اُوڑالاؤ کہ دیکھیین صانع مطلق نے ترکیب خلقت انسان کی کس طور پر
کی ہی وقت طلوع آفتاب سیمرغ آشیانہ سے بلند پرواز ہوا تمام عالم اُسکے پرون کے سایہ سے
سیاہ تر از شب یلدا ہوگیا اور روشنی آفتاب کی چھپ گئی بوے آدم سونگتا سونگتا وہان آیا
کہ جہان جوگن غمگین بروگن بیٹھی تھی دیکھکر اس سیہ بلا کو ہول کھاکر بیہوش ہوئی اور وہ
اُسکو اڑاکر بچون کے پاس لے گیا بچے ترکیب انسان دیکھکر نہایت متعجب ہوے اور بآواز

مہیب دہشت بین کرنے لگے ہوش جوگن کے جاتے رہے اور سکتہ مین آگئی بعد کچھ دیر کے افاقہ
ہوا قدرت ایزدی سے بچہ گویا ہوا دست شفقت اُسکے سر پر پھیر کر کہنے لگے خاطر جمع رکھو اور
خوف و ہراس کو دل نازک مین راہ نہ دے تو اور حال اپنا مفصل بیان کر حتے الوسع بر آمد کار
تیرے مین کوتاہی نہ کی جاویگی جوگن سُننے اس نکتہ غم گزا سے شگفتہ خاطر ہوئی اور گرد تردد
و ملال اُسکے صفحہ دل سے جاروب کشی تسلی بچون سے شستہ و رفتہ ہوئی احوال رنج و ملال گذشتہ
اپنا روبروے بچون کے گزارش کیا اور بہزار مجبوری چند روز مقام کیا آخر ایک روز نہایت گھبرائی
اور شاہزادے کو یاد کر کے بہت چلائی تب بچون نے سیمرغ سے کہا کہ اب اسکو منزل مقصود پر
پہونچانا نہایت قرین صلاح عقل صواب اندیش ہی سیمرغ نے کہا تسلی رکھ کل تجھکو انشاء تعالی
ایسی جگہ پہونچاؤنگا کہ جہان سے کل سراغ تیرے دماغ مین پہونچے یہ کہکر بعد چند ساعت اُڑا
اور ادھر اُدھر سے غذا لاکر پھر آیا پس جسوقت فیل سیہ چہرہ شب خرطوم ذو ذنب کی وبا کر دندان
ستارہاے درخشندان کے زمین پر گرا کر جادہ پیماے بادیہ تحت الثرے کا ہوا اور سیمرغ زرین
بال آفتاب کا آشیانہ مشرق سے نکلکر پرہاے شعاع پھیلا کر تیز پرواز کوہ قاف سیما کا ہوا
سیمرغ نے جوگن کو اپنے بازو پر بٹھلایا اور پر کھول کر آسمان کی طرف بلند پرواز ہوا اتنا اونچا
گیا کہ جوگن کے کانون مین مشورہ امور عالم دنیا کا زبان ملایک سے آنے لگا احوال بود و نبود
دنیا کا سُنکر جوگن گھبرائی اور بعد دوپہر کے وہ ایک پہاڑ پر اُترا اور جوگن سے کہا یہان البتہ
تیرا مطلب کچھ بر آئیگا اور نقش مراد کرسی حصول مطالب پر مربع بیٹھیگا پھر آگے خدا ے تعالی
مسبب الاسباب ہی کہین نہ کہین شاہزادہ گم گشتہ کا سراغ لگا دیگا یہ کہا اور ایک پر اپنا نوچ کر
حوالہ کیا کہ جب تجھپر کوئی مصیبت سخت آپڑے اور اُسکی تدبیر سے تو ناچار ہو جاے خود کو آگ
پر رکھکر پر کو اُسکی خوشبو دنیا مین اسی دم حاضر ہو کر مشکل کشائی تیری کرونگا اور چار سو چند ان
بلا خیر خرابی سے ساحل مراد پر پہونچاونگا یہ کہکر سیمرغ تو اُڑ گیا اور جوگن بیٹھی رہی مثنوی

نہ کوئی اُسکے وان پہ تھا ہمراہ — غیر ذات خدا سے غیب آگاہ
بیٹھی تھی ایک جا پہ وہ حیران — مثل تصویر صورت بیجان
دل مین کرتی تھی سو طرح تدبیر — جس سے آجاے راست تا تقدیر

ہر گھڑی لب پہ جاری تھی یہ دعا / جلد امید اے خدا بر لا
جسکی خاطر لیا ہے مین نے جوگ / ہے غذا کی جگہ یہ خون کا بھوگ
جاد اسکا کہین لگاوے سراغ / دلپہ اب رکھ نہ میرے درد کا داغ

اور کبھی خنجر مضمون غزل شہیدی سے شہید ہوکر زبان آتش فشان سے کہتی تھی غزل

دل چاک چاک عشق مین ہے سینہ داغ داغ / اس چاک چاک سے ہے خیابان و باغ داغ
ہین تیرے دور زلف سے اے شمع تیرہ روز / ہے میرے شب سیہ سے فلک کا چراغ داغ
دل مین ہین ایسے شعلے کہ شعلہ ہو جلکے راکھ / سینہ مین ہین وہ داغ کہ ہو جسسے داغ داغ
کیون داغ کو نہو مرے دل کا فضا پسند / بھرا ہے وحشیون سے یہ دل اور کلاغ داغ
دل ہوگیا ہے اپنے سیہ روزیون مین گم / پوچھون اندھیری رات مین کس سے سراغ داغ
چاک دل و جگر مین نہ کیا جب سے سوز عشق / جلتا ہے آگ رشک سے اور ہوا دہانہ داغ
اُس شعلہ کا ہے ذکر شہیدی کو رات دن / اوقات سے ہمارے ہین اہل فسردہ داغ

اور کبھی سوز دردلی سے بھڑک کر یہ آواز دردناک یہ جوگی نامہ میان ولی محمد نظیر اکبرآبادی کا جو سب عالم مین ورد زبان ہو بیٹھ کر گاتی

جوگی نامۂ نظیر

ہے رقم کس قلم شوق سے اے غنچہ دہن / اشتیاقی کہ بدیدار تو دارد دل و تن
دور جسدن سے ہوا تجھ چمن حسن سے مین / نہ مجھے باغ خوش آتا ہے نہ گلشن نہ چمن
چشم نمناک جگر چاک پریشان خاطر / چاک پر چاک گریبان سے لگا تا دامن
رات دن ہجر مین جوگی سا بنا پھرتا ہون / بیقراری سے تیرے نام کی جپتا سمرن
دوش پر بار الم کانون مین غم کے مندرے / اشک کے تار گلے مین پڑے سیلی کے نمن
دمبدم آہ کی تونبی سے بجانا یہ صدا / دیکھیے کون سے دن ہو ہمین دیکھے درشن
پیرہن گیروا اور تن کے اوپر چھائے بھبوت / سر سے لے پانوتلک خاک ملے سو سو من
گر یہی جیتے تو جینے کی نہین فکر ہمین / اور جو مرجائین تو ہرگز نہین پرواے کفن
ہم فقیرون کے تئین کام ہے کیا استل سے / وہی استل ہے جہان مار کے بیٹھے آسن
خاک پر سو رہے رکھ سر کے تلے ہاتھ جہان / ہے وہی تخت وہی فرش وہی سنگھاسن

جا پڑے یاد میں اُنہ یار کے جس دن تہا میں	وہی گوکل ہے ہمین اور وہی بندرابن
پیاس لگتی ہے تو پی لیتے ہین آنسو بھر بھر	بھوک لگتی ہے تو ہین یار کے غم کے بھوجن
پھول پھلواری کی اُس دن سے نہاں کچھ پروا	جب سے گل کھا کے محبت میں جلایا ہے بدن

قصہ کوتاہ یہ اشعار پڑھتی ہوئی پہاڑ کے ایک طرف چلی اور بعد قطع مسافت دس گیارہ کوس کے
ایک قصر عالیشان جنت نشان رشک گلستان ارم طلسم تو ام نظر آیا معمار خامہ کو اگر مصالح شنا طرازی
اُسکے کا بہم پہونچتا البتہ گچ تحریر سے بنا سخن کو استوار کیا دے کے نقش و صاف گوناگون کا پرکار
روانگی سے پھر کر دست تجلی سے کھینچ کر طرح رنگ آمیزی کی اُسکی ڈالتا لیکن بسبب عدم دستیابی
کلک التقریر کے مجبور ہو کر دائرہ نشین معذور الاین ہو کر کلمہ لا تیرک کلہ کے ہوتا سبحان اللہ بنا اُس قصر عظیم الشان کی
سطح زمین سے اسطرح نقش مربع میں کھینچا کر کار نامہ مانی وارژنگ اُسکی تعظیم کو اٹھے اور نور رہا
اُسکے بام رفعت نشان پر ایسا پرتو افگن ہوا کہ آفتاب جیسے دریوزہ گری دامن پھیلا کے اسکے روبرو نہ کھڑا ہو
طلعہ صبح نور آگین کے اگرچہ افق مشرق سے پاک و صاف نکلا لیکن چونکہ چابکدست نے مکدر سمجھکر
استکاری کی اُسکی محراب زرنگار کے رشک سے قوس قزح زرد و نیلی اور برشتی آفتاب کے
محاذی اُسکی آبداری کی حیرت سے بیلی اشتیاق بوسہ لب بام رفعت التیام اسکے میں عرش معلی
بہا تک ولولہ میں اگر جھکا کہ ساق برہنہ ہوا لیکن تمنا ئے دلی نہ حاصل ہوئی سبز بوستان
بہشت برین غرفہ افلاک سے روز و شب جھانکتے تھے کہ شاید کوئی بلا دے مگر نا امید ہو کر پاک
حسرت جھانکتے نقاش قضا نے اس آب و تاب و صنعت سے خشت کو وصل کیا تھا کہ دیدہ
تلاش کرتا جوڑ بنا تا قصر تہا گویا ایک بیضہ بدور رنگین مرغ قضا نے نکالا تھا تمام زمین میں
جڑا تہا اور در و دیوار پہ ہر طرف لعل و یاقوت و زمرد و الماس و لاجورد و پکھراج و نیلم تا فرش
ہر ذرہ گوہر آبدار اپنے اپنے موقع سے بشکل بہار گل غنچہ و گلبن کے نصب کیا تھا شرم تابندگی
اُسکے سے آفتاب زرین چہرہ جب مقابل اسکے آتا نقاب ابر منہ پر ڈال کر شتاب کھنچتا تھا اور بمانند
دروازہ بروج افلاک کے ہر برج اُسکا سر بفلک کشیدہ تھا اور نظرات کواکب کا نور دیدہ تعمیر یا قسم
انسان کا نہ تہا گویا طلایک رصد بند طلسم کشا ارتفاع شناس نے عجب ہی صنعت کے ساتھ بنایا تھا
اور بمنزلہ سبع سیارہ فلک نے ہر ستارہ اپنے اپنے تا شرف مسعود پر عیان کرتا تھا دل کو

بدلتا اور خود آفتاب اُس سے طلوع ہوتا یعنے جس دم جب آفتاب طلوع ہوتا رنگ اُسکا زنگاری ہوجاتا اور جب خورشید خط استوا پر خیمہ زن ہوتا لون اُسکا زردی مائل ہوتا اور ہنگام غروب نیر اکبر رنگ اُسکا مائل بہ سفیدی ہوکر سرخ مثل لعل بدخشان کے ہوجاتا غرض خواص حربا کے اُس سے عیان اور ہر دم مقابل آفتاب کے رنگ اُسکا نوع دیگر نمایان اور رات کو بجاے شمع و چراغ ہزار رنگ کے ستارے اپنے اپنے دائرہ مین چشمک زنی کرتے اور مثل ماہتاب جہانتاب کے ماہ طلسم کار کی ضیا سے تودۂ نور کے ہر گوشے ویرانہ مین پھرتے اور ہر مکان مین گو ہر شب چراغ خود بخود ایسے روشن ہوجاتے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ پاتے تجلی طور کو چھوڑ کر یہین آتے غرضکہ وہ

عاشق خورشید تھا وہ قصر بہ ساز ارم	مثل حربا کے بدلتا رنگ تھا ہر ایک دم
تھا خزان و بہار سے ہر فصل مین ایک وہ یون	عالم بالا پہ باغ خلد خندان ہووے جون

صحن صفا آگین کدورت زدہ مین فوارہ عجب کیفیت سے اچھلتے تھے کہ اُنکے معاینہ سے ساون بھادون کف افسوس ملتے تھے طلسماتی درختون کی شاخون پر طائر سونے چاندی کے جواہرات کے پرکھولے اپنی اپنی بولی مین ہزار بولیان بولتے تھے گو یا نغمات داودی میزان صدا مین تولتے تھے اور فصیلون پر طاوس مرصع ہزار رنگ سے رقصان فلک اُنکے عشق مین رات دن تہ و بالا و سرگردان فی الحقیقت اگر سمنار اس گلزار بے خزان رشک بہار کو دیکھ پاتا دست حسرت خورنق کی رنگ آمیزی سے اُٹھاتا اور عرق خجلت ناصیۂ حال پر پاکر سراپا تر ہوجاتا اور ادریس علیہ السلام اگر دنیا مین اوصاف اُسکے سن پاتے بہشت کو نہ جاتے یہین آتے دروازہ اُسکا مانند چشم پر انتظار عاشق اشکبار کے کشادہ اور پاسبان و چوکیدار طلسم کی بندوق و تلوار ہاتھون مین لیے چوکی و پہرہ پر مستعد و آمادہ غرضکہ وہ ایوان جنت نشان صورت و مثال اپنے آئینون مین کہ ہر جا تعبیہ تھے دیکھکر آپ اپنے اوپر شیفتہ تھا اور مانند ماہ طلعتان زہرہ جبین آئینہ پیش نہادہ کے اپنی صورت پر آپ فریفتہ تھا ابیات

پلا ساقیا آب کوثر کا جام	کہ ہون جسکو پیکر کے مین شاد کام
کرون سیر قصر طلسمات کی	کہ دل مین تمنا ہے اس بات کی
ملے کوئی ہمجنس گر اپنا وان	کرون درد و غم اپنا اس سے بیان

١٠١

سنون بعد ازان اُسکا راز دنیا نز
کرون دفع دشمن کو تدبیر سے
بہم ہو کے پھر بادلِ جان گداز
چھوڑاؤن مین قیدی کو زنجیر سے

داستان جانا جوگن کا اندر محل کے اور ملاقات کرنا وزیرزادہ خردمند سے
اور اپنے احوال سے اطلاع کرنا اور تدبیر کرنا وزیرزادہ کے رہائی کی بذریعہ سیمرغ کے

رنگ پردازان ایوان داستان و طرح اندازان کاخ بیان نے اس طاقچہ نیلوفری زنگارگون اخبار کو رنگ لاجوردی مداد سے اسطرح منقش کیا ہے کہ جسدم جوگن نے اُس مکان طلسماتی کو بچشم غور نظر انداز کیا طائر ہوش آشیانہ دماغ سے پرواز کرکے اسیر دام تحیر و تعجب کا ہوا اور دریاے تیز رفتار اندیشہ کا خارِ بوالعجبی سے افکار و ابلہ نما ہوا پیمانہ وہم مین مے قصد گلگشت لبریز کرکے مست ہوگئی اور بباعث عدم دلیر روی کے سبب یاد دست آخر کار

مثنوی

نہایت سوچ کر دل مین زبان سے
لگی کہنے کہ اے نادان یہان سے
بڑھا کر اب قدم تک اُسکی کر سیر
خدا چاہے تو ہوگی سب طرح خیر

بہت آباد و ویرانہ کو دیکھا
تماشا یہ نہ دیکھا پر کسی جب
مقرر یہ مکان پریون کا ہوگا
ولیکن کھائیو ہرگز نہ دھوکا
جو کچھ کرنا خدا کو ہوگا منظور
وہی ہوگا مین ہون اسجا پہ معذور

غرض یہ کہکر بیدھڑک قدم دہلیز پر رکھا پاسبان و چوکیدارون نے اُسی دم بندوقین سرکین
اور حملہ آور ہوے اور شور و غل مچایا مگر چونکہ طلسم نژاد تھی اُسکے دل مین ذرا خوف نہ آیا اور
بیخوف و خطر اندر چلی دیکھا کہ رنگ برنگ کے مکان عالیشان ہر طرف بنے ہین اور فرش
فروش اطلس و مشجر اور کمخواب کے بہ تکلف بچھے ہوے اور ہر جا موقع موقع پر اقسام گلاس و جام
و ساغر و ساتگین و پیمانہ و صراحی و شیشہ ہو گلرنگ دو آتشہ ارغوانی زعفرانی سے لبالب و لبریز ہین
گویا انتظار میخوارگان ہی اور بس ہر سطح سطح فلک سے صاف تر اور در و دیوار آب و تاب مین آئینہ
خورشید سے شفاف تر عکس گلہاے رنگین دیوار ایک دوسرے سے یون نمایان کہ آئینہ مین تمثال
اور محراب مرصع کار کج ادائے مین قوس قزح سے بہتر بہنوال اوسط قصر مین سات گنبد چھوٹے چھوٹے
سے مانند ہفت طبقہ آسمان کے پُر زیب کواکب گوہر شب چراغ سے روشنی لیلۃ القدر پوشیدہ اُنکے
رشک سے داغ سے گلہاے طلسم اشجار زمردین مین عجب رنگ سے شگفتہ کہ گلہاے باغ جنان
مارے شرم کے چشم نظارہ سے نہفتہ تھے جس وقت سحر گریبان پنجہ خورشید سے چاک کرتا ہر گنبد جلاے
روشنی سے صبح روشن ضمیر کا دم بھرتا شقف مرصع کار رفیع الشان مین جھالردار پنکھا آویزان صدمہ
باد سے اگر کچھ بھی جنبش پاتے گلہاے طلسم رنگ گلہاے فصل بہار شگفتہ و خندان ہوتے اور
لہراتے اور درمیان اُن گنبدون کے ایک چھوٹا سا بنگلہ گنگا جمنی اینٹون سے تعمیر فتہ عجب ہی
خوبی کی موج مار رہا تھا اور وہ لاجوردی تحریر ہر طرف کھچی ہی کیا ہی لطف و زیب و زینت
دے رہی ہی کہ گویا کسی اُستاد چابکدست نے صفحہ اول طلاے مصحف مجید پر جدول لاجوردی
و زنگاری و شنجرفی کھینچکر مذہب کیا ہی چھت اُسکی سونے کی کڑیون اور چاندی کے تختون سے
پٹی ہوئی اور ہر طرف آئینہ وصل کیے ہوئے وہ صفائی کا جلوہ دے رہی ہی کہ راز پنہان
ازلی و ابدی اس سے بالکل عیان اور ایک کلس سنہرا خوبی و تکلف کے ساتھ رصد بند نے
بلند کیا تھا کہ ارتفاع آفتاب بننے وقت بتیہ اسکو دیا تھا جو کوئی اُسکو دیکھتا بے شائبہ تکلف کہتا

گلشن نہین ہی مرغ زرین پروبال خورشید جہانتاب نے چونچ بیضہ سے نکالی ہی فی الواقع اگر
مانی ردم زندہ ہوتا دیکھکر اُسکی رنگ آمیزی کو تختۂ ارژنگ بحر ندامت مین ڈبوتا قصر فردوس
برین کو رو برو اُسکے رفعت نہین اور گلزار ارم شداد کو مقابل اُسکے بجز پوشیدگی منزلت نہین اور
بیچ صحن اُسکے ایک حوض مسبع دہ در دہ عطریات سے لبریز جبدم پانی اُسکا جوش کھاکر اُچھلتا
باران نکہت ارباب زنان و مرد پر ترشح پذیر ہوتا اور تر کرتا اور قوت شامہ سبقت صحراے ختن پر
لیجاتی اندر اُسکے ایک پلنگ جڑاو ایسا بچھا تھا کہ پٹیان مرجان کی تراشی اور ہر پایہ زرین پر
جواہر ہر قسم کے نقاشی اور بناوٹ مین اُسکے ہزار رنگ کے گل شگفتہ وخندان چشم نظارہ کو شمیم
فراوان رنگینی بدامان فرش مکلف بچھا ہوا اسپر اور ہر پایہ پہ بالاے دو دو گز ایک ایک
درخت طلسمی پا کھڑا ہوا اور ہر شاخ پر ایک طاؤس مرصع دم صراحی گردن بیٹھا ہوا اور شکم
اُسکا مشک اذفر و عنبر و عطر سے بھرا ہوا جسوقت ذرا صدمہ باد شجر کو ہلاتا طاؤس رقص کرتا فوارے
خوشبو کے ایسے اسکے منہ سے اُچھلتے کہ صحراے تاتار و چین و ختن فرط شرم سے سبزہ کو خشک کرتے
تا غزالان شکین ہمین نہ آوین اور بیچ جسپر اسکے واسطے نہ کھوین جو کن نے دیکھا کہ مکان مکین سے
ایسا خالی ہی جیسے جسم روح سے مگر پلنگ پر ایک جوان ستر اٹھارہ برس کا سن و سال طرحدار صاحب جمال
لاغر و نزار خاکسار و بیقرار دور ماندہ از خویش و تبار مہجور از یاران غمگسار سیماب وار پر اضطرار
گل رخسار و سینہ لالہ سان داغدار بہ جگر خلیدہ حسرت خار بخت برگشتہ اختر سرگشتہ ناشاد گم کردہ گوہر
مراد پر و بال سوختہ تر مثل سمندر ربان ابر چشم تر لیٹا ہوا مثل نشتر بہر رگ و چپ خلیدہ کے ہزار
بیقراری و اضطرابی کے کروٹین بدل رہا ہی اور اُسکا شرارہ آہ پلنگ پر یون جاتا ہی کہ جیسے
چرخ سے شہاب ثاقب زمین پر آتا ہی ہر دم لب پر آہ سرد جاری اور ہر بُن مو سے سیلاب خون
طاری فوارہ خون آنکھون سے اُچھلتے ہین اور ہر دم ترانۂ غم والم لب سے نکلتے ہین فرش مکلف
پر گویا ریزہ ہاے الماس ڈالے ہین ہر لحظہ بیقرار ہو کر کروٹین لیتے ہین آپکو سنبھالے ہین دمبدم
آسمان کے طرف نظر کرتا ہی اور رگ گشت کرتا ہی اور سر رشتہ سرشک ہلین گوہر مضمون

غزل شہیدی کا پڑھتا ہی غزل

خورشید ہو گر دل کی مری ایک شرر آتش
ہر ذرہ ہو کانون ہزاران شرر آتش

بے سوز محبت نہ مٹے دل کی سیاہی — آہن کو بنا دیتی ہی ہر سنگ زر آتش
گلزار محبت مین مین ہون ایک شجر نار — بیخ و بنہ و شاخ و گل و برگ دبر آتش
داغون کو تف اشک سے ہی طرفہ طراوت — گرمی کے دنون جلسے ہو شاداب تر آتش
آتشکدہ میرے سے سمندر کو ہو تسکین — پروانہ تری شمع مین ہر کسقدر آتش
نالان رہے ہم غیر کی الفت سے شہ دی — کب اب کے چھٹون سے نہ ہو نوحہ گر آتش

اور جب موج غم و الم کی طغیانی کرتی کشتی صبر و قرار غرقہ گرداب بحر درد و اندوہ ہوتی ساحل نجات کی طرف دیکھتا اور کہتا ہے

کس کشمکش مین غم کے پھنسے آہ ناگہان — وہ بسنے تھی وہ جبین وہ آشیانین کہان
ہم دل لگا کے تنگ یہ آئے ہین بیگمان — لکھ دیوین ہم تو خط غلامی اُسے میان

جو عشق کی بلا سے ہمارا چھوڑا سکے دل

شادی و غم جہان مین سُنا کرتے تھے ہم — گر ایک دم غمی ہی تو دل شاد ایک دم
پر ایسے بھی نصیب ہوے ہین کسیکے کم — اُترا نہ آکے یان کوئی جز کاروان غم

ماتم سرا سے کم نہین یارو سرا سے دل

اور کبھی گھبرا گھبرا کر اُٹھتا ہی اور ہر طرف مایوسانہ نظر کر کے ہاے شاہزادی کہکر لیٹ رہتا ہی اور کہتا ہی

بند مسدس

ہزار حیف کہ ہم تم سے تم بچھڑے ہم سے — شگفتہ تر نہو سے مثل غنچہ شبنم سے
روان ہین بحر ہمارے تو چشم پرنم سے — تمھارا حال خدا جانے کیا ہی غم سے
ہمین تو زیست سے امید ہی نہ اب باقی — حیات اپنی کا خورشید ہی نہ اب باقی
گذرتا حال ہی کیا تجھپہ ای میرے جانی — ہی مثل کاکل مشکین مجھے پریشانی
وطن کو چھوڑا یہ کی تمنے عین نادانی — تیری تلاش مین جنگل کی خاک مین چھانی
نشان پایا نہ سیمرغ وار پر تیرا — رہا نہ باقی مگر اختیار یہان میرا

ای تاج سلطنت دارائی و ای سراج بزم خلافت و کشور آرائی خدا جانے تو پاے طلب سے خارستان بلاخیز طی کر شہرستان مراد مین بعجکر شاہد حصول مراد دلی سے ہم آغوش ہوا یا نہین ہمین تو گردش فلک نے فلاخن رنج و اندوہ سے ہزار بار گھما کر پھینک مارا نہین

مثنوی

سواے ذات خدا کے نہ کوئی ہی غمخوار
کروں مین کس سے بیان غم ای پری رخسار

یہان مین آتش حسرت سے جلکے خاک ہوا
جلا وطن ہوا آوارہ ہو ہلاک ہوا

امید کب تھی کہ تمسے جدا مین ہوؤنگا
سرشک چشم سے دن رات یہان یہ روؤنگا

اگرچہ عیش میسر ہی ہر طرح اس جا
پہ میری دل کو نہ واللہ اسکی ہی پروا

ملا وصال ترا گر تو زندگانی ہے
وگرنہ ہجر تو پھر مرگ کی نشانی ہی

یہ کہکر پلنگ پہ سر مارا اور تڑپ کر در و دیوار سے ٹکرانے لگا زیب النسا یہ حال پرملال دیکھکر دل مین نہایت متعجب ہوئی کہ خدایا یہ کون بیچارا آوارہ جگر پارہ چشم خونچکان رشک انگارہ ہی کہ اُسکے کلام پر سوز و گداز سے آتش مشتعل سینہ اور بھی بھڑک اُٹھی اور کون شاہزادہ ہی کہ جسکے مفارقت سے یہ آتش غم بجگر افتادہ ہی مقرر یہ آدم زاد میری طرح گرفتار دام مصیبت ہی اور کسی دیو پری نے اُڑا کر اُس مکان طلسمات مین قید صید کر رکھا ہی اُسکے پاس چلیے اور حال زار کا حقہ دریافت کیجیے شاید سراغ منزل مقصود کا ہاتھ لگے یہ سوچکر بیدھڑک اُسکے روبرو آئی اور باواز حزین و درد آمیز زبان پر لائی حضرت کو میری بندگی وہ اسکی صورت کو دیکھکر ٹھٹک گیا اور مانند مصرع آب دیدہ کے چھلک گیا اور چشم گوہربار کو کھولکر جو دیکھا تو شکل آدم زاد نظر آئی نہایت طبیعت گھبرائی کہ ناحق یہ بیچاری خنجر بیداد اُس ظالم خونخوار سے بیجان اور مثل بچۂ عید قربان قربان ہو گئی پوچھا ای اجل رسیدہ تو کون ہی کہ آپ اجل کے پنجہ مین پہنچی ہی اور گل رخسار نازک پر بے آمد وقت موعود چنگل گربۂ موت کا کھایا چاہتی ہی رنگ عارض ارغوانی کیون زعفرانی ہی اور زیب بدن پر راکھ بھبوت جوگیانہ ملا کیا دل مین ٹھانی ہی کسکے اوپر جوگ لیا کسکے غم مین بروگ لیا کسکے پنجۂ غم سے چاک جگر ہی کسکی مفارقت مین ہر اشک رشک گوہر ہی کس گم گشتہ کی تلاش ہی کسکے خار درد سے سینہ خستہ آتش ہی

مثنوی

کہان سے آئی تو گھر مین اجل کے ای نادان
کہ تجھکو دیکھنے سے تصویر سان ہوئین حیران

وہ کون جسکے لیے جوگ تونے سر پہ لیا
بتا مجھے کہ یہ غم کسلیے جگر پہ لیا

سرشک چشم سے کیونکر یہ تیرے جاری ہی
تمام جسم پہ رقت یہ کیونکہ طاری ہی

یہان نہ کوئی بھی مدت سے آکے ٹھہرا ہی	یہ کچھ سرا نہین ایک دیونی کا گھر ا ہی
تو ٹھنڈی سانسین ہر ایک دم ہی کیسا لیتی	تو جان اپنی عبث موت کو ہی کیون دیتی

برجستہ برجستہ تاب بے داری بگر پر کلام در دالتیام اسیر دام رنج و الم کا سنکر جوگن نے سرشک چشم خونفشان سے چہرہ کو گلناری کیا اور خامۂ تکلم سے بمداد تقریر صفحۂ بیان پر اس رباعی کو لکھا رباعی

اس دل کو نہ کچھ سوز نہ کچھ درد ملا ہی	ناحق ہمین دُکھ دینے کو بیدرد ملا ہی
ہم سخت گرفتار مصیبت ہین الٰہی	دوزخ بھی ملا ہی تو ہمین سرد ملا ہی

صاحب من اولا آپ اپنی سرگذشت و حقیقت حالات رنج و مصیبت و تعلق و غم و الم و صعوبت و شدت و اندوہ دردونی خستہ جگری اسیری گرفتاری قیدی صیدی بیکسی و درماندگی کی بیان فرمایئے بعد از ان ماجرا ے غم افزا و حال جانگزا اس شکستہ خاطر برشتہ جگر کا مفصل سُنیئے دیکھا اُسنے کہ یہ غنچہ دہن اول اپنی سرگذشت بیان کرنے سے پریشان ہو کر بیکسی جاتی ہی اور پہلے سر مخفی بزبان پر نہین لاتی ہی ناچار اس اسیر دام مصیبت نے پہلے یہ بند مثمن مولف کا پڑھا کہ گوش دل سے سُن

بند مثمن

سوزش سینہ افگار رقم کرتا ہون	ریزش دیدہ خونبار رقم کرتا ہون
بیوفائی جفاکار رقم کرتا ہون	ضربت تیغ ستمگار رقم کرتا ہون
ستم و شتلم یار رقم کرتا ہون	یعنی بے مہری دلدار رقم کرتا ہون
دلبرا شرح پریشانی من گوش کنی	داستان غم پنہانی من گوش کنی

جملاً احوال خریت مآل این شکستہ بال خانمان آوارہ گریبان صبر و طاقت از پنجہ گردش چرخ دوپارہ مغموم مظلوم گرفتار دام تحسر پا بند کمند تحیر بیکس و بے یار و مہجور از یاران غمگسار عشرت جدا عسرت دوچار سینہ از داغ رنج و الم مثل لالہ و اعدار خاطر سیماب وار بیقرار برگشتہ اختر خاکستر بستر جگر پراگندہ ناچار نزار و نزار برلب آہ سوزان چشم گریان دل بریان سوختہ آتش فراق اندوختہ متاع افتراق آرمیدہ با بیگانہ رمیدہ از یگانہ روے راحت ندیدہ جان بلب رسیدہ خار رنج بجگر خلیدہ بوے عشرت نشنیدہ برق وش خاطر طپیدہ شاخ تاک فرحت بریدہ قامت از بار صعوبت ہلال سا خمیدہ رنگ آرام از چہرہ پریدہ شدہ دنیا یافتہ وطن جادہ پیما ے بادیۂ محن اجل طلبگار ا

زندگی بیزار دل بستہ ہمچو غنچہ پریشان خاطر چون گل خندان مثل مرغ گم کردہ آشیان ہر سو نعرہ زنان
کلاہ رنج ہر روزہ بر سر نہادہ سطح غم زیر پا پا پیادہ ہوش و حواس از دست دادہ خواب و خور
فراموش بار زندگی بر دوش بے مونس و بے یار باسے خاطر از خار ہجران افگار اسیر دام بلاسے
ناگہانی غذا خوار خوان جانفشانی کا ہے پر اس طرح کے ہے کہ بیچ حسن آباد ولایت کے ایک بادشاہ
جہان پناہ دادگر خدیو کامگار خسرو عالیمقدار کیوان طارم خورشید علم برجیس حشم ناہید خدم ساتھ
عدل و انصاف کے حکمران تھا عہد اسکے مین گرگ گوسپند کا پاسبان اور شیر بره کا نگہبان تھا
پروانہ کو اگر شمع جلاتی تیغ گلگیر سے اپنا سر بھی سلامت نہ پاتی اللہ تعالی جلشانہ نے بعد مدت دراز
خانہ امید کا اسکی ایک شمع شبستان خلافت سے روشن کیا نام اسکا شاہزادہ دلپذیر رکھا چونکہ حسن و جمال مین
شہرۂ آفاق تھا لہذا دلپذیر ہر صغیر و کبیر و برنا و پیر کا تھا اور یہ گرفتار دام بلا اس شاہزادہ والا تبار کا ہم عمر اور اچھے
وزیرزادہ المسمے بہ خردمند ہی باہم ایک جا نشو و نما یافتہ اور دونون مثل ایک بادام دو مغز کے زندگی بسر کرتے
چونکہ طبع مبارک شاہزادہ عالیجاہ کی اکثر شکار ماہی دوست پڑی تھی قضا کار ایک روز قلاب
شست مین پارچہ حریر کا اسپر ایک پری پیکر زہرہ جبین رشک حور عین کی تصویر قلم مصور مانی نژاد نے
کھینچی تھی لپٹا ہوا نکلا دیکھتے ہی اسکے شاہزادہ ہزار جان سے شیفتہ و فریفتہ ہوا اور مثل مجنون بے
خانمان جادہ نورد بادیہ و کوہسار ہو کر ہر جا مثل گردباد گھومنے لگا اور یہ برگشتہ بخت سایہ کے مانند
اسکے ہمراہ تھا سمند عزم میدان طلب مین ہر چند دوڑ آیا مگر کنارہ امید کہین نظر نہ آیا حدت خار
بیابان سے پانون نے کار نشتر لیا اور خاکستر گرم پر بستر کیا اتفاقاً ایک رات ایک صحرا سے
ناپیداکنار مین اتفاق شب باشی کا ہوا اور عیش گذشتہ اور رنج و غم ہر روزہ پر نظر کر کے پیمانہ
چشم پر گلگون اشک سے لبریز کر شاہزادہ نے غٹ غٹ پیا اور کہا ناسخ

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جس شخص کا کہ ناسخ کوئی قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانہ کو جلنا
غم ہمکو دیا سب مین جو مشکل نظر آیا

سنکر اس اشعار درد بار کو یہ خاکسار مرہم تسلی و دلاسا زخم جگر افگار اسکے پر رکھنے لگا کہ اے
شاہزادہ دلپذیر فضل خدا پر نظر رکھو اور بہ حفظ دستگیری امید سے رنج و اندوہ کو نہ جگہ دو کوئی شام غم
نہین کہ صبح شادی اسکے ساتھ نہو اور باغ دنیا مین کوئی خزان نہین کہ دامان بہار اسکے ہاتھ نہو

یہ کلمہ منھ سے نکلا تھا کہ ناگاہ چارون طرف سے اندھیری چھاگئی اور آندھی اس قدر و شور سے
چل کھڑی ہوئی کہ بڑے بڑے درخت بیخ و بن سے اکھڑ کر مثال تیون کے ہوا پر اڑنے لگے
ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا اور معنے اس بلاے ناگہانی کو کوئی نہ پوچھتا تھا بعد اندک عرصہ ہونے اسکے
ایک صورت مہیب کریہ منظر دراز بالا مثل بلاے سیاہ نظر آئی اور دفعتہ میرا ہاتھ پکڑا اور اڑایا
اور اس قصر عالی شان جنت نشان مین لاکر بٹھایا اور عشق اپنا جتایا چونکہ یہ دل بستہ محبت شاہزادہ
خانمان عیش از دست دادہ کا تھا اصلا اسکی طرف متوجہ و ملتفت نہوا چنانچہ مدت گذری کہ غنچہ
امید اسکی گوہر شاہوار مراد سے لبریز نہوئی اور باوجود ہزار غنج و دلال و عشوہ و آن و ناز و
ادا اسکی طبیعت اپنے ہرگز ہوس انگیز نہوئی ہی مین اسکا شکار نہین کو دام بلا مین گرفتار ہون
مین اسکا خواستگار نہین گویہان بیل دنہار رہون مین آدم زاد نازک خاطر یہ دیو تی تخیر جنس
کریہ منظر الحق مصرعہ روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم * ہر روز وقت شام کے آکر واہی تباہی
باتین ہانکتی ہی بک بک کر مغز کھاتی ہی خاک نومیدی پھانکتی ہی صبح منھ پھلا کر چلی جاتی ہی ہرچند
انواع جادہ تملق و خوشامد سماجت پر چلتی ہی مگر ناآشنا مزاجی و کم التفاتی میری سے رات دن
آتش مین جلتی ہی اور چونکہ پنجہ بلا اسکے مین اسیر پابزنجیر ہون سخنہاے شیرین ارتباط آگین سے
کبھی کبھی دل خوش کر دیتا ہون جب مطلب پر آتی ہی بلطائف الحیل سے صاف ٹال دیتا ہون
اس سبب سے اور بھی جلتی ہی بھبکتی ہی مرتی ہی ہر شب نہال تمنا کو آپ کلام محبت التیام سے سرسبز کرکے
ہزار رنگ گلہاے ہوس شگفتہ کرتی ہی مگر تیشہ بے پروائی و بے توجہی میری کا بیخ و بن سے اکھاڑتا کر
ناچار بہزار حرمان و یاس دم سحر خاک چھان کر چلی جاتی ہی اور نہ معلوم کس سحر و نیرنگ و طلسم و شعبدہ
مین پھانس رکھا ہی مجھکو کہ جب قصد کرتا ہون کہ مانند مرغ قفس در کشادہ کے نکل کر تیز پرواز ہوا ے
بیرون خرامی کا ہون مگر کیا کیجیے کہ تقدیر ایزدی گوہر بصارت درج چشم سے بالکل بے آب کر دیتی ہی
اور اصلا کچھ نظر نہین آتا ہی ناچار جہان آتش در کاسہ اسی بنگلہ مین پلنگ پر سر مارتا ہون اور دشنہ
ناامیدی سے بار سر حال کو اتارتا ہون کھانے کو اگرچہ نعماے جہان میسر لیکن غذا اپنے لخت
جگر جب کثرت تشنگی سے زبان منھ مین خشک ہوتی ہی ساغر چشم تر سے آب گرم اشک پیتا ہون فی الحال
شاہزادہ مین نہ مرتا ہون نہ جیتا ہون اگرچہ بود و باش کو قصر جنت نظیر ملا ہی مگر دوزخ سے

بر تر رنج و غم افزا ہی مفارقت شاہزادہ دلپذیر سے گھٹ گھٹ کر رہا ہون مجبورانہ زیست بسر کرتا ہون
خدا جانے کہ نقاش قضا نے صفحہ پیشانی اُسکی پر نقش حصول مراد مربع بھرا ہی یا وہ بھی مجھ اسیر دام بلا کے
طرح کسی کے قید صید مین پڑا ہی جیتا ہی کہ مرا ہی نہ معلوم کیا قصور سرزد ہوا کہ جسکے باداش مین نصیب
یہ روز بد ہوا

مثنوی

یار سے ہو کر جدا اگر ہم جیے تو کیا جیے ۔ زخم کو دل کے بھلا سوزن سے تو کیا سیئے
کیا ہی دن عشرت کے تھے جو مثل بادام دو مغز ۔ ایک قالب مین بسر کرتے تھے دن بیخوف مغز
جانیے جیتا ہی یا اب مر گیا وہ غمزدہ ۔ جسکے غم مین ہی نہ جیتا مرتا یہ ماتم زدہ

شعر

کاش گریان سے کسی طور رہائی ہوتی ۔ پھر مری اس سے بھلا کیونکہ جدائی ہوتی
ای صبا تجھکو کہین اُسکا نشان گر ملتا ۔ مجھکو اس گل کی خبر کچھ تو سنائی ہوتی

سُنکر اس احوال پُر ملال کو چشم خونفشان جوگن سے دو فوارہ خون کے جاری ہوئے اور
داغ گفتگوے اسیر کمند بلا سے جانستان سے ہرے زخم کاری ہوئے بند گئے سانس رُک گئی ہچکیان
پیہم لینے لگی لخت جگر چشم سے گرنے لگا لشکر غم و اندوہ کا میدان خاطر مین پھرنے لگا چیخ مار کر چلائی
آسمان سر پر لیا زمین ہلائی مثل ماہی بے آب بیتاب ہو کر خاک پر لوٹنے لگی اور مانند مرغ نو گرفتار
بے آب و دانہ بال و پر پھسوٹنے لگی علم آہ تا عرش معلے بلند کیا استقامت پر اضطرابی کو پسند کیا
کلیجہ مین درد و غم کی ٹیس اُٹھی ہائے ہائے کہکر دانتون کو پیس اُٹھی شور و غل سے کہرام مچایا تمام
مکان سر پر اُٹھایا تماچون سے رخسار نیلا کیا آسمان کو دیکھکر لخت لخت خون دل پیا در و دیوار سے
سر پھوڑنے لگی زمام اختیار ہاتھ سے چھوڑنے لگی تمام جسم پر عرق آگیا گل شبنم رسیدہ کو شرما گیا لشکر
رنج و الم نے علم نالہ برپا کیا مرغ دل مثل بسمل تڑپا کیا دل پہلو مین دھڑ دھڑ کانپنے لگا مرض شام پیدا ہوا
خفقان نے غلبہ کیا کوس شور و فغان ایسا بجا کہ صاعقہ تھرتھرایا دیکھکر یہ ماجرائے حیرت افزا
خردمند وزیرزادہ نہایت ششدر ہوا اور مانند سیماب مضطر اور مانند آئینہ حیران و مثل تصویر
بیجان ہوا انجام کار آپ کو سنبھال کر دست شفقت جوگن کے سر پر رکھکر کہنے لگا کہ ہمارے حال
حسرت مآل کو سنکے آپکا حال دگرگون کیون ہوا اپنی کیفیت سے ہمین آگاہ کیجیے نماذ خفا کو دل مین

راہ نہ دیکھیے تمنے بھی گیا شاہزادہ دلپذیر ہی کے تیر مژہ کا زخم کھائے ہی کا بار غم سر پر اُٹھائے ہو خیر تو ہی کچھ تو منہہ سے بولو ہمنے جانا تھا ہمجنس سے ملنے سے وحشت تنہائی رخصت ہوگئی یہ نہ جانا کہ زخم جگر تازہ ہوگا زیادہ اور آفت و مصیبت ہوگی

غزل

خدا کے واسطے ہو اسقدر نہ تو بیہوش
یہ کیسی مے تھی کہ تو بے پیے ہوئی مدہوش

یہ ایسا کیسے غم و درد کا سحاب امڈا
کہ بحر غم ہوا اپنا بھی دیکھکر پُرجوش

مثال گل کے ذرا ہنس کے بول ای مہرو
ہوئی ہی کیسلیے مانند غنچہ تو خاموش

شرارہ آہ کا دل سے نہ کھینچ تا بہ فلک
رکھ اب شکیب کا اسکے دہان پر سرپوش

بھلا نہ کیونکہ وہ خمیازہ کش ہو ای ثاقب
کہ جسکا شاہد مطلب سے خالی ہو آغوش

الغرض جسدم جوگن کو ذری افاقہ آیا رو رو کر زیادہ کو سنایا

شعر

مین تو فرط عیش اور حسرت سے دشمن مرگیا
تو ہوئے دو مرغ بسمل ایک ہی گفتار پر

ای مونس غمخوار آشنا و بیگانہ خو ہمجنس و ہمدرد معلوم ہوا کہ طباخ ازل نے خوان زندگانی ہماری تمھاری پر ایک ہی طعام غم و الم کا چنا ہی اور طبیب روزگار تجربہ کار شش جہت نے کائنات مین ہمین تمھین ایک ہی مرض کا مبتلا دیکھکر نسخہ جادۂ پیمائے و صحرانوردی و جلاوطنی و سر دردی کا تجویز کیا ہی یعنے جسکے تیر مفارقت سے تیرا سینہ افگار ہی اسی کی تلاش و جستجو مین میرا بھی دل داغدار ہی

شعر

تجھسے کیا حال کہون اپنی پریشانی کا
تپش ظاہری تو شورش پنہانی کا

ماجرائے گذشتہ کو بحر طویل سمجھکر احوال خفیف بیان کرتی ہون لب لباب اسکا یہ ہی کہ تیرا احوال ہمکو زبانی شاہزادہ دلپذیر کے معلوم ہوا تھا اور وہ عالی خاندان تجھسے جدا ہوکر ہزارون مصیبتین اور لاکھون آفتین اُٹھاکر مع تصویر شاہزادی ماہ منیر بستان سرا مین وارد ہوا اتفاق زمانہ سے ہماری شاہزادی بھی واسطے گلگشت چمن مینو سرشت اسی دم رونق افزا و تشریف فرما ہوئی دیکھا کہ ایک جوان رعنا مرد بیگانہ باغ مین مثل سرو خوشخرام ٹہل رہا ہی دیکھکر شکل مرد غیر و نامحرم بہت ہی گھبرائی آخر بعد گفتگوے رمز و کنایہ و فہمایش ہم خواصون انیسون جلیسون کے براہ مسافرنوازی پیش آئی اور بازار مہر و محبت طرفین گرم ہوا چنانچہ مدت دراز تک وہ گوہر تاج خلافت آویزہ گوش شاہزادی ماہ منیر کا رہا اور راز و نیاز کی خلوت نے گرم بازاری پائی مثل بادام دو مغز ایک قالب

مین زندگانی بسر کرنے لگی اور شیشہ دل بادۂ گل رنگ اختلاطی دائمی سے بھرنے لگی ہر روز سیر باغ و بوستان نصیب دوستان اور ہر رات وصال باہمی سے گل بداما ن نہال گلشن مراد طرفین آبیاری وصال سے سرسبز و خندان اور چمن مقاصد دلی ہدیگر صدمہ مفارقت سے محفوظ و برامان

مثنوی

شگفتہ تھے خاطر ہر ایک مثل گل
بہم وصل کی ملکے پیتے تھے مُل

غم و درد کا دھیان دل مین نہ تھا
کسیکی تلق آب و گل مین نہ تھا

اُنھین دیکھکر بلبل نغمہ زن
گئے بھاگ صحرا کو چھوڑا چمن

نہ لیتا کوئی نام غم کا وہان
شب و روز رہتے تھے خندہ زنان

مین ہون دخت دستور ماہ منیر
میرا نام زیب النسا رشیر

سدا اُنکی خدمت مین سرگرم تھی
نہ مجھسے حیا اُنکو اور شرم تھی

ہر ایک طرح تھی محرم راز مین
خواصون مین سب سے سرافراز مین

قضا کار بعد عرصہ دراز ایک روز وقت شام کے شاہزادہ و شاہزادی نے بالاے بنگلہ وسیع الفضا محفل عیش و عشرت آراستہ کی اور ہر طرح کا ساز و سامان موجود و مہیا کیا جام مے ارغوانی گردش مین آیا اور ہزار دستان نغمہ نے شور مچایا ہر ایک مخمور و بدمست ہوا اور محو و آشفتہ صداے ارباب نشاط سے مست الست ناگاہ بعد کچھ دیر کے عالم بالا سے ایک گُل نوشگفتہ درمیان محفل عشرت کے گرا جسنے سونگھا متاع ہوش کو ہاتھ سے کھویا گل تھا گویا بنا شگوفہ بزم مین نکہت بیزی سے قوت شامہ کو پر کر کے داروے بیہوشی سونگھا گیا بعد گذرنے تین پہر رات کے شہزادی کو جو کچھ ہوش آیا شاہزادہ کو نپایا دریاے حیرت مین ڈوبی تمام باغ و مکان ڈھونڈا کہین نپایا خواصین ہر طرف دوڑین مگر اُس یوسف گم گشتہ کا سراغ نہ ملا اگرچہ دیدہ یعقوب علیہ السلام کے دیدہ سے مقابل ہوا مگر پیک صبا بشارت رسان نے کچھ خبر اُسکی نہ سنائی

شعر

کہین لگا نہ پتا اُسکا مثل یوسف کے
اگرچہ ڈھونڈا ہر ایک جا بہت کنوئین جھانکے

غرضکہ جو احوال شاہزادی ماہ منیر پہ گذرا قابل تقریر نہین اور نہ سزاوار تحریر تمنوی

موج زن بحر اشک تھا ہر دم	غیر غم کے نہ تھا کوئی ہمدم
داغ سے سینہ اُسکا تھا معمور	آتش غم سے شکل صورت طور
کچھ نہ کھاتی تھی اور نہ پیتی تھی	قدرت حق سے بسکہ جیتی تھی
رنگ رخ رشک ارغوانی تھا	تھوڑے عرصہ مین زعفرانی تھا
غم دلبر ستاتا تھا اُسکو	آسمان خون رُلاتا تھا
عقل اور عشق مین لڑائی تھی	لشکر رنج کی چڑھائی تھی
شجر طور قد بالا تھا	روز روشن بھی روز کالا تھا
دل مین ہر دم بھرا تھا درد کا جوش	مثل تصویر رہتی تھی خاموش

القصہ جب نوبت یہ ہوگئی کہ کھانا پینا چھوٹ گیا شاہد آرام روٹھ گیا حرکات و سکنات مین فرق آیا جہان بیٹھی مثل نقش پا پھر نہ اُٹھی خوشی کا دن گھٹا مصیبت کی رات بڑھی شمع شان سوز و گداز سے کام پڑا بیقراری کے دائرہ مین ارام کا نام پڑا بستان سرا بے آبیاری خشک ہو کر جل گئے نہال سوکھے نہرین بند ہوئین طائر دستان زن نکل گئے مکانات ریختہ ہو کر گھس گئے گلین دام غم و اندوہ مین پھنس گئے اشجار شاداب خلعت استبرق اوراق سے خالی ہو کر مانند برہنگان روز محشر بلا نگران ہوے اسباب محفل آرائے درہم برہم ہو گیا طالع بیدار ہر شجر کا سو گیا پردہ ہائے کمخواب مشجر کرم خوردہ ہوئے گلہائے خندان بساط دست خزان بردہ ہوے کہ ایک دل مین بحر غم کا جوش اور دیگ صبر و تحمل پر حسرت کا سرپوش باغ نہ تھا گویا کسی مصور و نقاش تردست نے ماتم سرا کا نقشہ و مرقع کھینچا تھا کہ ہر فرد بشر ایک دوسرے کی شکل دیکھے سے مثل تصویر حیران تھا اور مثل طائر قبلہ نما کے روز و شب سرگردان جہان کوئی درویش مستجاب الدعوات خدا رسیدہ سُنا اُسکے استانہ پر سر دھنا سجدون مین چراغ جلائے ختم خواجگان پڑھا اوراد و وظائف آغاز کیے درگاہ مجیب الدعوات مین دست خواہش دراز کیے مگر شاہزادہ کا پتہ کہین نہ ملنا تھا نہ ملا سچ ہی ہے بے نشان کا کسکو ملتا ہی نشان ٭ **مثنوی**

گئی اسطرح ایک مدت گذر	کہ آیا کسی کو نہ وہ مہ نظر
جگر خون ہو بہنے لگا چشم سے	ہر ایک سوختہ آتش خشم سے

غرضکہ اعلے سے ادنی پرستاران وخواصان جلیس وانیس پر یہ نوبت پہونچی کہ غم ودرد شاہزادی
سے گریبان صبر وشکیبائی ہر ایک کا مثل گل دامن تک چاک ہوا اور تیغ رنج وغم سے بے اجل ہلاک
آتش سوزان جگر سے اشجار سر سبز جلکر کوئلہ ہو گئے بخت بیدار سب کے سو گئے کچھ دنون زندگی سے ہاتھ
دھوکر لباس سیاہ زیب تن کیا اور شہرستان آرام وراحت سے نکلکر دشت پرخار مصیبت مین وطن
کیا اتفاقاً ایک رات مین زمین پر لیٹی ہوئی ہزار طرح تدبیر واندیشہ کرتی تھی اور جو تدبیر
کہ پسند خاطر ہوتی یاد رہنے کے واسطے مکرر کرتی تھی اس درمیان مین خواب آگیا اور اُس
عالم مین ملہم غیبی نے یہ مژدہ سنایا کہ بلباس جوگیانہ واسطے تلاش شاہزادہ مفقود الخبر کے جادہ پیما سے
طلب ہو اور کچھ دنون عیش وآرام سے ہاتھ اُٹھا صعوبت سفر اختیار کر قدم بادیہ نوردی سے
پرخار کر تبخالون کو خوشۂ انگور شمار کر چشم بیمار سے جاری اشک خونبار کر البتہ تیری محبت ومشقت رحمت
بدل ہوکے شاہزادہ ملیگا دل ماہ منیر کو کل ہوگی خدا فریادرس ہر کس وناکس کا دادرس ہے
دامن شب تاریک مفارقت پنجہ صبح روشن جبین وصل چاک کریگا اقلیم رنج ومحن کو لشکر عیش
اُجاڑکر خاک کریگا اُٹھ اور قدم میدان سعی وجستجو مین بڑھا ع کہ در تاخیر آفتہاست سالک راز بیان فراق
مین اس مژدۂ جانبخش کو سنکر ہڑبڑا کر اُٹھی اور کھل کھلا کر ہنسی شاہزادی نے سنا احوال
پوچھا مین نے واقعہ خواب بیان کیا اُسکو حیران کیا ہر چند سمجھایا میرے خیال مین کچھ نہ آیا جوگن کا
لباس پہنا تن سے اُتار گہنا صحرا کی راہ لی خدا کی پناہ لی ویرانہ سے اُنس کیا آبادی کو چھوڑ دیا خار
بیابان فرش گل سمجھا رخ انور پر بھبوت لگایا فلک پر چاند کو شرمایا مرگ چھالہ دوش پر ڈالا من کا
سنبھالا خویش وبیگانہ سے منھ موڑا چراگاہ بیگانگی مین اسپ طلب چھوڑا خاندان سے رشتہ تعلق
توڑا محبت بیگانہ سے ریسمان ہمت جوڑا وادی وحشت مین جہان نظر آیا روڑا سر سلامتی وہین
پھوڑا جب عرصہ دراز گذرا سیمرغ نے اوڑایا یہان پہونچایا تمسے بخت نے ملایا خلاصہ حال یہ تھا کہ سنایا

شعر

بپایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی
بصد دفتر نشاید گفت حسب حال مشتاقے

خدا اب وہ دن نصیب کرے کہ شاہزادہ بھی ملے محنت ٹھکانے لگے ماہ منیر کوس عشرت
بجانے لگے گلستان سر نو سے تازہ ہو رخ اندوہ پر خوشی کا غازہ ملا ہو دوستون کو خوشی نصیب ہو

دشمنون کی اجل قریب ہو گُل کا باغ مین خانہ ہو بُلبُل کا شاخ گلبن پر آشیانہ ہو زاغ و زغن جانب ویرانہ روانہ ہو بزم مین دور پیمانہ ہو آغوش مین شاہد مستانہ ہو کاکل مشکین زہرہ جبین مین پنجۂ عاشق کا شانہ ہو رشک سے سنبل دیوانہ ہو لب پر لب دھرے ہو بوسہ کا بہانہ ہو دن صحبت مین کٹے رات کو وصل کا فسانہ ہو باغ مین بہار آوے آغوش مین یار آوے آنکھون مین خمار آوے دل مین پیار آوے مگر یہ دن جب خدا دکھاوے

مثنوی

یہ باتین جو مین نے تمسے کہین میان	یہ ہین وہم و خیال کے درمیان
نصیب اپنے ایسے بیدار نہین	کہ جسکے بدولت ملے وہ دلدار کہین
مگر کچھ نہین اُسکی قدرت سے دور	وہ ظلمت کو کرتا ہی ایک دم مین نور
وہ محنت کسی کی نہ ضایع کرے	وہ اخفا کو لحظہ مین شایع کرے

سُنکر یہ حال زار وزیرزادہ خردمند نے رو دیا اور کہا **بند مخمسہ**

چشم نے خون یہ بہایا ہی کہ جی جانے ہی	سوز دل نے یہ جلایا ہی کہ جی جانے ہی
غم نے اسدرجہ ستایا ہی کہ جی جانے ہی	یہ قلق ہمنے اُٹھایا ہی کہ جی جانے ہی

جی اب ایسا کہین آیا ہی کہ جی جانے ہی

چشم سے اشک گرے دیکھتے ہی آب روان	جیب کو چاک کیا دیکھ کے گل تا دامان
نغمۂ مرغ سحر سنکے ہوا مین نالان	سیر گلشن نے مجھے بے گل خسار جان

رنگ ایسا ہی دکھایا ہی کہ جی جانے ہی

بی صاحبہ تم بڑی لسان طراز ہو اور فقرہ بندی مین چالاک و ہوشیار کاش کسی صورت یہان سے رہائی ہو اور راہ ہمدگر جادہ پیمائی ہو تو البتہ کبھی نہ کبھی شاہزادہ تک رسائی ہو وزیرزادی بولی خاطر جمع رکھے اگر خدا یار ہی تو بیڑا پار ہی بروقت رخصت سیمرغ زرین بال نے ایک پر مجھکو عنایت کیا ہی کہ جب کوئی مشکل پیش آوے اور تو عود آگ پر سُلگا کر رکھے مجھکو وہین حاضر پاوے جسطرح ممکن ہو بر لاؤن تیری مراد کو آج صبر کر کل خدا پر نظر رکھ وزیرزادہ بولا بہتر آج تو خلائی کوٹھری مین بیٹھ رہو مین حتی الوسع دیونی بیٹھ سے تجھکو بچاؤنگا سر شام وہ آئیگی تیری بو سونگھ کر گھبرائیگی شور مچائیگی تو چپکی بیٹھی رہیو مُنہ سے کچھ نہ کہیو خوشی کی باتون سے اُسکو بہلاؤنگا بس جسوقت آفتاب گیتی افروز

بیابان فلک سے راہ قطع کرکے سرائے مغرب مین داخل ہوا اور دیو سیہ چہرہ شب کا تارون کے
دانتون کو چمکاتا خرطوم کہکشان ہلاتا ہوا قاف ظلمت سے نکلکر طرف مشرق کے مایل ہوا وزیرزادی
سنکر بولی واہ صاحب خوب ہی دم دیتے ہو ہم مسافر نووارد ہین و پاسداری مہمان کی آپ کے
وسعت آباد مشرب اخلاق مین یہی ہی کہ مہمان یک روزہ سے کنارہ کشی کیجاوے اپنی عیش کا
بازار گرم کرو ہمکو علحدہ کوٹھری دی جاوے معلوم ہوا کہ ہم مخل انداز خلوت شبینہ آپ کے ہوئے
لو جاتے ہین آپ اُس سے گرم اختلاط ہوجیے اور شعر تائب پر عمل کیجیے شعر

ایک پری رخسار ہووے اور کنج تنگ و شمع	بادشاہ وقت وہ ہی جسکی بر مین رات کو

یہ کہکر ایک کوٹھری مین کہ دور اور علحدہ تھی جاکر مثل روح کے بدن مین پوشیدہ ہوئی
وزیرزادہ اُٹھا اور قفل طلسم ہفتاد منی کواڑون مین لگایا اور بنگلہ مین آیا

آنا دیوئی کا سرشام باغ مین اور بذریعہ سیمرغ کے وزیرزادہ کا سرپلی پانا اور
جانا جوگن کا ساتھ وزیرزادہ کے واسطے تلاش شہزادہ دلپذیر کے

ابیات

کدھر ہی تو اے ساقی ماہرد	ذرا مے کو شیشہ سے دے مجھ کو تو
اُسے پیکے ہو جاؤن مخمور مین	کرون پھر عجائب ہی مذکور مین

غواصان دریاے معانی نے گوہر مضمون اس داستان کا رشتہ تحریر مین کھینچ کر حمائل گلوے عروس تحریر کیا ہی کہ جبدم آفتاب غروب ہوا دو ایک گھڑی رات گذری اور فرش اکسون ظلمت بسدان شش جہت مین بچھایا گیا ایک طرف سے آندھی بشدت آئی درختان کہن سالہ اکھڑ کر زمین پر گوے دار غلطان ہوے اور آسیاے سنگ پچاس پچاس سو من کے قلعہ کوہسار سے گر کر افشان وخیزان ہوے چار ون طرف شامیانہ ابر سیاہ تن گیا تمام عالم عالم ہو کا ہو کر صحراے ظلمت نبگیا برق درخشان کلیجہ ہلانے لگی ہر ذی روح کی آنکھ چوندھیانے لگی صداے مہیب صاعقہ رشک نفخ صور سرافیل ہوئی ہر ذی حیات کی جان لینے کو سرگرم آمد آمد عزرائیل ہوئی بعد کچھ دیر کے سطح صاف ہوا رخ فلک سے دور سیاہی کا غلاف ہوا ناگاہ دیوتی کی آمد ہوئی پاسبانان طلسم کے دروازہ پہ بلند خوشامد ہوئی ہر ایک نے سر جھکایا مجرا کیا لب دعا ہلایا مکان مین شور وغل مچایا یا تو وہان کوئی نہ تھا ہر گوشہ سے دوڑا چھوٹا بڑا شمع وچراغ وقمقمے جھاڑ فانوس خود بخود روشن ہو گئے تمام مکان جگ مگایا شگفتگی گل غنچہ سے در و دیوار رشک گلشن ہوگئے الغرض بنگلہ مین آکر روبرو وزیرزادہ کے دست بستہ کھڑی ہوئی جب وزیرزادہ نے کچھ التفات طرف اسکے نہ کی پیشانی کو پایہ پلنگ پر رگڑا اور رکھا شعر

عجب نصیب ہمارے ہی قسمت خفا جو ہمسے تو بے سبب ہی
یہ کیا غضب ہی کہ تو غضب ہی تیرا غضب تو بڑا غضب ہی

وزیرزادہ نے قہر وغضب سے آنکھون کو لال کیا اور بولا اے بے ادب اپنے قرینہ سے رہو اور بیت خرافات نہ کہو کہ دماغ نازک ہمارا متحمل اور دل بیکل ہوتا ہی یہ کہکر دوپٹہ منہ پر تانا دیوتی اس پاس صدمے ہو کر کہنے لگی واہ جی بند جی

تاچند تحمل فراق کے صدمے اُٹھاے دل	اس درد سے وفا کرے کب تک وفاے دل
آخر یہ دل ہی سنگ نہین ہی بچاے دل	گر ایک شب بھی وصل کی لذت نپاے دل

پھر تمسے کس امید پہ کوئی لگاسے دل

اور کبھی حوضۂ چشم سے اشک کی دھارین فوارہ سان بہاکر آہ وفغان کرتی اور رشتۂ لگو پانی مین گوہر مضمون اس بند مخمس کے دامان حال مین بھرتی **بند مخمس**

جاؤن اُسکے پاس تو کہتا ہی یہان سے چل بے
بات کرتا نہین وہ مجھسے کبھو جز بے تے
کیا تیرا نام ہی آیا ہی کہان سے تو ارے
حرف الفت نہین اب منھ سے نکلتا اُسکے
ہمی نے یہ پڑھا یا ہی کہ جی جانے ہی

تیرے بن میری غذا کچھ نہین جز غم واللہ
لیکن اب اُسکے سوا اور رہوا حال تباہ
خون دل پانی کی جا پیتی ہون ہر شام و پگاہ
تری دیدار کا بھوکا دل نالان ہی تو آہ
یہ کلیجہ میرا کھایا ہی کہ جی جانے ہی

کوئی سو لس مجھے کہتا ہی کہ سودا ہی اسے
پوچھنے آتے ہین آسیب سمجھنے والے
ڈھونڈتے پھرتے ہین سر سام کے اکثر نسخے
ایک پریزاد کے بوجہ بگڑ جانے سے
ایسا دیوانہ بنایا ہی کہ جی جانے ہی

میر حسن

ہمارے نالے نے پتھر کو آب کر جانا
فغان نے لیکے زمین آسمان تلک چھانا
سنو جو دل کو اثر تیرے کیا کرین جانا
جہان کو آہ نے اپنے کیا سیہ خانا
جو کچھ کہ تھا ہمین مقدور ہمنے پہچانا
کیا نہ آہون نے ورنہ کہان کہان تھانا

سپید بر فلک آوا آہ بیداری ما
فلک بہ چرخ در آمد ز بیقراری ما

ہر چند یہ چلاتی بلبلاتی رہی وزیر زادہ نے کچھ جواب نہ دیا ناچار مرکز دار دائرہ نشین قنفوطو پاس ہوکر پایین پلنگ کے لیٹ رہی اور آہ مار کر کہنے لگی **مصحفی**

کیسکی شب ہجر روتے گئے ہی
ہماری یہ شب کیسی شب ہی الٰہی
کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہی
تر روتے کٹے ہی نہ سوتے کٹے ہی

یہ رباعی پڑھ کر اور باتین خوشامد و تملق کی کرکے منھ لپیٹ کر پڑ رہی بعد کچھ دیر کے چشم کو خشم آلودہ کر بولی اے آج میرے دماغ مین بو آدم زاد نو وارد کی آتی ہی سچ بتا کون آیا ہی

وزیرزادہ بولا او قطامہ شطامہ مردم خوار کھانا ہو تو ویسے ہی کھالے سوکھی ناؤ مین کیون دھول اڑاتی ہی ہمکو خدا نے تیرا قیدی کیا ہی اور دام آفت و مصیبت کا صیدی یہان فرشتہ بھی پر نہین مارسکتا ہی آدم انکا کیا ذکر ہی ہمارا دل گردش چرخ سے خود پارہ پارہ ہورہا ہی اور سینہ آتش حسرت وغم سے پرشرارہ تو واہی تباہی باتون سے اور کاہیکو مغز کھاتی ہی اور رات دن اقسام اقسام عذاب سے ستاتی ہی رولاتی ہی کہا اُسنے نہین تم حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہان کوئی آدم زاد وارد ہوا ہی سچ بتاو ورنہ بہت برائی سے پیش آونگی اور تیری صورت خاک مین ملاؤنگی مین ہر مکان ڈھونڈتی ہی اگر نکلا تو اس دروغ کا کیا انتقام وزیرزادہ ہنسکر بولا دیوانی ہوئی ہی یا عقل و دماغ سے جاتی ہی ہمارے کہنے کا اعتبار نہین کرتی ہی ستاے ہوے کو ستاتی ہی خدا سے نہین ڈرتی ہی نبد خمسہ

تیرے قتل عام سے اے بے مروت تند خو		چشم ہندو سے فلک سے بھی ٹپکتا ہی لہو
کل بھی تیری تیغ جاری کرچکی ہی خون کی جو		دیکھیے کس بیگنہ کو اب کرے گی قتل تو
	آج غصہ بے طرح کافر تری چتون پہ ہی	
بیوفا کچھ یاد ہی تجھکو سوا اسکے جور بھی		حال پر میرے نظر کی تو نے کرکے غور بھی
عشق کی نیرنگ سازی کا یہ دیکھا طور بھی		آتش دل اشک سے سینہ مین بھڑکے اور بھی
	اب تو آپ چشم کو میرے ترف روغن پہ ہی	

اگر کوئی مطلب دخوض ہو تو بیان کر ان باتون سے ہماری خاطر نہ پریشان کر کلیجہ کٹ کر منہ کو آتا ہی لشکر غم ستاتا ہی دل مانند مرغ نوگرفتار گھبراتا ہی دیونی سنکر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بلائین لیکر کہنے لگی واہ جی بعد مدت

انشا

کیا مین اوڑھون کیا بیٹھون کیا بچھاؤن کیا کرون	ایسی سوکھی بھیکی روکھی مہربانی آپ کی

کاش اگر کبھی ہمیشہ سے ایسے کلام کیا کرتے تو ہم سنگ نومیدی کا ہیکو سینہ پر دھرتے آج سرنو زندگی پائی آپ کے لب پر جو اتنی بات آئی سچ کہا آپ نے میرا گمان غلط تھا قصور ہوا معاف کرو کدورت دل سے صاف کرو تمھاری خوشی مدار زندگی ہی ورنہ زندگی شرمندگی ہی آپ کے نیم کلام سے آج غنچۂ خاطر اپنا شگفتہ و خندان ہوا اور داغ حسرت جگر سے نہفتہ و نہان یہ کہا چٹ چٹ اسکے کھڑے کی بلائین لیکے پلنگ پر باادب لیٹی اور چھیڑ چھاڑ شروع کی او کبھی سرہانے اور کبھی پائینتی اور کبھی

چاروں طرف صدقہ ہوکر باادب کھڑی ہوتی اور پھر صبر نہو تا جھپٹ جاتی اور مستی اسکو حتی کر دیو شہوت نفسانی چڑھا اُسکے سر پر اور فرشتہ صبر و قرار و وحش دل اُسکے سے اوڑا دونوں ہاتھ بغلوں میں ڈال کر چاہا کہ گلزار مباشرت سے گل مراد دلی چنئے اور نوبت ناز و ادا و چسپیدگی و گرم اختلاطی نے حد اعتدال سے تجاوز کیا ناچار وزیرزادہ ہنسکر بولا ذری دیکھ اسقدر گستاخ و بے ادب نہو میں صدف ہوس میں تیرے تا مقدور نیسان مراد نہ برساؤنگا اور شمع تمنا تیری کو صرصر استغنا سے نہ بجھاؤنگا یہ سنکر بیچاری مایوس اور آمادہ مالش کف پائے افسوس ہوئی اور چپ بیٹھ گئی اور فتنہ کھڑا ہوا یعنے جسوقت متاع بیداری و ہوشیاری وزیرزادہ پر لشکر غفلت نے یلغر کرکے یک لخت تاخت و تاراج کیا اور چوکی جسم سے تھانہ دار بیداری کو اخراج کیا دیونی نے دیدہ گاؤ دیدہ میں کویلوں کا سرمہ کھینچا اور قامت زشت علامت کو جنبر ہزار گونہ ناز و نخرہ میں رنچا اور بہزار بیتابی وزیرزادہ سے پھر چپٹ گئی اور رپٹ دوپٹہ کا رخ انور سے اٹھاکر ہیم بوسہ لینئے لگی اور معنی اس رباعی پر جان دینے لگی

رباعی

جدا جو منھ سے تیرے اے صنم نقاب کروں
قسم خدا کی کہ دل صدقے بے حجاب کروں
تیری جبین و رخ و گردن مصفا سے
ہزار بوسہ گلو سوز انتخاب کروں

قضاکار اس حرکات گستاخانہ اسکی سے آنکھ بند خردمند کی کھل گئی اور یہ بے ادب فرط خوف سے سہکر مثل شمع سوختہ پگھل گئی خردمند نے آتش غضب سے چشم کو سرخ کرکہا آج یہ کیا خلاف عادت حرکات ناشائستہ پیہم سرزد ہوتی ہین تجہسے کلیجہ کہاتے ہین دل کو ستاتی ہین ہزار بار کہا کہ تمنا دلی تیری ہمسے نہ بر آئیگی گو ہزار بار تو ایسے رولے لائیگی مرغ بسمل کی طرح پھڑ پھڑائیگی ماہی بے آب سان بلبلائیگی گل نمط کملائیگی آنکھون سے ساون کی جھڑی برسائیگی مثل مار سیاہ پیچ و تاب کھائیگی رعد کی طرح کڑکڑائیگی نقش حیات صفحہ ہستی سے مٹائیگی خوشامد کی باتین سنائیگی سمند ہوس میدان تمنا مین دوڑائیگی ناز و نخرے جتائیگی کیونکر نا سنح

وطن مجھہ بیقرار عشق سے چھوٹا تو بس چھوٹا
نکلکر جا نہیں سکتا ہی پھر سیماب معدن کو
فلک کی سرد مہری سے ہوا ہی انقلاب ایسا
بنا تا ہی زمستان رشک گلشن جیسے گلخن کو

کلام استغنا التیام وزیرزادہ خردمند کا سنکر دیونی نے آہ کا نعرہ مارا اور کہا او قاتل بے مروت

ناآشنا مزاج ناسخ

مائل سوئے سجود ہی تیرے حضور ہی	سر میرا اور نہ یار بہت پُر غرور ہی
خورشید کی تلاش ہی نصف النہار مین	وہ ہی حضور تو ہی و لے بے حضور ہی

آہ ناسخ

گر گیا ہی میری آغوش کو جانان خالی	اس جہینے کو بجا کہتے ہین انسان خالی
بار ہا ہو گئے لالہ سے بیابان خالی	نہ کبھی داغ سے پایا دل نالان خالی
باغ مین سُنکے میری زمزمہ پردازی کو	آشیان کر گئے مرغان خوش الحان خالی
ہو گیا وصل سے لبریز مرا ساغر عمر	شیشۂ مے ہوا تھا ابھی چندان خالی

یہ کہتا تھا کہ اسی دم پھر اُسکے دماغ مین بوے انسان نو وارد آئی چار دن طرف دیکھکر از بس جھنجھلائی بے ساختہ زبان پر لائی البتہ اس جگہ آج کوئی گل تازہ شگفتہ ہی کہ جسکی نکہت سے تمام مکان مہک رہا ہی چاہا کہ خود اُٹھکر ہر ایک مکان و گوشہ گلشن و خیابان مین تلاش کرے وزیرزادہ نے قیافہ سے دریافت کیا اور سوچا کہ ایسا نہو کہین یہ خبیثہ وزیرزادی کو دیکھے اور ناحق میرے اور اُسکے سر پر کالی بلا لاوے کمبھی کی طرح نگل جاوے ہنسکر کہنے لگا آج کیا باعث ہی کہ اس طرح چوکس ہو کر ہر طرف نظر بازی کرتی ہو اور دمبدم سمند خیال سے میدان ہوس مین ترکتازی معلوم ہوا دل اور کہین لگا یا غیر کا نقشہ عشق صفحۂ خاطر مین جما یا ہماری محبت بھولائی اسلیے کرتی ہو ہر گھڑی رو کھائی یہ باتین محض مکاری سے بنائی ہو محبت جتاتی ہو بڑی چاتر ہو عورتون کا مکر بہت بڑا ہی مصحف مجید مین پڑھا ہی کسی طائر کو دام مین پھانسا ہی کہ جسکے واسطے یہ بیقراری و اضطرابی ہی اگر اور ہی کی طرف دل لگانا تھا تو ہمین کاہیکو توڑ کر یہان لانا تھا شعر

کوئی بھی کام کرتا ہی گا ایسا	کیا ای بے مروت تو نے جیسا

جسطرف دل لگا ہی بیدھڑک جائیے شعر

مجھسے چھپ چھپ کے تو راتون کو کدھر جاتی ہی	نہ کہون گو یہ سمجھتا ہون جدھر جاتی ہی

یہ کلام دردانضمام وزیرزادہ کا سنکر دیونی لوٹ پوٹ ہو گئی اور اصلا خیال دل مین انسان نووارد کا نہ لائی مگر لائی تو یہ ذکر زبان پر لائی بس بس صاحب چپ رہو شعر

یہ باتین نہین اب گوارا ہمین	تمھارے سمجھانے تو مارا ہمین

آپ دل لگی نہ کرینگے تو اور کون کریگا ان باتون سے کلیجہ پکاتے ہو دماغ کھاتے ہو خرمن طاقت مین آتش حسرت لگاتے ہو شربت وصل کی جا زہر مفارقت پلاتے ہو ترچھی نگاہ دکھاتے ہو ناحق رولاتے ہو شعر

کیا غضب ہی کہ نہ جینے دو نہ مرجانے دو	شربت وصل نہ پینے دو نہ سم کھانے دو

تیری بے پروائی سے جگر سوراخ سوراخ ہی کون سی شب ہی کہ شمع کے مانند سوز و گداز نہین اور کونسا روز کہ رنج و غم اپنا برگ و ساز نہین ہم آپ کے قدم پر نقد جان نثار کر چکے آپ کو وہی اغماض وہی حجاب ہی شعر

تیری چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا	دوست سے دشمن ہوے اپنا بگانہ پھر گیا

غزل

راحت زیست سے تخچیر نے منھ پھیر لیا	صید گہ سے جو ترے تیر نے منھ پھیر لیا
صبحدم دولت تعبیر نے منھ پھیر لیا	خواب مین شب کو تری زلف پریشان جو پڑی
کہ ہی اعجاز سے تاثیر نے منھ پھیر لیا	تیرا بیمار نہ اچھا ہو دم عیسے سے
آ یا مرے بخت سے تو قیر نے منھ پھیر لیا	بیٹھون جس بزم مین وان پائون سے ٹکراتی ہین
مہر سے بھی فلک پیر نے منھ پھیر لیا	برسرکینہ ہوا مجھسے جو وہ شوخ تو پھر
کسطرح ناخن تدبیر نے منھ پھیر لیا	عقد تقدیر کی وا کرنے سے تائب ہی ہی

اگر ایسی ہی بے پروائی ہی تو ایک دن اپنی جان لبون پر آئی ہی سنگ فنا پر شیشہ عمر چور کرونگی ننگ و ناموس دور کرونگی حشر کے روز ہاتھ مرا اور دامان آپ کا اور قاضی خدا وند جل و علا آہ شعر

خدا برے سے نہ ڈالے معاملہ دل کا	بتون کی سنگدلی نے ہمین ستایا ہی
تبک رہا ہی کبھی دن سے آبلہ دل کا	الٰہی خیر ہو کچھ آج رنگ بیڈھب ہی

وزیر زادہ بولا مطلب دل کیسے کیا ہی رو رو کر کہا شعر

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہی فیصلہ دل کا	ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا

کہا اُسنے کہ اے نادان انسان کو لازم ہی کہ گلشن شش جہت مین گُل حیات کو صرصر جرم و معصیت بیجا دے اور دل کو تعلقات سے قطع کرکے رات دن یاد خدا مین لگا دے اجل برسر کار حیات مستعار ناپایدار آخر فرناخدا کے روبرو سر دھرنا ہی چشم عبرت سے مضمون اس شعر کا دیکھنا چاہیے

عباس علی گویاموی

جھلملاتی ہی چراغ عمر کو باد فنا ٭ گُل بھروسے پر تجھے پھولون کا زیور چاہیے

شیطان در پئے آزار اللہ جلشانہ قہار ہر دم یہی اندیشہ و انہگیر حال کہ ایسا نہوے یاد خدا دم نکل جاے کچھ ہاتھ نہ آئے ورنہ نسبت تیرے اپنا یہ مقولہ ہی

شعر

چہرہ چاہتا حسن کا گر عالم علوی پہ نہین ٭ مہر و مہ چھا گئے ہین کیون پردۂ زنگاری سے
آفتاب حسن غیرت سے چھپیگا زیر ابر ٭ جسگھڑی دیکھیگا تیرے روے انور کی جھلک

اِن باتون کو سنکر دیولی مارے خوشی کے پھولی نہ سمائی اور بے اختیار زبان پر لائی

غزل

ایسی وحشت نہین دل کو کہ سنبھل جاونگی ٭ صورت پیرہن تنگ نکل جاونگی
وہ نہین ہون کہ رکھائی سے جو ٹل جاونگی ٭ آج جاتی تھی تو ضد سے ترے کل جاونگی
شام ہجران کسی صورت نہین ہوتی ہی صبح ٭ منھ چھپا کر مین اندھیری ہین نکل جاونگی
کھینچکر تیغ کمر سے کسے دکھلاتے ہو ٭ ناف معشوق نہین ہون کہ مین ٹل جاونگی

ایسے نقرہ بندی سے بندی کے دل کو قرار نہین کونسا دن ہی کہ آپ کے لب پر یہی تکرار نہین ہمنے گوہر حیات تمھارے عشق مین خاک مین ملایا دل سنگین تمھارے کو رحم نہ آیا ہمین

افسوس مرے غم نے نہ کی تجھ مین سرایت ٭ بیفائدہ سی آئی نظر حرف و حکایت
آئی وہی در پیش جو تھی عشق کی غایت ٭ بیجا ہین گلہ سب مرے بیوجہ شکایت
بھولے سے جو ملجاتے ہو یہ بھی ہی عنایت ٭ یعنی مین ہون اس بات مین شرمندہ نہایت
ہی سچ بجا بات یہ بھائی مرے دل کو ٭ سچ کہتے ہو دل مین نے دیا اور کسی کو
کوئی نہ کہے یہ کہ سکھایا ہی کسی نے ٭ تمکو مری جانب سے لگایا ہی کسی نے
بیجرم یہ طوفان اُٹھایا ہی کسی نے ٭ ایسا مجھے دیوانہ بنایا ہی کسی نے
یہ جھوٹھ نہین سچ ہی جتایا ہی کسی نے ٭ کیا کیا نہین آنکھون سے دکھایا ہی کسی نے

یون مانے ایسا کوئی نادان نہین ہی ۔ تم خبر سے ملتے ہو یہ طوفان نہین ہی

مدت دراز گذری کبھی آپ نے دل پُر درد کی خبر نہ پوچھی خوف خدا دل مین نہین بوے وفا آپ کے آب و گل مین نہین افسوس بندہ دشمن

آتش غم سے تن زار جلاؤن کب تک ۔ آب دیدہ سے اس آتش کو بجھاؤن کب تک
غم کے دریا مین دل اپنے کو ڈباؤن کب تک ۔ سر کو ہر سامنے ہر اک کے جھکاؤن کب تک
حرف شکوہ کا زبان اپنی پہ لاؤن کب تک ۔ قصۂ رشک عدو دل کو سناؤن کب تک

دیگران راحت من این ہمہ غم مے بینم
ہمہ کس خرسے من درد و الم مے بینم

تو یہ سمجھے ہی کہ اب یوسف ثانی ہون مین ۔ یہ جبین زلف سیہ موے میانی ہون مین
جوہر تیغ جفا ظلم کا بانی ہون مین ۔ غنچہ گلشن خوبی دُر معنی ہون مین
بس غلط ہی کہ سکے تو زر کانی ہون مین ۔ میوۂ نورس گلزار جوانی ہون مین

جان من ہیچ تو غارت گر جان بسیار ست
ترک زرین کمر و موے میان بسیار ست

جی فدا تجھ پہ کیا جب سے کہ ای ماہ جبین ۔ رحم دشمن نے کیا خوش ہوے چین بجبین
حالت زار پہ میری ہوئی بلبل غمگین ۔ طوق قمری نے گلے بیچ لیا ڈال وہین
حیف آتا ہی کہ یہ تجھکو ذرا رحم نہین ۔ یہ نہ معلوم کیا کس نے تجھے یہ تلقین

فارغ از عاشق غمناک نمے باید بود
جان من اینہمہ بے باک نمے باید بود

یہ کلام سنکر دل وزیر زادہ کا بھر آیا اور ہزار ملائمت سے زبان پر لایا خیر اگر مرضی تیری اسی پر ہی تو کیا مضائقہ کل سے ہر رات کو کلام گرم اختلاطی سے تیرے دل کو تسلی کر دیا کرونگا اور کچھ باتین پیار کی سنا دیا کرونگا جسمین تیری مرضی ہوگی وہی کام ہوگا گو اسمین نام بدنام ہوگا گل رخ تیرے پر برنگ بلبل چہچہ پرداز ہونگا مثل قمری شاخ سرو تمنا تیری پہ ترنم سنج ہونگا خاطر جمع رکھ دل کو تسلی دے بہت نہ گھبرا کلیجہ کو نہ کھا آنکھون سے سرشک نہ بہا مشیت ایزدی

چارہ نہین ہی بجز رضا بقضا کے گذارا نہین اپنا کہین سہارا نہین ہمارے تم سے کسکا چارہ یارہ
نہین القصہ رات حرف و حکایت و شکوہ و شکایت مین بسر ہوئی اور جب مرغ فلک صفا
قفس آفتاب جہانتاب سے مرغ نورانی پر و بال زرنگار زیر آسمان سے نکالکر انکار سے شعاعون کے
ہر طرف پھیلنا شروع کیے اور دیو سیاہ شب کا کہ تہ و بالا محیط ہوکر واسطے سرقت کلام ملائکہ کے
تا فلک عروج کر گیا تھا کان پکڑ کر بھاگا چار طرف دنیا روشن ہوگئی تیرہ ہوئی اور خاطر ظلمت ظلام
کی افسردہ و پژمردہ دیونی وزیرزادہ سے جدا ہوکر بپا ہونا کنارہ روانہ ہوئی اور
جان اُسکی شعلہ زن فراق سے جلکر جوگن وزیرزادہ اٹھا بدستور سوے قفل دروازہ
کا کھولا جوگن نکلی دونون باہم پلنگ پر بیٹھکر سمت اندیشہ مین تو سن فکر میدان ارادہ مین
دوڑانے لگے آخر یہی صلاح ٹھہری کہ پر سیمرغ آگ پر رکھے اور اُسکو بلائیے پس آگ آتش زنہ
سے نکالی ڈلی عود کی اُسپر ڈالی پر کو بخور دی ہنوز نہ گذرا تھا کہ ایک سیاہ بادل چار دان طرف
نمود ہوا روشنی آفتاب کی چھپ گئی تاریکی ہر طرف چھا گئی ناگاہ ایک سیمرغ آیا وزیرزادی کو
چھاتی سے لگایا کہ کیا مشکل درپیش آئی کہ تحمل کی نوبت نہ آئی میری یاد فرمائی جوگن نے
دست بستہ ہوکر آداب بجا لایا اور مقصد دلی اپنا بتایا اور وزیرزادہ اسیر پنجۂ بلاے دیونی کا قصہ
سنایا سیمرغ بولا اگرچہ یہ کام چندان دشوار نہین ممکن ہی کہ ایک چنگل مارکر جان اُسکی نکالون
اور جہان اُسکی نظر مین سیاہ کرون مگر مآل کار کو سوچتا ہون کہ مبادا لشکر دیونی کا نہ آجاوے
اور تنہا اُنسے مقابل ہونا محال ہی لیکن صلاح یہ ہی کہ تم دونون کو یہان سے اُڑا کر ادر کسی
مکان محفوظ و مامون مین پہنچا دون دیونی کے کلیجہ مین آتش حسرت لگا دون وزیرزادی وزیرزادہ
سے مخاطب ہوئی کہ کہیے کیا ارادہ ہی وہ بولا **شعر**

روز مرگ آرزو ہی تابکی غم کیجیے	تابکجا دست دعا کو وقف ماتم کیجیے
دوستی وہ ہی نہو جسمین غرض کا شائبہ	روز روشن مین چراغ مردہ کا غم کیجیے

اب آگے آپکو اختیار ہی بہرحال خلاص درکار ہی یہان ایکدم رہنا دشوار ہی یہ کیا کیجیے
نہ کوئی یار نہ کوئی غمخوار ہی دن کو مانند شمع کے ڈھلنا پڑتا ہی رات کو جلنا سیمرغ بولا بے احتیاج
یہان سے اٹھالو اور بستر سنبھالو جو کچھ درکار تھا وزیرزادہ نے لے لیا طائر زرین بال نے

پرون پر دونون کو بٹھایا اور اوڑا یا بلند اتنا اُڑا کہ شور ملائکہ کا نون مین انکے آیا مارے
وحشت کے جی جانے لگا ر و نگٹا تھرانے لگا بعد ایک پہر کے مرغ بلند پروازی سے مائل پستی کا
ہوا انکو آسرا اپنی ہستی کا ہوا ایک پہاڑ پر اُترا دونون کو پشت سے اُتارا اور کہا یہ سبزہ زار
جو نظر آتا ہی تم یہان ٹھہرو اور جب چاہو قطع فاصلہ منزل مقصود ہو یہان کچھ خوف و خطر نہین ہی
مجھے اتنی ہی طاقت تھی آگے خدا مالک ہے وہان کا امکان ہزار ون کوس یہان سے ہی
یہان نہ آسکے گی اور وہین جان دیگی یہ کہکر مرغ رخصت ہوا اور یہ دونون ششدر و متحیر
ہراسان حیران پریشان بے سروسامان وہان رہ گئے بعد دو ایک گھڑی کے پہاڑ سے نیچے
اُترے اور طائر نظر کو ہر طرف بلند پرواز کیا ایک طرف دیکھا کہ ایک چھوٹا سا باغچہ رنگ
برنگ کے پھولون سے کھلا ہوا رشک باغ رضوان ہی اور ہزار رنگ کا میوہ پختہ و خام شاخ
اشجار پر آویزان درمیان اُسکے ایک نہر جاری پانی اُسکا دودھ سے سفید اور شہد سے
شیرین تر قدم اُٹھا کر اُدھر گئے حواس باختہ بجا آئے کچھ میوہ ہر قسم کے توڑ کر کھائے نظارہ
سبزہ سے چشم کو طراوت حاصل ہوئی شکم سیر ہوئے طرف عدم گرسنگی کے منزل ہو سکے چونکہ
عرصہ دراز سے چشم آشناے خواب و آسایش نہوئی تھی بیٹھتے ہی سو گئے جب مسافر آفتاب
خط استوا سے تجاوز کر گیا دونون نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز پیشین ادا کی دامان میوجات
سے بھر کر ایک طرف کی راہ لی اور عنان اختیار و ہین توکل علے اللہ فہو حسبہ کے اقتدار کے
پنجہ مین چھوڑ دی اور بولے شعر

فکر ما در کار ما آزار ما	کارساز ما بہ فکر کار ما

کبھی باد صرصر کی طرح تیز رفتار بیابان و کوہسار ہوتے اور گاہ بگولہ آسا جادہ پیما
صحراے پُر آزار ہوتے زبان پر یہ غزل جاری اور دیدہ سے اشکباری آتش

وحشت دل نے کیا ہی یہ بیابان پیدا	سیکڑون کوس نہین صورت انسان پیدا
سحر وصل کریگی شب ہجران پیدا	صلب کافر سے بھی ہوتا ہی مسلمان پیدا
دل کے آئینہ مین کر جو ہر پنہان پیدا	در و دیوار سے ہو صورت جانان پیدا
خار دامن سے اُلجھتے ہین بہار آئی ہی	چاک کرنے کو کیا گل نے گریبان پیدا

باغ سن سان نہ کر انکو پکڑ کر صیاد — بعد مدت کے ہوئے مرغ خوش الحان پیدا
ایک گل ایسا نہیں ہو نہ خزان جسکی بہار — کون سے وقت ہوا تھا یہ گلستان پیدا
موجد اسکی ہی سینہ وزی ہماری آتش — ہم نہوتے تو نہوتی شب ہجران پیدا

غرض اسی طرح ایک مدت دراز بادیۂ طلب سے بیابان و کوہسار طی کرتے تھے اور ساغر چشم بادۂ گل رنگ سرشک سے بھرتے تھے لیکن کہین اُس یوسف گم گشتہ کا پتہ نہ چلا اتفاقاً ایک دن ایک کوہ دشت پژوہ کے قریب پہونچی قضارا وہان ایک مادہ گور پشت مالیدہ خط مشکین از سر تا دُم کشیدہ خالدار تیز تک سُبک ساق سوسن گوش ہلالین سُم مرصع دم صبا رفتار برق کردار نہایت نزار و نزار دور سے نمودار ہوئی اور آہستہ آہستہ سر نیچے کیے ہوئے روبرو اُنکے آئی اور رو بیکار چلائی وزیرزادہ نے اُسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور سوچا یہ بات خالی اسرار سے نہین ظاہر کوئی آفت اسپر آئی ہی اور کوئی غرض اسکی ہی ورنہ یہ وحشی رم سرشت انسان کے پاس کب آتا ہی پوچھا کیا مصیبت ہی کہ جس سے یہ دہشت ہی اُسنے سر اُسکے پانون پر جھکایا اور منھ پھیر کر طرف پہاڑ کے اشارہ کیا وزیرزادہ اُٹھا اور جوگن وہین بیٹھی رہی غرض مادہ گور آگے وزیرزادہ پیچھے

نظامی

تا بنا رسے رسید دور از دشت — کز رو پاے آدمی نہ گذشت
چون در آمد شکار زن بہ شکار — اژدہا خفتہ دید در بن غار
چون درختے درو نہ بار و نہ برگ — مالک دوزخ و میان جی مرگ

ایک کوہ سیاہ کون دہن چون تابدان سقر بچہ گور دابے ہی دیکھکر اس بلاے ناگہانی کو رنگ چہرہ وزیرزادہ کا مانند حرباً آفتاب دیدہ کے متغیر ہوگیا کہ الٰہی یہ کیا آفت آئی اگر کنارہ کیجیے جانور تا امید جاتا ہی اور جو قصد مارنے کا کیجیے دن خورشید عمر پر زوال آتا ہی اور

قول سعدی بھی مصداق اسکے ہی شعر

گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد — تو مرو در دہان اژدرہا

آخر سوچا کہ اگر صفحۂ حیات پر نقش ممات سے اژدر کے ہاتھ سے لکھا ہی تو شعر

کوئی صورت کوئی عنوان نہین بچنے کی — اس ستمگر سے ہی اب جان نہین بچنے کی

اور اگر زندگی باقی ہی تو بے شک یہ بلائے مہیب تیرے ہاتھ سے منزل گزین راہ عدم ہوویگی
راہ خدا مین سر دینا مفت ثواب لینا ہی زندگی سے ناچار موت کا طلبگار ہون کسی کے
سر ہی ہو مرے شیشۂ حیات مے ممات سے بھرے یہ کہکر گور کو وہین چھوڑا اور وزیرزادی کے
طرف منھ موڑا تمام حال بیان کیا خاطر نازنین کو پریشان کیا سر پیٹ کر بولی کہ مفت جان نہ کھو
مجھے تنہا نہ چھوڑ اُسنے نمانا اور کہا اگر چراغ زیست شبستان بدن مین چندے صرصر فنا سے
محفوظ و منور رہی تو البتہ ہمارے ہاتھ اسکی موت ہی تن سے جدا سر ہی گور کیا یاد کریگا یہ کہکر
طرف اژدہا کے تیز گام ہوا اور تیر دو شاخہ خدنگ پیکان فراخ آہنگ مین لیا قبضہ کمان
زیب دوش کیا اسماے الہی پڑھتا ہوا چلا دل دھڑکتا گوشت پھڑکتا قدم ڈگمگاتا تھرتھراتا
ٹھراتا تھا لیکن آخر کو کمر استقلال میان ہمت پر باندھا موت کے دریا مین دیدہ و دانستہ پھاندا
دیکھا کہ فاصلہ تیر پرتاب سے خس و خاشاک سنگ ریزہ وغیرہ ہنگام دم کشی اژدر کے منھ مین
دوڑا جاتا ہی اور ایک کوہ سیاہ پڑا ہوا نظر آتا ہی اُسنے ایک جا قدم جمایا نام خدا زبان
پر لایا اور سیس ہو کر تیر دو شاخہ چلۂ کمان مین جوڑا اور شست باندھکر وسطی ابہام کا حلقہ کر
راست گوشہ ابرو سے ملا کر دو چشم اژدر پر چھوڑا بصفتیکہ

ہر دو چشمہ دران دو چشم نشست
راہ بینش بر آفرینش بست

دونون آنکھین اسکی اندھی ہوگئین اور جہان نظر مین سیاہ ہوا خانۂ حیات سیل
ممات سے تباہ ہوا اژدر پر میدان تنگ ہوا وزیرزادہ آگے تیز آہنگ ہوا ایک ناخچ
ہشت مشت غشش بیلوا اُسکے گلے پر چلا دی ضرب زخم ناخچ سے روح جسد اُسکے سے پرواز
کر گئی ایک آواز ہولناک ایسی نکالی کہ زمین ہل گئی آسمان کے پردہ پھٹ کر سات ہو گئے
خردمند نے خوف نہ کھایا بمزید احتیاط ایک زخم تیغ برق دم کا گردن پر ایسا مارا کہ سر
دوش سے صاف اوتار اگور کے داد دی بچہ کو رہا کیا خوش و خرم وزیرزادی کے پاس
آیا مژدہ مرگ اژدر سنایا دوگانہ شکرانہ بجا لایا شہزادہ کے ملنے کی دعا مانگی دو ایک دن
وہان آرام کر آگے چلدیے جب سطح زمین پر سراغ شہزادہ کا نہ لگا ایک پہاڑ ناپیدا کنار پر
چڑھے قدم آگے بڑھا اکثر خوراک اُنکی بناس تپی تھی اور بجاے بستر خاک اور منی

گاہ دبیگاہ غم شہزادہ سے تنگ آکر زیست سے بیزار ہوتے گل مضمون اس غزل کے رشتہ اشک مین پروتے

غزل

رہے کیونکر نہ ہردم دل نشانہ ناوک غم کا
گھڑی اپنا تو ل ہفتم ماہ محرم کا

گیا جو اُسکے کوچہ مین وہ با چشم پر آب آیا
حرم سے لاتے ہین جسطرح زایر آب زمزم کا

چلا جاتا ہون مین دن رات لیکن نہین جاتا
اثر سوز غم فرقت مین ہی نار جہنم کا

برنگ گل جگر ہوتا ہی ٹکڑے سیر گلشن سے
ہوا ہی تیغ غم بے یار نظارہ سیر غم کا

ازل سے جو کہ باہم ہین جدا ہوتے ہین دنیا مین
دلیل اسپر جدا ہونا ہی یہان طفلان توام کا

میری آنکھون مین پڑجائین نہ کیونکر سقدر حلقے
تصور رات دن رہتا ہی اُسکے زلف پرخم کا

مجھی مین سایہ رہ رو عدو ہین خار رہ ناسخ
مسافر وادی امکان ہون گویا کوئی دم کا

اتفاقاً چلتے چلتے تنگ آئے عیش زندگی بسر ناکام آئے ایک جگہ مقام کیا پائے فرسودہ ماندہ کو آرام دیا تجالون نے خوشہ انگور سے کام لیا دست دعا درگاہ خدا مین بلند کیا ان فقرون کو پسند کیا اے مجیب الدعوات وا اے قاضی الحاجات وا اے کافی المہمات وا اے حل المشکلات ہمار گشت

خشک خزان رسیدہ تمنا کو آب فضل و کرم اپنے سے سرسبز و شاداب کر دے بوستان پژمردۂ امید دیدہ
کو بہار عنایت و ترحم سے خرم و شاداب کر نہال آرزو کو برومند کر گل مقصد کو لب خندہ کر شگفتہ دل
ساغر ارغوانی مطلب سے سرشار ہو جاوے دیدۂ منتظر نشۂ آرزو سے پر خمار ہو جاوے بلبل خاطر
گل تمنا پر چہچہے پرداز ہو مضراب عشرت رباب راحت پر رگ ساز ہوا فسر طالع کا نظرات تربیع
سے درگذر کر تثلیث نشین ہو قرعۂ بخت کا فرح بخش لحیان گرین ہو ویرانہ سے آبادی نصیب کر
حنظل ناکامی کو رشک زیب کر شب تاریک مصیبت کی صبح عشرت سے بدل جاوے خار رنج و
الم پائے طلب سے نکل جاوے دریائے رو تہ کی سے نجات پاوین شہرستان نشست مین
پہنچ جاوین تحمل بار سرگردانی سے عاجز ہوئے راہ طلب مین پا تنگ دو رکے کہ آخر
ہوئے تیری جناب سے کوئی نا امید نہین کو تسا مجرم کہ بعد توبہ رو سفید نہین ہاتھ پاؤن ٹوٹ
گئے چھالے ہوش و حواس کے چھوٹ گئے اب بیابان سے دل گھبراتا ہے آبادی کی طرف
جی للچاتا ہے اگر ہمین دنیا مین پیدا کرنا تھا تو یہ آفت ہمارے سر پر نہ دھرتا بغلب جیتے جی مردہ
ہین خاطر افسردہ ہین شاہزادہ دلپذیر کا سراغ ملا دے شبستان دل مین امید کی شمع جلا دے
مثال چرخ پر سر دوران ہے دل مثال فانوس خیالی سرگردان ہے آہ

شعر

یا رب شتاب روز بد ہجر شام ہو	ابتر ہی کار زیست کسی ڈھب تمام ہو
اس طائر زبون کی افسوس زندگی	جو لائق چمن نہ سزاوار دام ہو

ای خدا سنلے تو فریاد گنہگارون کی غرض اسی طرح دعا کرتے کرتے شام ہوئی رنج حلال
ہوا راحت حرام ہوئی شاہد زرین قبا نورانی رخ ماہتاب نے سر غرفۂ افلاک سے باہر
نکالا ایک عالم پر چادرۂ سفید نور کا ڈالا گلستان فلک مین ستارے شگفتہ نہ تھے گویا انہار
نور کے بوٹے پھلے تھے کہکشان کی نہر جاری تھی عجب ہی شگفتہ پھلواری تھی چاندنی کا
یہ عالم تھا کہ ایک شامیانہ نور کا تنا صحیح و سالم تھا نا بینائے ازل حروف لوح محفوظ کے پڑھ لیتا
کور مقری روزن سوزن مین تار عنکبوت ڈال دیتا جلوۂ ماہ منیر کا دیکھکر روشنی شب قدر
ایسی غائب ہوئی کہ اگر کوئی برسون تلاش کرے حاضر نہ آئے ظلمت آبحیات یون نمایان تھی
کہ جیسے رخ آئینہ مین عیان ہو ہر ذرہ ریگ بیابانی مثل کرمک شب تاب کے چمکنے لگا

نظر برق کو اُچکنے لگا تجلی طور کی اگر اُسکے روبرو آتی سیاہ زرد کھلاتی ہر برگ شجر رشک سپر زر
تھا فلک سے زمین تک منور تھا عکس نور کا برگ اشجار سے یون نمایان تھا کہ گویا فراش
قضا نے ایک فرش مشجر بچھایا تھا ستارون کی جشمک زنی آنکھون کو چوندلاتی تھی اسرار لامکان
کے دیکھتا وہ کہ جسکی آنکھ دھوندلاتی تھی گلون کے زخم تاثیر ماہتاب سے پھٹ گئی طبیعت
بلبلون کی مداوا سے ہٹ گئی

قطعہ

جلوۂ نور ہر ایک سمت نمایان یون تھا	لیلۃ القدر نمایان ہو جہان مین جیسے
نام ظلمت کا مٹا تختۂ امکان سے یون	کفر روپوش جہان بیچ ہو اسلام سے جون

لشکر شعاع ہر سمت متعین تھا اور ظلما ظلام کو جس جای ظلمت آگین مین پا جاتا بے سر اٹھائے
قتل کرتا اور منزل عدم مین پہونچاتا سایۂ شخص سے سفید تر تھا سنگ موسی روکش سنگ مرمر تھا
دیکھکر یہ عالم نور کا وزیر زادہ اور جوگن ایک پاکیزہ و صاف چٹان پر بیٹھے اور نماز عشا سے فراغت
حاصل کر کے کچھ ورد و ظائف شروع کئے اور کچھ میوہ وغیرہ نوش جان فرما کر اپنے اپنے بستر خواب کو
لیٹے ہاتھ پانون تعلقات سے سمیٹے بعد کچھ عرصہ کے وزیر زادی نے کچھ چھیڑ چھاڑ وزیر زادہ
سے آغاز کی کہ آپ ایسے بد قدم بوم سرشت ہمارے ہمراہ ہوے کہ جہان بیٹھین بجز
ویران کرنے کے نہ اُٹھین خاک پڑے تمھارے سر پر چلو اپنے راہ لو اب سے ہمارا تمھارا
ساتھ نہوگا خرد مند نے ہنسکر کہا آپ بھی بڑی شتابہ ہو کون سے جگہ ابھی تلاش نہ کیا مگر جب
تک منظور خدا نہین ہر ان باتون سے کیا فائدہ نظر آتا ہی اگر آتش نفسانی آپکی آتشکدۂ خاطر
مین صرصر خواہش سے مشتعل ہوئی ہو تو چندے توقف کیجیے بھڑک نہ اُٹھے آب ہوس سے
بجھا دونگا اور جو غنچۂ دل آپ کا گلزار پہلو مین نسیم تمنائے قلبی سے شگفتہ نہین ہوتا ہی چندے
دل لبستہ رکھیے قطرات مقاصد سے تر و تازہ کر ایسی منقار مارونگا کہ نکھڑی نکھڑی اڑا دونگا
مسبب الاسباب سبب پیدا کرے کہ وہ گم گشتہ کہین ملجاے دل بیکل کو کل آئے تب دیکھنا
کہ تمھارا بوستان خشک مقاصد دل کا آبیاری تمنا سے کسطرح سرسبز و شاداب کرونگا اور شجر
پژمردہ و خزان رسیدہ آرزو تمھاری کا گل مقاصد سے شگفتہ اور آبپاشی مراد سے خرم و
سیراب کرونگا تھوڑے سے دنون صبر کے دامن مین پاے ہوس کو لپیٹیے یہ کلام گستاخ سنکر

جوگن نے ناک سمیٹی اور تیوری چڑھائی نتھنے پھولاے پشت پھیری جواب تلخ دیا کہ چل رے مادر بخطا بیغیرت بے حیا اولا آئینہ مین منھ دیکھ تب یہ بات زبان پر لا وہ یہ مثل ہوئی گھوڑون کے نعل بندھے مینڈکی نے پانون پھیلائے تیرا منھ جو ہمسے کلام کرے وہ دن بھول گیا کہ ایک خبیثنی کے پھندے مین پھنسا تھا اور رات دن گوہ وگوبر سے سروکار تھا غم سے تمام جسم زار و نزار تھا ہم اپنی بیزار ہی تو تجھسے نہ اٹھوائین گے جہ جاے اس گفتگو کے کیا کرین پردیس مین یہ باتین سنتے ہین جہان نہ ہمارا کوئی داوی نہ فریادی والا ابھی منھ بگڑ جاتا ایسی منھ زوریان اپنے ہوتے سو تون سے کر تو کون ہے کون وزیرزادہ مسکرا کر کہنے لگا سبحان اللہ

اول تو شہیدی

در پردہ ستم ہمپہ وہ کرجاتے ہین کیسے
گر کیجیے گلہ صاف مکر جاتے ہین کیسے

رنجش کا میرے پاس نہین آپکو مطلق
برہم تمھین ہم دیکھ کے ڈر جاتے ہین کیسے

غصہ مین عجب رنگ بدلتے ہین پریرو
جون جون یہ بگڑتے ہین سنور جاتے ہین کیسے

اس صاحب عصمت کو یہی سوچ ہی ہر صبح
بیوجہ مرے بال بکھر جاتے ہین کیسے

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہین کٹتے
دن عیش کے گھڑیون مین گذر جاتے ہین کیسے

وہ وقت تو آنے دے سنادینگے شہیدی
بن آئے کسی شخص پہ مر جاتے ہین کیسے

بی صاحب خفا نہو جیے غصہ کو تھامیے زبان کو لگام دیجیے ذرا سوچ کے کلام کیجیے ہم جانتے ہین آپ بڑی پارسا باعصمت ہو تمام ملک دیکھا ہی مگر نظر کہین نہین ڈالی ہی آپ کی چال زمانہ سے نرالی ہی گوہر عصمت آپکا ابھی تک تہ دریا صدف ہی مین ہی صدمہ الماس کا نہ دیکھا ہی کسی نے رشتہ مین پروکر آویزہ گوش نہ کیا ہی رطب ویابس خرچ سے خوب آگاہ ہو حیا پرور عصمت پناہ ہو بی بی کا دانہ بے وضو نہین کھاتی ہو تمھارے دامن پہ نماز گزارنا باعث نجات کا ہی سخن دراز کو کوتاہ کیجیے اگر ہمسے کوئی بات بے ادبی کی سرزد ہو گئی معاف کیجیے کہ العفو عند کرام الناس واقع ہی ہم نجانتے تھے کہ آپ شعلہ خو تندرو ہین ذرا سی بھی بات نہ رکھتی ہین ہر ایک بات سے بھڑک اُٹھتے ہین بدن کو آتش غضب سے جلاتی ہین

چھوٹا سا پیٹ ہی لقمہ کلان کھاتی ہین مثنوی

معاف کیجیے ہمارا قصور اے بی بی
نہ جانا ہمنے کہ تم اسطرح کے ہوئیر کیل
کبھی زمانہ سے ہی راہ آپ کی سیدھی
کہ پھند ادیکھتے سے پرواز کا ہوکا نے سیل

وزیرزادی بولی چل پنجے پیسے بیٹھ ہائین بھی خدا جانتا ہی تجھے بھی جانتا ہی غرض ایسے کلام بلخی امیز شیرین انگیز باہم ہو کر عبادت حق مین مشغول ہوئے اور دست استدعا درگاہ خدا مین اٹھا کر باآواز بلند کہا کہ اے مالک شعر

تو گفتی ہر انکس کہ در رنج و تاب
چو عاجز رہا نندہ ذاتم ترا
دعا ے کند من کنم مستجاب
درین عاجزی چون نخوانم ترا

نظم

لگے سرا سے کہین دلپذیر کا مالک مولا
یہ بات ہی نہین قدرت سے تیری کچھ بعید
تیری جناب سے امید رکھتا ہون اے اللہ
تو میری کشت تمنا پر آب رحمت کا
نسیم فضل وکرم کو کہین تیری چلی جاے
تیری جناب سے کوئی نا امید ہوا
کہ تنگ زیست سے اپنی ہو بیکل مین آیا
ہمارا رنج مبدل ہو کر بعیش جو عید
کہ کامیاب ہون مطلب سے قاضی الحاجات
سحاب فضل سے اپنے شتاب دے برسا
تو کل امید کا اپنے شتاب ہی کھل جائے
جو آیا روسیہ جلدی وہ روسفید ہوا

یہ پڑھ کر بہزار الحاح رو یا اور سیلاب اشک کا چشمہ چشم سے جاری کیا اور سجدہ مین گر پڑا یہان تک کہ سو گیا اسی حالت مین خواب دیکھا کہ ملہم علیمی و سروش لاریبی گلبانگ بشارت آمود گوش تمنا مین پہونچاتا ہی شعر

ذرا گوش دل سے تو سن میری بات
کہ آتی ہی صبح اور جاتی ہی رات

اے تشنہ لب قریب ہی کہ چشمہ امید پر پہونچکر زبان خشک بیان اپنے کو سیراب کرے تو اور نزدیک ہی کہ نہال بر گریز مراد اپنے کو آبیاری فضل ایزد منان سے شاداب کرے تو چندے اور رہی کمر بندہ صبر کامیان ہمت پر استوار کر اور گوہر جان آیہ ان مع العسر یسرا ان اللہ مع الصابرین پر نثار کر قدم شکستہ طلب تیرے کامومیابی فضل خدا سے صحیح و سالم اور درست ہی

اور قطع مراحل ناکامی کو بات بپایک تیز تگ اندیشہ کے چالاک اور چست ہونا ابیات

تیری تمنا بر آئیگی آج ہی یا کل	تو اپنے گل سے غنچہ تہ لب سے ہو بگل
گل مراد کا البتہ ہوویگا خندان	بہار آئیگی سرسبز ہویگا بستان

خاطر اندوہگین کو تسلی دے یا آفت و مصیبت سر وقت سے آثار ہے چہرہ حال کو تا صبح
سے خراشیدہ نہ کر بلال ابروی امید کو مقراض محرومی سے تراشیدہ و شکیب وقت ناظر
جبین لباس سنجف ریب تن کر تا نزین آفتاب کا سر پہ کلک تقدیر نگاری
جلوہ گستر ہویان سے اٹھا اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر وہاں ایک فقیر دستگیر درماندگان
محتاجان خدا رسیدہ یا مشقت کشیدہ و زیارت دلہا سے رمیدہ و اشک خون از چشم چکیدہ یا سے
حال بدامن تمنا عنقا پیچیدہ قلم زہد چیدہ توکل گزیدہ خلوت گزین انجمن سفر بہ پیرو وطن تغافل
بہ قدم ہوش در دم گل چین گلزار پاس انفاس غواص دریاے فنافی اللہ سباح بحار فنا باللہ
محو نظارہ شاہد علم نیرنگی جادہ پیماے طریق بے خللی مسکن گزین ہے دعا اسکی تیر ہدف مراد ہے اور دم اسکا
تعلقات سے مانند سرو آزاد ہے نگاہ اسکی مانند دم عیسے محی شخص مایوسی ہے اور چہرہ نورانی اسکا
پر طاؤسی ہے اسکے جناب پاک میں ما فی الضمیر اپنا اظہار کر اور اسکے ارشاد ہدایت بنیاد پر
گوہر جان نثار کر کہ مطالب دلی بر آئینگا سنکر یہ کلام مقاصد نظام آنکھ وزیر زادہ خردمند کی کھل گئی
اور شمع مایوسی و نومیدی کی فانوس خیال میں کہ صرصر مراد سے محفوظ رہکر روشن تھی بالکل
گل ہو گئی شکر واہب العطایات کا بجا لایا اور ترانہ عیش و عشرت کا طنبور آرزو کو کوک کر بالحان
خوش بیان گایا دوگانہ شکرانہ کا ادا کیا اور گل عشرت سے شگفتہ دل کا قصا کیا اور جوگن سے
تمام ماجرا بیان کر کے کہا اٹھ کہ افق سپہر آرزو پر ستارہ خوش بختی کا نمایان ہوا اور ماہ مقصد کا
سطح آسمان مطلب پر درخشان ہوا جوگن یہ بات سنکر مسکرائی اور ہونٹھوں کو دانتوں سے دبا کر
زبان پہ لائی میاں صاحب اگر ایسے ہی ہی تو بسم اللہ کیجیے اور طرف مقصد کے راہ لیجیے لیکن سخن آرائی
نہ ہو کیونکہ ہمکو آپ کے خواب کا اعتبار نہیں ہے ایسے رٹل قافیہ آپ روز ہی ہانکتے ہیں اور بسبب ظہور
نہونے تاثیر نقش مراد کے خاک چھانکتے ہیں پس بقول سعدی علیہ الرحمہ شعر

کسی را کہ گردد زبان دروغ	چراغ دلش را نباشد فروغ

اگر صحیح ہی تو بہتر و الا اس ہرزہ درائی سے درگذر کیجیے کہا اُسنے آپ بھی عجب ہی فرماتے ہین
اور چہل سے نہین باز آتے ہین اگر خبط ہوا ہی تو فصد لیجیے بیہودہ باتین نہ کیجیے غرض یہ کہکر اُٹھی
اور اسطرف چلی بعد قطع مسافت چار پانچ کوس کے اُس جگہ کہ جہان گویا درویش خدا رسیدہ
کا تھا پہونچی دیکھا کہ ایک راکھ کا ڈھیر بمنزلہ کوہ لگا ہی اور پاس اُسکے فقیر مونچھ کے کندھے سے کونیہ
لگائے ہوئے تین چار سو برس کی عمر ریاضت شاقہ سے لاغر ڈاڑھی سفید مانند تار نقرہ کے ناف
پہ پڑی ہوئی اور پلکین رخسارون جھری کھائے ہوؤن پہ جھولی ہوئین ایک ایک استخوان
جلد بدن سے نمودار ہر رگ نمایان مثل ریسمانی تار پیٹ پیٹھ سے چپٹا ہوا عصائے دو شاخہ
سے ٹیکی لگائے ہوئے بیٹھا ہی اور کونڈی سونٹا ہری بوٹی کا سامنے رکھا ہی اور گرداگرد اس مکان کے
کیاریون مین گل لالہ ہزارا نافرمان گیندا ریحان مہندی دا ودی کلگا کھلا ہوا رشک بہار باغ
جنان کا ہو رہا ہی اور ایک طرف کڑھاؤ مین دودھ اوٹہ رہا ہی اور ایک چھوٹا سا چاہ کہ جسکے رشک
سے چاہ ناف محبوبان خشک ہو گیا ہی آب زلال سے کنارہ تک لبالب بھرا ہی اور جنگل کے وحشی ہرن
چکارا گینڈا شیر بھیڑیا چیتا خرگوش نیل گاؤ ارنا وغیرہ اُسکے آس پاس آتے ہین اور آتش تشنگی
اپنی بجھاتے ہین پھر چلے جاتے ہین لیکن کسی کو نہین ستاتے ہین اور درخت فراش کی ڈالیون مین بیَے
قمریون طوطیون مینون پپیہون ہزار دستون وغیرہ طائران خوش نوا کے لٹک رہے ہین اور وہ جا نور
اپنی اپنی بولی مین گونج رہے ہین لیکن فقیر کا باوجود اس کہن سالگی رنگ رخ کا مانند کندن کے دمک رہا ہی
اور آنکھون سے شعلہ آتش کا لپک رہا ہی یہ دونون پاس آداب تمام اُسکے دوبرو گئے اور کہا شاہ صاحب تسلیمات قبلہ

فقیر نے آنکھوں سے پلکوں کو اُٹھایا اور کہا بچا اچھے رہو کون ہو اور کہاں سے آئے کہ اس ہو کے
میدان مین کوئی غیر ذلک قدم نہیں دھر سکتا ہی اور نہ کوئی وارد ہوا ہی شعر ؞

گذر فرشتہ کا اصلا نہو یہان زنہار	پرندہ پر بھی نہین مار سکتا لیل و نہار
مکان ہی ہی نہ جز ذات خالق کونین	نہین ہی جلوہ نما کوئی تا کروہ ہزار
کہان سے پائی یہ جرأت کہ تم یہان آئے	ولے جو آئے تو دلمین نہ کچھ بھی گھبرائے
یہان تو زہرہ رستم بھی پھٹ کے پانی ہو	نہ روئین تن کی یہان پیدا نہ کچھ نشانی ہو

وزیرزادہ نے اداب بجالا کر عرض کی اشعار

سخن ما ز لطافت نہ پذیرد تحریر	نشود گرد نمایان ز رم توسن ما
طوطیان را نبود ہرزہ جگر گون منقار	خوردہ خون جگر از رشک سخن گفتن ما
تمہارا صاف دل ہی گر تو نقش مدعا اپنا	مقرر جلوہ گر ہو ویگا حاجت پوچھنے کی کیا
مگر سن لیں حقیقت آپ کی ہم پہلے ایصاحب	بیان اول سے آخر تک کرینگے حال پھر اپنا
جگر جلتا ہی اشک آنکھوں سے جاری مثل باران ہین	نمایان موسم گرمی مین ہی بارش کا ہنگاما
دل بیمار میرا دیکھکر عیسے ابن مریم	نہایت خوف سے سولی پہ چڑھکے چرخ پہ بھاگا
لگائی آگ سینے آہ سوزان سے چمن مین جب	نشان گل نہ وہان باقی رہا نے نام بلبل کا
میرے طالع کی جو سیدم چرخ نے برگشتگی دیکھی	تو گردش سے نہین ہی رات دن وہ ایکدم تھمتا

سنکر یہ کلام درویش صفا کیش نے وزیرزادہ کی پشت پہ ہاتھ پھیرا اور نہایت شفقت و ترحم سے
فرمایا اے بچہ اب خاموش ہو سنکر تیرا احوال دل کو بیتابی حاصل ہوئی دل شاد رکھ خدا کو یاد رکھ
گھٹ گھٹ کر کلیجہ نہ کھا چشم سے اشک نہ بہا خدا چاہے تو خار غم کی نوک ٹوٹے گل مراد شاخ تمنا پہ
کھلے رنگ شکستہ درست ہو کمیت مقصد میدان حصول مدعا مین چالاک و چست ہو ایام خزان دیدہ
آفت رسیدہ بہار امید سے مبدل ہون مفصل احوال مجمل ہون کوئی دن جاتے ہین کہ شاہدان مراد
بغل مین آتے ہین چہرہ زرد گلنار ہو عروس تمنا ہمکنار ہو بلبل آرزو شاخ مقصد پہ چہچہہ پرداز ہو
قمری عشرت سرو جویبار پہ ترنم ساز ہو نسیم افضال الہی سے گل ہمیشہ گلبن تمنا پہ شگفتہ غنچہ دیرینہ
خاطر نازک سے نہفتہ احوال میرا سن سر کو نہ دھن کہ ابتدا سے صبح شعور سے کہ اسکو عرصہ [illegible]

گذرا مین نے تعلقات سے کنارہ کیا اور اس کوہ قاف شکوہ پہ گذارا کیا محنت شاقہ اختیار کی مصیبت
فاقہ کشی کی تیار کی نفس سرکش کو زیر فرمان کیا عشق شاہد لم یزلی مین دل و جان قربان کیا جو عیت تھا
کو قبولا یاد طمع کو دل سے بھولا توکل کی رسی مضبوط پکڑی طناب امید کاٹی شاہد قدس نے جلوہ دکھایا جو
نہان تھا ہر طرف نظر آیا رتبہ فنا حاصل ہوا بقا سے واصل ہوا مدت دراز گھاس پتی کھائی غیر حکم
گردن نہ ہلائی نیستی نابود ہوئی ہستی نمود ہوئی آپ سے خلا یار سے ملا ہو الیس فی وجتی ما سوی اللہ کے
معنے خوب پہچانا جس طرف نظر کی سوا اُسکے نہ سوجھا آفتاب وحدت کا فلک خاطر پر درخشان ہوا ذرہ ذرہ
سے نور شاہد یکتائی نمایان ہوا موج بحر وحدت مین جوش آئی کشتی ہوشیاری غرق ہو کر نہ دی دکھلائی
شناور دریائے تجرید ہوا ماہر اسرار توحید ہوا خلوت کو دوست رکھا جلوت کو دشمن سمجھا کفر و اسلام سے
سروکار نہین جز یار دیر و حرم مین اغیار نہین مغز و پوست مین توحید نے یہانتک سرایت کی کہ معنی ہمہ او
الفاظ کائنات مین دکھلائی دیئے ایک نے دوئی کا نشان مٹایا ہر طرف توئی توئی کا جلوہ نظر آیا
تحت و فوق کو قدم خیال سے سمجھا یا سوا اسکے کچھ نہ پایا سیاح بحار نحن اقرب الیہ من حبل الورید کا ہوا رگ
و پئے نے جام مزید ہو علم انما کنتم کا پیا ان اللہ بکل شئی محیط سے ایک ذرہ خالی نہ دیکھا و نفخت فیہ
من روحی کا مضمون ہی سوجھا ذات مرشد مین آپ کو فنا کر جلوۂ نور محمدی کا طلبگار رہا افنانی الذات
کا خواستگار رہا اختلاف مذاہب سے کام نہین جنگ موسے و فرعون کا نام نہین آئینہ دل مین نقوش
مجموعہ ممکنات پرتو افگن ہین ایک بے نور نمایان کو ہزار شمع روشن شعلہ زن ہین موج و دریا ہو دریا موج
فوج بادشاہ ہے بادشاہ فوج ہے وہ دھیر ہو کر طاؤ مین بھرا ہے عالم بالا سے آتا ہے بقدر سدرمق پی لیتا ہے و
باقی ہر جانور پی جاتا ہے درندہ پرندہ گزندہ چرندہ خدمت کرتے ہین زیر فرمان گردن دھرتے ہین قول
سعدی راست ہے بکلم و کاست ہے کہ شعر

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ	کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

وحشی رم بھول گئے دائرہ انسیت مین بیٹھ کر پھول گئے ہین ای عزیز احوال سیاہ اختلال زمانہ کا کیا
بیان کرون کہ خود کلام باری ناطق ہے وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور وما الحیوۃ الدنیا الا لہو و لعب لازم
وقت یہی ہے کہ انقلاب دور دوار سے خاطر نازک ملول نہ کر اور عیش رانی زمانہ پر نظر کر خاطر شگفتہ مثل
پھول نہ کر دنیا ایک حباب ہے باد نفس سے فنایاب ہے بنیاد ہستی ریگ روان فنا پر تعمیر اور گردش فلک دوار

سے خود رای زرین ارباب دانش و بینش پر اظہر من الشمس ہر کہ جو پیدا ہر وہ فنا ہر ہر کمال کو زوال
غیر ذات ذو الجلال کے کہ وہ قدیم اور ما سوا اسکے حادث شب تاریک کہ مانگ اپنی ستارون سے
بھرتی ہر صبح پنجہ خورشید بشانہ شعاع سے تار تار کرکے بکھیر دیتا ہر اور خورشید کہ دامن صبح پنجہ شعاع
سے پھاڑتا ہر سلطان شام ایک دم مین اسکی صورت بگاڑتا ہر نوش مین اسکے نیش ہر اور عیش مین
رنج گلا ہوا ہین اگر گل شگفتہ ہر خزان شاخ و برگ اسکے مین نہفتہ فلک اگر کسی کو ایکدن ہنسا وے تو دوسرے
دن بہون رلاوے گل مین اسکے خار دل مین خار غنچہ اگر دل بستگی اختیار کی ہوا نے پریشان کر
کے جھکڑی ٹھکڑی اسکی پھینک دی بلبل نے اگر موسم گل مین شاخ چمن پر آشیانہ باندھا صیاد زمان
اسکی گرفتاری کو آسمان سے چاند اکون سے جگر سوختہ آب تشنہ پا برہنہ کو وصال جانان میسر ہوا
کہ ستمگار رقیب مفارقت کا نہ اسکے ہمبستر ہوا مرغ سحر نے آمد خورشید کی کلیانگ دی گرم خورشید نے
اسکی گردن مروڑی واہ کسی نے خوب کہا شعر

عجب ڈھب کی یہ تعمیر خراب آباد بستی ہے | کہ پستی ہر بلندی یہان بلندی یہان کی پستی ہر

طاؤس زرین بال نے کہ فصل گلشن پر رقص کرکے چکر کھایا فلک نے حسد سے اسکو لنڈورا بنایا
سبزہ مراد نے جسنے چشم تمنا کو تازہ و شاداب کیا دور دوار نے رشک سے اسکا چشمہ بے آب کیا
حسد ابنائے جنس سے افلاطون خم نشین لقمان سرد مہری زمانہ سے عدم کا منزل گزین ہوا انقلاب
لیل و نہار سے کیخسرو نے جیتے جی غار قبول کیا افراسیاب اس بیداد کے ہاتھ سے طمانچے کھا کر خیال سلطنت
بھولا جمشید کو اسنے آرہ پہ دھرا رستم کو چاہ ذلت مین پھرا دارا کا تاج سرداری سے اتارا اسکندر
کو نہ دکھایا چشمہ آب حیوان کا کنارا اسیداد گری روزگار سے کسکا جگر چاک نہین دست ستم اسکے سے
کسکے سر پر خاک نہین صبح کو یہ ظالم فتیلہ موم کو تپاتا ہر رات کو جلاتا ہر دم صبح اسکی گردن کاٹکر
بجھاتا ہر دنیا کاروان سرا ہے کہ نہین مسافر شام کو اترا صبحدم نہین ہر چند آفتاب سے
جہان روشن ہر لیکن یہ بیدادگر تحت زمین مین اسکو پہونچاتا ہر اور ماہتاب سے میدان فلک
رشک گلشن ہر سحر اسکا رنگ اڑاتا ہر جسنے تیر دعا نشانہ پر چھوڑا اسکے پر و پیکان کو توڑا سرو نے
جال آزادانہ نکالی اسکے پانون مین پانی کی زنجیر ڈالی شاہد مہ جبین نے خط و خال کو آراستہ
کیا جوانی مین اس ستمگار نے اسکا خون پیا کلاہ ثروت سر پیاہات پر جسنے رکھا اسنے ہاتھون ہاتھ

چھینکے شاہون کو کاسۂ گدائی دی گدایون کو تاج بادشاہی دی دریاے گردش چرخ بر سر طغیانی ہی جو گرا پھر نہ اُچھلا بادۂ عیش مین اسکے دُرد ہی شیر تب مین تلخی وبال فرزند جہان ایک سراب ہی کہ ہزار تشنہ لبون نے دھوکا کھاکر اسکے کنارے جان دی اور ایک منزل پر نشیب و فراز ہی کہ لاکھ رہ نوردان جادہ مقاصد نے دست قاطع الطریقان تعلقات سے پھانسی پائی الغرض خنجر بیدادی روزگار ناہنجار سے جسکو دیکھو جگر چاک دیدۂ نمناک ہی ہر ایک مثل مرغ بسمل تڑپ رہا ہی دشنۂ خونخوار فلک سے ایک جہان گلا کٹا رہا ہی شعر

کون آیا جو یہان امید سے پورا گیا
کس لیے کسواسطے نشو و نمائی کیجیے

شام کو شفق فلک پہ نمایان نہین ہی خون مظلومون کا دھبا اسکے دامن پر لگا ہی اگر بادشاہ ہی آخر حالت تباہ ہی اور اگر گدا ہی کاسۂ دریوزہ کف دست پہ غذا دھرا ہی در کس و ناکس پہ پھرتا ہی پردۂ غفلت انسان کی آنکھ پہ ایسا پڑا ہی کہ مال و منال کے جمع کرنے مین خدا کو بھولے ہین فراق اجل ساتھ لگا ہی شعر

جمع کیا کرتے ہو معمارون کو تم ای غافلو
قبر پہ جا بیٹھے ہین چھوڑ کر تعمیر کو
کون اس وادی ہول اہل فنا کا سدراہ
کیا تعلق ہی کفن سے خار دامنگیر کو

جسنے اسکی الفت اختیار کی نقدی حیات نثار کی حیات مستعار پر اعتبار نہین بناء دیوار ریگ روان پائدار نہین طرفۃ العین مین یہ ظالم ملائکہ کو عروج سے گراکر چاہ ذلت مین اسیر کرے اور سلطان رفیع الشان کو تخت سلطنت سے اُتار کر احلاف کا دستگیر کرے مثنوی

ایکدم مین یہ اُتارے بادشہ کے سر سے تاج
ایکدم مین دے گدا کو ہفت کشور کا یہ راج
ظلم اس بیدادگر کا ہر جگہ مشہور ہی
نیش سے اسکے ہر ایک دل خانۂ زنبور ہی
راحت دو روزہ ہی جسکے نصیب اس جا کہین
نیخبر وہ اسکے لیے ماتم سرا ہی در کمین
جلوہ پر اپنے کریگا ناز کیا طاؤس آہ
دیکھکر پاؤنکو اسکے جبکہ ہو حالت تباہ
ماتم عالم سے رنگ آسمان ہی نیلگون
پیکے خون لاکھون کو اسنے ہی کیا گرچہ زبون
جور سے اسکے نہین کسکا جگر ہی چاک چاک
کون قضیے سے ہوا ہی اسلیے یار وصاف و پاک
کیا شرف ہو وے ہما کو سوچیو ای ہمدمو
استخوانون کا خورش اُسکے مقسوم جبکہ ہو

اسکی نیرنگی کا ای تائب ہو کیونکر سے بیان | مثل حربا کے بدلتا رنگ ہر یہ ہر زمان

کبھی سے پارسا ہو راستی سے بیزار ہی جام خاطر جسکا می مراد سے سرشار ہو زہر ناکامی اُسکے ہلاک کرنیکو تیار ہی کہین سفیدی ہی کہین سیاہی ہی کہین عشرت ہی کہین جانکاہی خسرو انجم کو اگرچہ ہنگام صبح تخت فیروزہ گون آسمان پر تاج شعاعون کا زیب سر کر بٹھاتا ہی تمام روز آتش حرارت مین جلاتا ہی ہلال کو اگرچہ روز اول افق پر زیبندہ کرتا ہی مگر آخر محاق مین داخل کرتا ہی سنگ کاہش اُسکے سینہ پر دھرتا ہی سچ ہی مثنوی

غیر ذات خدا ہی سبکو زوال | اول و آخر اُسکو ہی ہی کمال
جو کہ پیدا ہی وہ فنا ہوگا | ذات کو اُسکے ہی بقا ہوگا
قطع اول تعلقات کو کر | دیکھ تو اُسکو پھر اِدھر اُدھر
علم اسجا حجاب اکبر ہی | خلد کا ان مگر وہ رہبر ہی
عقل اسجا کے اوپر حیران ہی | مثل سنبل کے بس پریشان ہی
ہم عدم کو نہین سمجھتے کیا | ہر جگہ پر وجود ہی اُسکا
لیکن اُس نکتہ کو وہ سمجھیگا | رکھتا ہوگا جو دیدۂ بینا
اور اندھون سے یہ کلام نہین | اُنکا اسجا پہ ذکر و نام نہین
تا تمنا اِس سخن سے ہو خاموش | روسے جاہل کہین نہ ہر سرجوش

قصہ کوتاہ جسدم فقیر صاحب تاثیر نے جواہر زواہر اِس مضمون کے رشتہ تقریر مین پروکر حمائل گلوے عروس زیبا صورت بیان کی وزیرزادہ کے دل بیقرار کو تسکین ہوئی اور شادمان خاطر اندوہگین ہوئی پھر شاہ صاحب نے تجاہل عارفانہ فرمایا ان بجا اگرچہ حال تمھارا عکس پذیر آئینہ ضمیر ہی مگر خیر وہی حالات اپنے بیان کرو ہمسے کہ کیا آفت آئی کہ جسکے واسطے یہ سرگردانی اٹھائی ابیات

دے ای ساقی مجھے تو مے کا ایک جام | کہ جسکے نشہ سے مین ہوکے خوش کام
سناؤن تجکو اپنی حالت زار | کرون خاطر سبک تیری گرانبار

احوال کہنا وزیرزادہ کا فقیر سے اور تسلی کرنا فقیر کا اور بتلانا شاہ پریون کا اور جانا وزیرزادہ کا واسطے چھوڑانے شاہزادہ دلپذیر کے

مصوران حیا بکدست تیز چشم نے خاکہ ابرو استان طلسم نشان کو بموے قلم سحر رقم مژہ عندلیبان رشتہ
رضوان سے اور سرخی و سفیداب شقایق سرشک چشم خونچکان آفت رسیدون اور نسترن نا
بدن بیاض دیدون مصیبت کشیدون سے نقاشی تمام اور رنگ مالا مال سے اسطرح بھرا ہے کہ
وزیر زادہ خردمند نے حسب الایما شاد ہدایت بنیاد درویش صاحب ارشاد کے اوراق نسخہ متفرق کیفیت
حال حیرت مآل کو ماوراے حسن اثر سے وصل کیکے تار رگ جان بلبل گلستان خلد بیان سے شیرازہ
باندھکر اور سوہان فصاحت سے صاف کر اسطرح شکنجہ تمیز مین کھینچا کہ جناب ہدایت مآب **غزل**

میرے دل کو شوق فغان نہین میرے لب تک آتی دعا نہین
وہ دہن ہون جسمین زبان نہین وہ جرس ہون جسمین صدا نہین
عجب اسکا کیا نہ سناؤن مین جو خیال دشمن و دوست مین
وہ مقام ہون جسمین گذر نہین وہ مکان ہون جسکا پتا نہین
مجھے زعفران سے بھی رتبۂ غم ہجر یار نے کر دیا
نہین ایسا کوئی زمانہ مین میرے حال پہ جو ہنسا نہین

حقیقت حال اپنا اس قابل نہین کہ قلم و زبان سے صفحہ قرطاس پہ تحریر ہو مگر ناچار مفصل کو طویل الذیل سمجھکر مجمل بیان کرتا ہون کہ واہب العطیات نے بعد مدت مدید ہمارے بادشاہ جہان پناہ کو ایک فرزند ارجمند عطا کیا اور شبستان مراد کو شمع انجمن فروز سے روشن و منور کیا آفتاب اسکے آتش رخسار سے کباب ہوا اور ماہتاب رشک جبین نور آگین اسکے سے بیتاب و بے آب ہوا شعر

گویا زمین پر ستارہ آیا	یوسف جہان مین دوبارہ آیا

بفضل قادر ذوالجلال جب وہ نونہال باغ سلطنت منزل ایام رضاعت کو طے کرکے حد بلوغ پہ پہونچا طبع مبارک شکار ماہی پہ مائل ہوئی اکثر اوقات فرخندہ سمات مچھلی کے شکار مین بسر کرتا اور یہ خدمتگار جان نثار المسمے بخردمند وزیر زادہ اسکا ہمیشہ مانند رکاب پابوسی مین حاضر رہتا اور سایہ کے مانند ایک دم جدا نہوتا اتفاقاً ایکروز دریا مین شست پھینکی ایک قلعہ پارچہ حریر تصویر کشیدہ کانٹے مین پھنسا دیکھتے ہی اُس پیکر بیجان کو برنگ تصویر حیران ہوگیا اگر اسکی شوریدگی و آشفتگی کا تمام حال گذارش کرون آپ بھی مجنون ہوجائین اور خاک بیابان سر پر اڑائین غرض عزم بالجزم کیا اور غلام کو ہمراہ لیا اور صاحب پیکر کی تلاش مین قدم ہمت کو بڑھایا عیش و آرام کو گھٹایا جادہ نورد بادیۂ ناپیدا کنار جستجوے یار کا ہوا مگر بقول شعر

بہر کاریکہ ہمت بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

بعد اٹھانے ہزارون سختی و مصیبت اور خاک چھاننے بیابان صعوبت کے اُس حور طلعت مہ جبین سے ملاقی ہوا اور چندروزہ جام بادہ تواصلت سے مدہوش رہا اور چمن مواصلت سے گل مراد چنا کیا مگر چونکہ نقاش ازل کو شکل نقش مواصلت دائمی کی قلم ارادت سے لکاڑنی منظور تھی اور دیدہ رخ انور دیدہ مین سوزن مفارقت کی گاڑنی منظور تھی قرعۂ قسمت کا الٹا پڑا یعنے کوئی پری شاہزادہ کو اڑا لے گئی اور اس سرگشتۂ دشت حیرانی کو درمیان راہ کے ایک دیونی اٹھالے گئی اور کچھ حال اُس برگشتہ بخت کا معلوم نہین یہ جوگن اُس شاہزادے کی وزیر زادی ہے اسکو سروش غیبی نے خواب مین کہا کہ بلباس جوگیانہ تلاش اُس گم گشتہ صحراے ناکامی کی کر اور پاے ہمت کو دشت جستجو مین دھر یہ جوگن برسون آبادی و ویرانے کوہ و دشت شہر و نگر مین مثال بگولہ سرگشتہ پھری اور انواع انواع کے لشکر صعوبت و رنج و غم مین گھری کہین اسکا نشان نہ پایا ناگاہ ایکدن وہان وارد ہوئی

کہ جہان یہ تھا تمام آوارہ دل خستہ جگر پارہ و اسیر پنجۂ تقدیر تھا قدرت ایزد سے بذریعہ اسکے اُس بلائے
جانستان سے رہائی پائی اور ایک مدت پاے طلب سے دشت تلاش کا تاکل ایک بیابان پر وارد ہوے
خواب مین ہاتف غیب نے آواز دی کہ اس پہاڑ کے خلاف طرف جاؤ گل مقصد کو شگفتہ پاؤ دامن کو تہ نہ
ایک درویش صفاکیش صبح نفس روشن ضمیر یہان ہے ہمت اسکے سے عقدۂ لاینحل مطالب دلی تمہارے
کی باسانی تمام کھلے گی اور شمع نومیدی آتش دعا اسکے سے گل ہوگی سو اب یہ ادھر گم گشتۂ تمنا بموجب ہدایت
ملہم غیبی حاضر حضور فیض گنجور ہوا ہی احوال یہ تھا کہ بیان گزارش ہو چکا یا آئندہ **فرد**

عرض حاجت در حریم حضرتت محتاج نیست | راز کس مخفی نماند بہ فروغ راے تو

فقیر روشن ضمیر نے یہ احوال سنکر وزیرزادہ کے پیٹھ پہ ہاتھ رکھو لگا کہنے اللہ مالک ہے جو تمکو یہان
لایا ہے چشمۂ تمنا پہ پہونچا کر تر زبان کریگا اور گل حصول مقاصد دلی دامن حال مین بھریگا یہ کہکر فرمایا
کہ اب کمر کو کھولو بستر جماؤ درماندگی سے آرام پاؤ دودھ پیو اور جو چاہو سو کھاؤ رازق موجود کریگا
جب راہ کی ماندگی سے بالکل آرام ہو طرف شہرستان مقصد کے سیدھے چلے جاؤ خدا چاہے تو مین
بدل و جان رہبری کرونگا آگے اللہ ہادی **شعر**

نہ دل مین ہو و ذرا ہراسان کہ اک دم مین تحقیق مالک | کریگا واصل مراد کو گر تو اسکی قدرت سے کیا عجب ہے

الغرض درویش صفاکیش تو ان دل ریشون کی تسلی و طمانیت کرکے صومعہ مین جاکر مشغول عبادت
معبود حقیقی ہوا اور یہ دونون ایک پاکیزہ جگہ تجویز کرکے بستر جما کے ہاتھ منھ دھوکر لیٹے وزیرزادی نے
کہا اے خردمند وہ دن بھی خدا دکھاویگا کہ شہزادہ کی صورت نور کی مورت پھر دیکھینگے ہم اور یہان سے
با حصول مراد دلی رخصت ہوکر گھر چلینگے ہم اور شہزادی سے ملکر کہین کہ لو بی صاحبہ مبارک تمھارا
یوسف ملا اب زلیخا کے مانند دیدار اسکے سے چشم نگران کو نور اور خاطر مضطر کو سرور بخشو اور شاخ
نخل تمنا سے گل مراد چنو اور بوسہ لب شیرین سے شیرین کو گور مین ترش رو کرو اور بطے رول چھیل
کی طرح سے بیخوف و خطر زندگی بسر کرو اور میوۂ شیرین عشرت دائمی گلشن ناز و ادا و غمزہ و محبت
سے چکھو اور ہمارا انعام و حق الخدمت دلواؤ اور ہمیشہ مراد پاؤ وزیرزادہ کی طبیعت چونکہ ظرافت
دوست تھی سنکر کہنے لگا اللہ ایسا ہی کرے اور آپ کے منھ مین شکر بھرے مگر صاحبہ اس بات مین
مین جو غور کرتا ہون تو آپ کو بڑا رشک ہوگا کہ جسدم وہ دونون نور دیدہ خلافت شب وصل

مثل بادام دو مغز ایک قالب دو جان ہونگے اور حسرت تین ایام مفارقت کی مٹا ئینگے آپ کو اپنی تنہائی
و فردیت کا غم ہوگا دل سخت رنج والم ہوگا سینہ چاک دیدہ نمناک ہوگا اکثر سنا گیا ہو کہ بہت لوگ
آتش حسد سے جل کر کباب ہوگئے ہین اور موم کے مانند شعلہ رشک سے پگھل گئے ہین جتنے کہ بے اجل
مرگئے اور اپنی گرم بازاری کر گئے اور بالفرض اگر شاہزادہ دلپذیر شاہزادی ماہ منیر سے ملا تو ہمین
کیا بقول شخصے مثل بیل پکا کوے کے باپ کا کیا ہان اگر اُسکے مقابل اپنا میلو بھی کسی ماہرو
زہرہ جبین خورشید طلعت حور عین شوخ و چنچل کم سن نیک تن سے گرم ہو تو ایک لطف ہی
والا مصرع چہ حظ کند خضر از عمر جاودان تنہا + ہمین کیا آپ خوش ہون جوگن سنکر جل گئی
اور مثل مار پیچ و تاب کھا کر بولی خاک بین ملیو وہ ناک کہ جسکو ہووسے آپ کی تاک ہماری شاہزادی
کی پرستارون مین کوئی ایسی بھی نہین کہ آپ سے بیت الخلا مین آفتابہ بھی رکھاوے چہ جائے
آنکہ وہ آپ کے پاس آوسے آپ کو تو وہی دیونی خبیثہ کریہ منظر زشت پیکر گندہ بغل دریدہ دہن
دیدہ دگا و دیدہ لب آویزان چاہیے مگر اب ایسی قسمت کہان کہ وہ پھر ہاتھ لگے یہ بھی ناشکری
کی تھنے کہ اُسکو چھوڑا اور رشتہ الفت کو توڑا اب بھی اگر اُسکا خیال ہو تو بسم اللہ شاہ صاحب کی
جناب مین عرض کیجیے وہ آپ کو پھر وہین پہونچا دینگے اور اُس خبیثنی کٹنی سے ملا دینگے جو عیش
و عشرت کہ آپ کو وہان میسر تھی تمام عمر کف افسوس ملوگے نہ پاوگے آپ اور کسی کے چمنستان
وصل سے قطعاً گلچینی کا خیال دل مین نہ لائیے وہین جائیے بغیر اُس خبیثنی کے انسان باشعور
کی صحبت کے قابل آپ نہین ہین ناحق خیال خام کا پلاؤ کیا تے ہو کہین ہین وزیرزادہ بولا بی صاحب
آپ بجا فرماتی ہو وقت کا ترانہ گاتی ہو ہم اسی قابل ہین آپ کی دولت و دفینہ کے نہین سائل ہین
آپکا دماغ بہت دور ہی کاسہ سر مین بڑا غرور ہی انسانون سے نفرت ہی وحشیون سے انسیت
اسواسطے جنگل و بیابان مین دوڑتی پھرتی ہو بین بجا کر درندگزند کے حلقہ مین گھرتی ہو بہانہ
شاہزادہ کے ڈھونڈھنے کا کرتی ہو فی الواقع آپ کی آتش عشق انسان کی آبپاشی سے
منطفی ہوگی اللہ کرے کوئی دیو جنیات اہرمن خبیث رکس آپکے کمند زلف مین گرفتار ہو اور
آپکا گوہر جان اسیر تار ہو کاشانہ آرزو آپکا اُسکی شمع جمال سے منور ہو اور روشن اور تختہ دل تمہارے کا
نہان کاری اُسکی سے شاداب تر ہو اور رشک گلشن اپنی مراد تو یہ ہی کہ شاہزادہ بھی ملجاوے

اور اسکے صدقہ مین کوئی رانڈ کا سانڈ آپ کے بھی ہاتھ آوے کہ ایک چمن مین دو گل نو کا شگفتہ ہونا نہایت ہی زیبا ہے اور بی صاحب ہمارا تو عمل اسیر ہے

غزل

جی چاہیگا جسکو اُسے چاہا نہ کرینگے
ہم عشق و ہوس کو کبھی یکجا نہ کرینگے

کیون دل سے نہ مٹ جائیگا اندیشۂ حرمان
جب ہمنے یہ ٹھانا کہ تمنا نہ کرینگے

گو حُسن پرستی نہو خاطر سے فراموش
خوش قامتون کا یاد سراپا نہ کرینگے

کیا کام ہمین بل پڑے ماتھے پہ کسی کے
کیون آئینۂ صاف کو دھندلا نہ کرینگے

انگارون پہ لیٹینگے بیان شعلہ رخون کے
نظارہ سے ہم آنکھ بھی سینکا نہ کرینگے

نازان ہین عجب غنچہ دہن خوش سخنی سے
ہم سحر سے کیا لعل کو گویا نہ کرینگے

آغوش کا گر شوق ہوا ہیرے کا ایک بت
بڑھوائینگے ہاتھ اُسکی طرف وا نہ کرینگے

شفافی و خوش زیبی و نرمی سے غرض ہر
عشق شکم پیکر دیبا نہ کرینگے

کب ناف تہ پیرہن آئی ہے نظر صاف
غم شعبدۂ چشم پری کا نہ کرینگے

کٹنے پہ شہیدی کے نہ تم جائیو اے جان
عاشق ہین تمھارے کبھی ایسا نہ کرینگے

وزیر زادی بولی کیون ٹراتا ہے بک بک کر مغز کھاتا ہے تازی کی طرح عف عف کرتا ہے چپ رہو دم دبا دم نہ مار تجھسے رنڈلی لاکھون ہمنے دیکھے وزیرزادہ مسکرا کر بولا بی صاحب چپ ہین مگر اتنا کہتے ہین جہان لاکھون دیکھے آپ نے ایک ہمین بھی دیکھ لیجیے اگر کار دست بستہ خدمت ساعی مین نمایان نہو سکے ہمسے دور کیجیے وا لار کھیے غرض اسطرح کی نوک جھوک تادیر رہی آخر دونون دریاے خواب غفلت کے شناور ہوے پس جب عابد شب زندہ دار ماہ نے سبحہ کو اپنے ہاتھ سے ڈالی اور موذن خورشید نے مسجد صفا آگین صبح مین صداحی عن النوم کی ایک سوز وگداز سے نکالی درویش روشن ضمیر اٹھا اور یہ دونون دست بستہ دو زانو بیٹھے فقیر نے جواہر تسلی درج دہن سے نکال کر رشتہ تکلم مین پرو کر آویزہ گوش کیے اُنکے کہ بابا چند روز توقف کرو صبر سے کام بن آتا ہے شتابی سے بگڑ جاتا ہے غرض حسب الارشاد شاہ صاحب دونون سیدہ سولہ روز بآرام تمام بسر اوقات کرنے لگے دن کو سیر بیابان و نظارہ صنعت صانع ازلی کرتے اور رات کو سیر چاندنی سے کہ ایک تختہ نور کا نمایان ہوتا دامن مشاہدہ نور سے بھرتے ایکدن باہم مشورہ کر کہنے لگے کہ اب جسطرح ممکن ہو شاہ صاحب سے رخصت لیجیے اور راہ مقاصد

قطع کیجیے اب یہان سے تنگ آئے ہین مفت روٹیان مروڑتے ہین عنان منشا روشن الضمیر کو بالکل چھوڑتے ہین یہ سوچکر شاہ صاحب کی خدمت مین حاضر آئے اور زبان پر لائے

مثنوی

زندگانی سے اپنے اب ہین تنگ	رنگ رخ اڑتے ہین مثال تینگ
جی نہین اب یہان پہ لگتا ہے	آتش غم سے دل سلگتا ہے
کیجیے رخصت ہمین مراد کے ساتھ	کہ لگے دُرّ مطلب اپنے ہاتھ
آپ روشن ضمیر ہین شاہا	کیجیے حق مین ہمارے دل سے دعا

شاہ صاحب نے فرمایا اگرچہ جدائی تمھاری ہمارے دل کو گوارا نہین لیکن جو ایسی ہی مرضی ہے تو اللہ بیلی ہے بیڑا پار ہے آج اور ٹھہرو کل انشاء اللہ تعالے رخصت کرونگا اور رات کو ایک تماشا تمکو دکھلاؤنگا بفضل خدا شاہزادہ یہان بھی آسکتا ہے اور تمھین چہرہ دکھا سکتا ہے مگر تمھین معلوم نہوگا کہ یہ کس مقلب جاگہ پھنسا تھا تم اب جاؤ اسکو چھوڑ آیئو یہان نے آئیو ہم تم تینون کو مثل نقش مثانت کے خانۂ مراد مین بٹھاکر طرف گھر کے رخصت کرینگے یہ کہکر درویش روشن ضمیر نے ایک کوری سفالینہ پہ کچھ حروف لکھے اور ارشاد فرمایا کہ اسے فلانی پتھر کے تلے داب دو اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھو اور دلمین خوف و ہراس نہ لاؤ کہ تمھارے بال پر آفت نہ آئیگی پس وزیرزادہ نے حسب الارشاد فقیر روشن ضمیر سفالینہ حروف نوشتہ کو پتھر کے نیچے دابا کچھ عرصہ نہ گذرا کہ ابر سیاہ ہر طرف نمایان ہوا اور خورشید جہانتاب اسکے پردہ مین پنہان ہوا بیشتر فوج فوج کے جوق جوق غول کے غول جھٹ مٹ کے جھرمٹ دل بادل سوارون پیادون کے پرا باندھے ہوے اس صحراے لق و دق مین اگر اُترے یا سانڈنی سوار زرق و برق مختلف الخلقت جداگانہ شان تمام میدان مخلوق الٰہی سے بھر گیا تل دھرنے کی جگہ خالی نہ رہی اور اسطرح کا شور و شر مچا کہ شور محشر اگر اسکے روبرو آتا منھ چھپا کر بھاگ جاتا اور اپنی اپنی منزل سے قطار بقطار صف بصف منزل بمنزل بیٹھے بعد ایک شخص تاج مرصع برسر ہاتھی پر سوار اور ہودج مین مصاحبین و مشیر و خدمتگذار مورچھل ہلاتے ہوے ساتھ اسکے بیٹھے ہوے نمودار ہوا صداے نقیب و چوبدار دلیاولان کی بلند ہوئی کہ طرقوا طرقوا پیش روشن آگے آگے ڈنکا بجتا ہوا شاہ صاحب کے حضور آیا اور اُترکر دست بستہ ہو آداب بجالایا قدمون پہ سر دھرا ہاتھ کو بوسہ دے کر آنکھون سے لگایا اور مؤدب کھڑا ہوا شاہ صاحب نے خوش ہوکر بعد

استفسار احوال خوشنودی مزاج کے ارشاد بیٹھنے کا کیا تب کرسی زرین پر بیٹھ گیا اور عرض کیا حضرت قبلہ و کعبہ خیر تو ہی خادم کو کیون یاد فرمایا ہی جو ارشاد ہو بجان و دل سرو چشم بجا لاؤن شاہ صاحب نے فرمایا آپ کی دختر ماہ رو نہین آئی کہان رہی عرض کیا مدت دراز سے اُسکا حال مفصل معلوم نہین ؟ شاہ صاحب نے مراقب ہوکر دریافت کیا اور فرمایا کچھ یہ بھی خبر پائی کہ وہ زندہ ہی یا داعی اجل کو لبیک پکار اُٹھی عرض کیا حضرت قبلہ و کعبہ اتنا جانتا ہون کہ بردہ کوہ قاف کو چل نکلی اور وہین بود و باش اختیار کی ہی شاہ صاحب نے کہا اتنی ہی غرض تھی کہا اُسنے خیر تو ہی فرمایا خیر ہی سابق ایام مین اکثر وہ یہان آتی تھی اب برسین گذرین کہ اُسکی خبر نہ پائی اسلیے یہ بات زبان پر آئی اور تمکو

تکلیف دی پوچھا اُسنے حضرت جی یہ کون دو شخص آدمزاد ہین اور انکا آنا یہان کیونکر ہوا کہا حسب اتفاق وارد ہو گئے ہین غرض دو گھڑی تک اسی طرح گفتگو باہم رہی بعدہ حسب اجازت شاہ صاحب سے رخصت ہوکر طرف ملک اپنے کے روانہ ہوا وہ مگر شاہ صاحب نے ایک پرند کو کہ مرید و معتقد آپ کا تھا ٹھہرا رکھا کہ بعد چند سے چلے جانا حسب الحکم شاہ پریان کا نظر سے غائب ہوا شاہ نے وزیرزادہ سے فرمایا کہ اس شاہ پریان کی دختر ماہ رو نے شاہزادہ کو اُڑا لیا ہی واسطے گوشہ اطلاع دہی کے اسکو طلب کیا تھا بعدہ شاہ صاحب حقیقت آگاہ نے اول سے آخر تک احوال شاہزادہ دلپذیر و ماہ منیر کا اُس پریزاد سے مفصل بیان کرکے فرمایا کہ جلد جاؤ اُنکا سراغ لگاؤ ڈالا پریشان کو چونک دو لگا یہ سنکر وہ ہوا پر اُڑا اور بردۂ کوہ قاف کی طرف گیا اور برنیلہ ہمجنسوان واقف کاردن سے حقیقت حق ماہرو اور شاہزادہ اسیر پنجہ تقدیر کی استفسار کرکے

لوٹ آیا اور شاہ صاحب سے آداب بجا لا کر گزارش کیا کہ حضرت جیو فی الحقیقت پری ماہرو نے
پیرزادہ قاف مین ایک قلعہ معلق ادھر مین سحر و طلسم کے زور سے بنایا ہی اور اُس آدمزاد سے تعشق
اپنا جتایا ہی سنکر یہ کلام آتش غضب شاہ صاحب کے سینہ مین مشتعل ہوئی اور چاہا کہ اُسی دم پری کو شیشہ
مین اُتار کر جلا دین مگر ڈرے اس بات سے کہ شاید شاہزادہ ہاتھ نہ آگے لپٹ گئی اسم سریع التاثیر وزیرزادہ
کو تلقین کیے اور اسرار فلکیات اور نظرات کواکب اور مزاج و طبائع سبع سیارہ اور حرکت آسمان سے آگاہ کیا
اُسکو اور رصد بندی و اصطرلاب دانش و ارتفاع آفتاب سے نتیجہ نکال دیا اُسکو اور پری زادے سے اظہار
کیا کہ اُٹھا اور اُسکو لیجا اور قاف مین جہان وہ قلعہ طلسم اُس شتاحہ فاجرہ کا معلق کھڑا ہی پہونچا اُسکو اور
جبتک یہ مقصد کو نہ پہونچے اور شاہزادہ ہاتھ نہ آوے وہین رہنا اور اُسکی محافظت کا بار اپنے سر سمجھیو کہکر
وزیرزادہ کی پشت پہ ہاتھ ٹھونکا اور ترکیب اسماء و عزائم بخشیدہ کی جتائی اور کہا جاؤ پری تمہارا حافظ
و ناصر خدائے دو جہان ہی بفضل اُسکے سے کامیاب ہوگے مین بھی دست بدعا ہونگا بس پری زادے
وزیرزادہ کو اُڑا لایا اور یہان شاہ صاحب نے جوگن کو تسلی بخشی اور مطمئن کیا کہ انشاء اللہ تعالے
شام ناکامی آخر ہوا چاہتی ہی اور صبح عشرت پنجہ آفتاب مراد سے گریبان غم پھاڑ کر ظاہر ہوا
چاہتی ہی قصہ کوتاہ پری زادے وزیرزادہ کو پیرزادہ قاف مین پہونچایا اور نیچے اُس قلعہ طلسمانی آسمان
زیر آستان کے کھڑا کیا دیکھا اُسنے کہ تمام پہاڑ زبرجد سے بنا ہوا ربع مسکون و سمندر کے گرد بگرد
محیط ہی اور کنارہ جسکا لاکھون برس کی راہ پر بھی نا معلوم ہی انتہی اُسکی بسیط ہی صنعت صانع ازلی
ہر سنگریزہ سے پیدا اور قدرت قادر سرمدی ہر ذرہ سے ہویدا جہانتک طائر تیز پر نگاہ کو اُڑائیے
سوائے لعل و زمرد و الماس پکھراج نیلم لاجورد کے کچھ نہ پائیے ہر شجر مین ایک گل ہزار رنگ سے
شگفتہ ہی اور گرد و غبار مثل فضائے فلک سحر تا سر رفتہ ہی فلک نیلگون پہ اُسی کا عکس نمایان ہی اور
جسطرف دیکھیو شگفتہ ایک نیا گلستان ہی ہر طرف پریون کے جھرمٹ کے جھرمٹ آمد و رفت کرتے ہین
مگر اصلا کسی کی طرف نہ مخاطب ہوتے ہین نہ کسی کا ذکر کرتے ہین اور جسطرف نظر جائے سوائے
اشیائے گوناگون کے کچھ نہ دکھلائے طائر خوش وضع خوشش ترکیب کوئی سرخ کوئی زرد نیلا
کاسنی عنابی نافرمانی لاجوردی لاکھی رنگ ہزار رنگ کی آواز سے گونج رہے ہین اور ہزارون
مکانات عالیشان رفیع البنیان سر بفلک کشیدہ نقرئی سنہری لاجوردی گنگا جمنی مرصع کار جواہر نگار

لعل و مرد کی اینٹون سے تیار ہوا ہین جنکی رفعت بام کی رسائی سے طائر تیز پرواز اندیشہ و وہم کے
شہپر اول ہی پرواز مین جھڑ پڑتے ہین خورشید و قمر کسوف و خسوف مین نہین آتا ہے جیسا ان قصور
دور از قصور کے محاذی ہوتا ہے بے تامل پردۂ خفا ندامت زدہ ہوکر منھ پر ڈال لیتا ہے اور جب
بام اسکے سے تجاوز کر جاتا ہے منھ کھول دیتا ہے دیکھکر یہ حال حیرت مآل وزیرزادہ کے ہوش و حواس
بجا نہ رہے برنگ تصویر بیجان حیران بے حس و حرکت ہوگیا **مثنوی**

مثل تصویر رہگیا حیران	نہ رہے نام کو بجا اوسان
ٹکٹکی جسطرف کو بندھ جاتی	غیر حیرت نہ کچھ نظر آتی
دلمین کہنے لگا کہ اے مولا	قدرت اسجا یہ ہے تیری پیدا

الحق شعر

اگر فردوس بر روئے زمین است	ہمین ست و ہمین ست و ہمین است

فی الواقع اگر باغ شداد روئے زمین پر ہوتا در پردہ اسکے آبرو کھوتا یہ کہکر بالائے آسمان جو
نگاہ کی وہ قلعہ معلق نظر آیا کہ ایک ذرہ مین شیشہ حلبی ہوا پر بے مدد ستون کے کھڑا ہے خورشید
جب واماندہ ہوتا ہے ہنگام نصف النہار خط استوا کے اسی کے بام رفعت پر دم لیتا ہے ارتفاع
مرتبہ اسکے کا اس وجہ کہ شعاع آفتاب پایان اسکے نہین پہونچ سکتی اوسط ہی مین رہجاتی ہے کیوان
فلک ہفتم ادنے شحنہ اور جلاد چرخ کمتر پیادہ اسکا آفتاب اسکے علم کا پھریرا ہے اور طایران کنگرہ اسکے
کے ہمیشہ ارزن پروین کو چگتے ہین اور ملائکہ مقرب رات بھر اسکے سقف رفیع الشان پر عبادت
کرتے ہین کنگرہ اسکے درجات فلک سے افزون تر اور ثابتی مین فلک ثوابت سے کہین بہتر بادہ
پیچتاب اسکی راستی سے بعید کجی سے نزدیک اگر مار سیاہ دیکھ پاوے گرفتاری بھول جاوے
مرغولہ زلف مہ جبینون کو اسکے سامنے رونق نہین فرق زمین و آسمان کا سایہ اسکا اگر سطح زمین پر
لنگر ڈالے پشت گاو زمین کی بار سنگینی سے کُبڑی ہو جائے رنگت سنہری اسکی ایسی دمک رہی ہے
کہ ہزارون کوس سے معلوم ہوتا ہے کہ آتشکدہ فارس کا مشتعل ہورہا ہے اور ہر کنگرہ پر اسکے ایک ایک
توپ بزرگ مثال اژدر سترگ تیار رکھی ہے کہ خدا نخواستہ اگر ایکبار بھی فیر ہو جائے عجب نہین
اسرافیل کے ہاتھ سے صور گر پڑے طبقات فلک درہم برہم ہوجائین زمین دھس جائے پانی ابل آوے

اور اگر ایک چھینٹا گرداب کا اُسکی سمندر مین پڑ جاے سکان آب مثل ماہی روغن مین جل تل کر کباب
ہو جائین کرۂ آب مثل گرداب جحیم چکر کھائے آسمانیان خوف صدمہ مہیب سے اُسکے پنبہ مہر و ماہ کا کانون
مین رکھتے ہین کہ کر نہ ہو جائین اور طائران سدرہ خیال صداے شعلہ آواز اُسکی سے ہر شب بھڑکتے ہین
کہ مبادا اسیر نہ ہو جائین ہر فصیل پر پیکران طلسم سنگ و آہن کے ہاتھون مین دھرہ و دشنہ خنجر نیزہ
بندوق لیے مستعد کھڑے ہین اور بازو سے بازو چھاے اڑے ہین اگر طائر اندیشہ بھی ادھر جاے
صاف دو ٹکڑے ہو کر مر جائے راستہ اُسکا حساب ستارون سے عجب پیچ در پیچ مقرر کیا تھا کہ بجز خیال
رصد بند ہندسہ دان اصطرلاب کشان کے گزرنا وہم فرشتہ کا بھی دشوار تھا اور ناواقف کے حق
مین دروازہ اُسکا اژدہا سے خونخوار تھا وزیرزادہ دیکھکر دل مین کہنے لگا خدایا اگر زمین پر کوئی
مکان ہو اُسکے فتح الباب کی تدبیر عمل مین آوے اور اگر بالاے آسمان ہو تو سلم اندیشہ کے ذریعہ سے
پہونچ جاوے یہان تو مرغ وہم و گمان کے اول ہی پرواز مین پر جھڑتے ہین اور اندیشہ طلایہ
کے پانون جمتے نہین اُکھڑتے ہین نہ کام نقب سے نکلتا ہے نہ نردبان سے اُسپر قابو چلتا ہے غرض بعد
دیر کے نظر فضل خدا پر کر کمر ہمت مضبوط باندھکر اسماے الٰہی تلقین یافتہ شاہ صاحب آب رو سے
وضو کر شروع کیے بعد ایک ساعت کے قدرت الٰہی سے ایک سبد زنجیر بستہ آسمان سے نیچے اُتری
یہ بدطبعی تمام اُسمین بیٹھا موت کے گھر بیٹھا پہ نزاد سے کہا یہین رہو جب تک مین نہ آؤن غرض وہ سبد
ہوا پر اُڑا وزیرزادہ افسون خوانی مین مشغول تھا سبد اتنا اونچا ہوا کہ تمام کائنات بمنزلہ صور مرئیات
محسوس ہونے لگے اُسنے آنکھین بند کین ناگاہ ایک مرغ عظیم جثہ مختلف الاشکال نمونۂ صنعت الٰہی
قریب سبد کے آیا اور وزیرزادہ کو بازو پر بٹھا کر اُڑا اور اُس جگہ پہونچایا کہ ملائکہ اپنے اپنے
کام مین مصروف تھے سامنے نظر آتے تھے جب قریب اُس قلعہ طلسماتی کے پہونچا مرغ پرندہ قدرت الٰہی
سے وہان ٹھہرا اور وزیرزادہ نے اصطرلاب دانش اور نظرات کواکب بینش سے تمام ماہیت اُس
در طلسمی کی معلوم اور دیکھنا کی اور مزاج ستارون سے اُسکی طرح کی طرف چلے گیا اور جو افسون
کہ شاہ صاحب نے ارشاد کیا تھا پڑھ کر اُسکی طرف پھونکنے لگا بعد ایک پہر کامل کے ایک طاؤس
طلسماتی کہ اُسکے منارہ پر بیٹھا تھا اور گویا بنا اُس قلعہ کی اُسی طاؤس پر تھی مانند طاؤس
آتشبار فلک شعبدہ ساز کے چکر مین آیا اور شعلۂ گلناری اُسکے مُنہ سے جھڑنے لگے لیکن طلسم کے

سے تاثیر تھے اور قدرت ایزدی سے قلعہ بھی ساتھ اُسکے گھومنے لگا وزیرزادہ نے بموجب حساب کواکب کے
کہ جب اُسکی گھڑی آن برابر ہوئی ایک تیر چلہ کمان مین رکھکر اسطرح شست سے چھوڑا کہ سیدھا
اُسکی منقار کشادہ مین پہنچا اور حلق کے پار ہوا بمجرد نشست تیر کے ہدف مراد پر اسطرح شور وغل اُٹھا
کہ شور محشر اُسکے آگے ہیچ تھا پانی دریاؤن کے خشک ہوگئے اور خون ناف آہوون مین سوکھ کر
مشک ہوگئے زمین ہل گئی پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئے اور قلعہ طلسمی یک لخت شکست ہوا
مانند آسیاے سنگ معلق کے نیچے گر پڑا اور نام ونشان باقی نہ رہا وزیرزادہ باغ ہوکر اُس مرغ
کی پشت پر پھر سوار ہوا اور میل تلے آنے کا کیا وہ سیدا اپنی جگہ پر ٹھہری تھی آکر اُسمین بیٹھا اور
اسم پڑھنا آغاز کیا جسطرح وہ اوپر چڑھی تھی آہستہ آہستہ نیچے اُتری وزیرزادہ زمین پر آیا
پریزاد کو وہین ٹھہرایا شکر الٰہی کا بجالایا اور جہان وہ طلسم ٹوٹ کر گرا تھا وہان آکر دیکھا
کہ وہ طلسم ہے نہ وہ طاؤس نہ وہ توپین نہ وہ لوگ کہ اسیر متعین تھے مگر یہان ایک گلستان نہایت تر وتازہ
خرم وشاداب کہ رنگ برنگ کے پھول اُسمین پھولے تھے اور فرش سبزہ کا مانند تختۂ زمردین کے
بچھا ہے اور ایک چھوٹے سے بنگلہ سنہری روپہری مین ایک پلنگ پڑا ہے آس پاس نہرین جاری
فوارہ اُچھلتے ہین اور شاہزادہ دُبلا لاغر ایک دوپٹہ سر پر تانے ہوے سکتہ کی حالت مین بے حس و
حرکت اُسپر پڑا ہے اور پری ماہرو ماہ پیکر ایک کرسی لاجوردی پر مانند تصویر بیجان کے دانتون
مین اُنگلی دابے ہوے حیران پریشان سنسان سرگردان ہوش وحواس باختہ بیٹھی ہے اور گل
رخسار سے عرق تحیر مانند قطرات شبنم کے ٹپک رہا ہے اور آنکھون سے سیلاب اشک جاری اور رقت کا
عالم طاری اور جبکبھی اگر آنکھ کھولتی ہے آہستہ آہستہ یہ کلام بولتی ہے مثنوی

آسمان سے کیا بلا نازل ہوئی ہم پر خدا	خانہ عیش اپنے کا آباد جو ویران ہوا
یہ دز روئین کہ جسکے سامنے پیر فلک	ایک مدت تک مثال چرخ سرگردان ہوا
ایک لحظہ مین وہ ٹوٹا سنگ پر آئینہ سان	زندگی کا خانہ اپنا ہاے بے سامان ہوا
کیا کرون جاؤن کدھر بیٹھون کہان سوؤن کدھر	عیش وعشرت اپنے کا ویران خانہ ہوا

یہ کہنا تھا کہ خردمند نے ایک افسون پڑھکر اُسکی طرف پھونکا اور وہ کرسی وہین مثل تصویر رہگئی
اور کچھ بات منھ سے نہ نکل سکی تب وزیرزادہ خندہ وہان نزدیک شہزادہ ولپذیر کے آیا اور دوپٹہ

اُسکے رخ انور سے اُٹھایا دیکھا کہ رنگ زرد آنکھون مین حلقے پڑے ہین ہوش و حواس باختہ عقل و خرد بر داختہ بیہوش و مدہوش پڑا ہی اور لشکر بیتابی و اضطرابی اور قلق و شدت غم کا اُسکے گرد اگرد گھیرا ہی اگر ایسا نا گاہ کبھی چشم بند کیے ہوے کروٹ بدلتا ہی بے اختیار زبان حال سے نکلتا ہی

غزل

کوئی اہل سفاک ایسا ناتوان ہوتا نہین
زخم کاری کا لہو اپنا روان ہوتا نہین

دل ہی اسکا جانتا ہی جسپہ یہ گذرے ہی حال
عشق کا صدمہ زبانون سے بیان ہوتا نہین

جو سعادت مند ہین رہتے ہین وہ بے خان و مان
دہر مین پیدا ہما کا آشیان ہوتا نہین

دم ہی جب تک جسم عاشق مین ہی جامہ کی دلیل
خوب جل جاتی ہی جو شی پھر دھوان ہوتا نہین

کر دیا ہی عیب بین چشم تصور نے مجھے
حسن تیرا لاکھ پردون مین نہان ہوتا نہین

خاکسارون سے ہی بیجا سرکشون کی سرکشی
وہ زمین ہی کون جسپر آسمان ہوتا نہین

عشق کا ہو درد اے ناصح نہ کیونکر لادوا
زخمہاے تیر مژگان کا نشان ہوتا نہین

اِس غزل کو ایک لہجہ دردناک سے کہتا ہی اور سیلاب سرشک کا چشمہ چشم سے بہتا ہی اور کبھی نہایت بیتاب ہو

پہلو گردانی کرکے ماہی زبان کو بحر تکلم مین آشنا کرتا ہی کہ خدایا کون سی تقصیر اس بیحاصل سے ظہور مین آئی کہ جسکی پاداش مین یہ زنجیر اسیری کی میرے پانؤنمین پہنائی آتش مفارقت معشوقۂ ماہ منیر کی دل مین لگائی اور سر سے پانؤن تک صورت میری جلائی وزیرزادہ خردمند کہ رفیق طریق دمساز محرم راز تھا وہ یون چھوٹا متاع عیش و آسایش کا دست غارتگر قطاع الطریق پیدا دی اس پری سے یون گیا لوٹا سچ ہی ع ہم باٹ کے روڑے نہ ادہر کے نہ اُدہر کے ✢ واللہ علم ماہ منیر کا احوال ہمارے ہجران مین کس طرح ہوگا ہم تو بے جرم اسیر ہوے پنجۂ قضا کے دستگیر ہوے تاج شاہی پھینک کر فقیر ہوے ادنے و اعلے کی نظر مین حقیر ہوئے حیران و بیجان شکل تصویر ہوے مثل نالۂ عاشق بے تاثیر ہوے طوق گلو پا بزنجیر ہوے نہ کوئی ہمراہ نہ کوئی پشت پناہ ایک دل تھا سو آتش غم سے کباب ہوا ایک جگر تھا سو آنکھون سے بہکر آب آب ہوا اوقسمت غیر کہ سے صحبت پڑی ہم جنسون سے نفرت ہوئی

بیگانون سے آشنائی ہوئی آشناؤن سے جدائی ہوئی **غزل**

وحشت دل نے کیا ہی یہ بیابان پیدا
سیکڑون کوس نہین صورت انسان پیدا

خار دامن سے اُلجھتے ہین بہار آئی ہی
چاک کرنے کو کیا گل نے گریبان پیدا

اب قدم سے ہی مرے خانۂ زنجیر آباد
مجھکو وحشت نے کیا سلسلہ جنبان پیدا

باغ ویران تھا مگر انکو پکڑ کر صیاد
بعد مدت کے ہوے مرغ خوش الحان پیدا

نعرہ زن گنج شہیدان مین ہی بلبل کیونکر
آب آہن نے کیا ہی یہ گلستان پیدا

نقش انکا نہ کسی لعل سے لب پہ بیٹھا
میرے منھ مین ہین یہ کسلیے دندان پیدا

خوف نافہمی مردم سے مجھے آتا ہی
گاؤ خر ہونے لگے صورت انسان پیدا

روح کی طرح سے داخل جو یہ دیوانہ ہی
جسم خاکی سمجھ اسکو جو ہو زندان پیدا

بےحجابون کا مگر شہر ہی اقلیم عدم
دیکھتا ہون جسے ہوتا ہی وہ عریان پیدا

ایک گل ایسا نہین ہونہ خزان جسکی بہار
کون سے وقت ہوا تھا یہ گلستان پیدا

موجد اسکی ہی سیہ روزی ہماری آتش
ہم نہونے تو نہوتی شب ہجران پیدا

اور کبھی ہچکیان لے لے کے شمع کے مانند جلتا ہی اور موم کی طرح پگھلتا ہی اور کہتا ہی **غزل**

مرغ دل مت روکہ یان آنسو بہانا منع ہی
اس قفس کے قیدیون کو آب و دانہ منع ہی

اور گاہے آسمان کی طرف نظر کرتا ہی آہ سرد بھرتا ہی بے موت مرتا ہی رورو کر پڑھتا ہی **قطعہ**

در رہ عشق دلم شد ہدف تیر کسے | زخم من بہ شدنی نیست زتدبیر کسے
اندرہ عمر بہر سو کہ روم می آید | سایہ سان از پی من زلف گرہ گیر کسے
چہ کنم آہ چہ سان گشتہ نہ کردم کہ خدا | خون من کرد حلال دم شمشیر کسے
فکر در مایۂ من عیسی مریم تا گہ | نیست در لذت او شربت تدبیر کسے
بہر سو کوے بتان ماہ وشی باش قتیل | دام گسترد از گیسوے تسخیر کسے

شعر

اٹھ گیا عشق مین یکبارہ سبھی کا خطرہ | نہ ہمین جان کی پروا ہی نہ جی کا خطرہ

سنکے یہ کلام غم انضمام وزیرزادہ کی آنکھون سے گوہر اشک دامن حال پر ڈھل پڑے اور بے اختیار دوڑ کے پٹ کو اٹھایا اور یہ جواہر کان زبان سے نکل پڑے **مثنوی**

نہ رو اب آنکھون سے سیلاب خون | کہ ہوویگا اس سے تو پیدا جنون
مین آیا چھوڑانے کو تیرے لیے | مرو تم نہ گھٹ گھٹ کے میرے لیے
خدا نے دکھائی یہ صورت تری | بھروسا نہ تھا ای مرے پر تری
خرد مند ہون تیرا پورہ وزیر | ذرا آنکھ تو کھول ای دلپذیر
خدا کی ہر درگاہ سے اب امید | کہ اب گھر کو جاوینگے ہو روسپید
ترا دیکھکر حال زار ونزار | طبیعت ہوئی ہی بہت بیقرار
تصدق مین تیرے ذرا منھ کو کھول | لب شیرین سے تو کوئی بات بول
توقع ترے ملنے کی تھی کسے | خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے
نسیم عنایات ایزد چلی | ہوئی شاخ امید بالکل ہری

یہ کہکر گلے سے چمٹ گیا اور آنکھون سے فوارہ خون کا چھٹ گیا اسکی ہنیز ہ گئی اور ہیم ہچکیان لینے لگا اور جان کو رورو کر دینے لگا شہزادہ دلپذیر نے جھجھک کر آنکھونکو کھولا منھ سے یہ کلام بولا الٰہی یہ کالی بلا کہان سے آئی مین تو خود دام قضا مین اسیر دستگیر ہون اسنے نیا گل کھلایا ناحق ستایا پس بولا **شعر**

ارے خدا سے ذرا تو ڈر تو کہان سے آیا ہی تو ای ظالم
کوئی بلا ہی دیا پری ہی و یا چھلاوا و یا ہی انسان

یہ کہکر بغور جو نگاہ کی تو صورت وزیرزادہ خردمند ہی کی دکھلائی دی ایک دم تو سہم گیا اور آنکھون کو ملنے لگا کہ الٰہی خواب ہی یا بیداری یا آنکھین تلملا گئی ہین مگر جب خوب تامل سے دیکھا تو وزیرزادہ ہی کو پایا بیہوش ہوکر سکتہ مین آگیا اور اُسی حالت مین اُس سے ایسا چمٹ گیا کہ ایک جان دو قالب ہوا آنکھون سے ساون بھادون کی جھڑی جاری ہوئی عجب ہی رقت دونون پر طاری ہوئی ہر بن مو سے عرق مثال قطرات شبنم کے ٹپکنے لگا تار نفس آمد و شد سے اعتدال پر اٹکنے لگا سسکی اور ہچکی کا یہ عالم تھا کہ تمام نگاہ مانند شخص مرتعش کے تھرّاتا تھا دونون مثل تصویر بلبل خاموش و حیران و ششدر ہوش گم کیئے تھے اور بسان مار بشاخ صندل بے حرکت کے باہم چمٹے تھے **مثنوی**

کسی کو نہ ہوش و حواس ایک ذرا
عجب طرح رقت کا تھا ماجرا
مثال آئینہ بس کہ حیران تھے
تحیر سے تصویر بیجان تھے
کباب جگر آتش غم سے آہ
ٹپکتا تھا مانند قطرہ سیاہ
انھین دیکھکر وان کے دیوار و در
کھلے چشم حیران تھے سر بسر

غرض دو تین گھڑی اسی طرح دونون تصویر غم کی بنکر آئینہ حیرت کا پیش نظر کیے رہے اور باہم چشم نادیدہ کو ایک دوسرے کے جمال پر سیئے رہے پھر آخر شاہزادہ نے آنسوؤن کو رومال سے پونچھا اور کہا ارے تو کیا سچ مچ میرا وزیرزادہ خردمند ہی یا اور کوئی از قبیل جنات سے ہی کہ اُسکی صورت متمثل ہوکر لب شیرین سے شکر خندہ ہی اُسنے دونون ہاتھون سے بلائین لیکر ہاتھ باندھکر عرض کیا بلاگردان شوم یہ خانہ زاد خردمند ہی ہی کہ آپ کی تلاش مین مدت دراز سے پریشان سرگردان حیران ہوکر جادہ پیمائے آبادی و ویرانی صحرا و کوہستان جنگل و بیابان و بیکسی و محرومی و ناکامی کا رہا ہی اور ہر طرح قلق و رنج و درد و ستم اپنے اوپر تیرے واسطے سہا ہی اظہار اُس مصیبت و شدت کا متعلق خلوت کے ہی اب اُٹھ کہ صبح ناکامی کی آخر ہوا آئی اور شام غربت نے ہزار رنج و ملال صورت دکھائی خار مفارقت کا قدم سے باہر آیا اور نخلبند حقیقی نے غنچہ ناامیدی کا نسیم امید سے شاخ آرزو پر کھلایا یہان اب درنگ خوب نہین اپنی ملت مین یہ بات

محبوب نہین کیونکر اگر پریزادون کو اگاہی ہو پھر خدا جانے کیا آفت آئیگی کسکی حالت تباہ ہو
بقول حافظ شیراز ع که درتا خبر شود مقامات سالک رازیان دارد ۔ یہ کہکر اُٹھے اور پھر دونون بغلگیر
ہولیے اور دونون کے غنچۂ دل مانند گل بہار کے کھلے عیش و عشرت کا ترانہ گایا غم و رنج کو ٹھکانے
لگایا ہر ایک کا کوکب بخت منزل نحوست سے نکل کر دائرہ سعادت مین آیا نقش مراد کو تربیع سے
کھینچکر دائرہ ثبات مین بٹھایا ہر ایک اپنے اپنے پیرہن مین ایسا پھولا کہ نہ سمایا قہقہہ کا بازار گرم
ہوا جگر کہ غم کے قصدمون سے مثل فولاد تھا مانند موم کے نرم ہوا طالع فرخندہ اختر اُنکا آسمان مراد پر
جھلملانے لگا آفتاب جہانتاب دیدۂ عبرت ٹمٹمانے لگا ستارۂ صبح وطن عیش و آرام کا تابان ہوا
سُہائے شام غریبان آفت و شدت کا پنہان ہوا غرض جسوقت باہم مل ملا چکے وزیرزادہ نے پریزاد
کو کہ اُسکے ساتھ آیا تھا بلایا اور کہا تخت روان کو تیار کرو اور ہمین اور شہزادہ اور پری کرسی نشین
کو سوار کرو شاہ صاحب کے حضور پہونچاؤ پھر جدھر تمھارا دل چاہے جاؤ کہ حق بجانب پہونچے
اور نقش آرزو کا مرکز امید پہ مربع بیٹھے سنتے ہی اس بات کے پریزادون نے تخت لاکر حاضر کیا اور
وزیرزادہ نے شہزادہ کو اُسپر بٹھایا اور پری کہ مثل تصویر حیران کرسی پہ بیٹھی تھی اُسکو بھی بٹھایا
اور آپ بھی اُسپر آیا پھر پریزادون نے تخت اُٹھایا مگر پری کو ذرا ہوش نہ تھا برکت اسم کی سے
دیدہ وا تھا مگر دہن نہ گویا تھا بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی مصور چابکدست مانی نژاد نے
تصویر پری کرسی نشین کی کھینچی ہے اور اِس طرح حسن ترکیب و خوش وضعی سے بنائی ہے
کہ گویا نقش مین اپنی ہے شعر

مثل تصویر بلبل حیران	بیٹھی کرسی کے رو پہ تھی بیجان

غرض جسدم وہ تخت اور پریزاد اُڑا اسیدھا مانند تیر کے شاہ صاحب ہی کی طرف مڑا یہ دونون باہم
اپنے اپنے درد و مصیبتون رنج و قلقون کی باتین کرتے چلے جاتے تھے اور اپنی اپنی داستان
سُنتے سُناتے تھے کبھی اپنی مصیبتون کو یاد کرکے آنکھون سے فوارہ اشک کے اُچھالتے تھے اور کبھی
مانند گل موسم بہار کے شگفتہ خاطر ہوکر خار حسرت کو کلیجون سے نکالتے تھے داغ جگر کو آب اشک سے
محو کرتے اور دیدہ خواب آلودہ کو گلاب تکلم سے صحو کرتے قصہ کوتاہ بعد گذرنے عرصہ کئی دن کے
پریزاد نے تخت لاکر فقیر صاحب تاثیر کے تکیہ مین اُتارا اور بآواز بلند پکارا ۔ مثنوی

شاہ صاحب تمھین مبارک ہو ... خیر سے آ گئے دیکھو یہ دونو
ساتھ اُنکے پری بھی ہی ہمراہ ... پہر ہی حیرت سے اُسکا حال تباہ
وصل سے اُنکے آپ بھی ہون شاد ... رنج و محنت کے دن گئے برباد
حق رکھے تمکو خرم و شادان ... یہ تمھارے سبب سے آئے یہان
کیجے رخصت مجھے اب آپ شتاب ... گھر کے جانے کو مین بھی ہون بیتاب
حکم مین آپ کا بجا لایا ... فرق اُسمین نہ ایک ذرا لایا

ابیات

پلا ساقیا جام عشرت فزا ... کہ پیکے ہون اُسکو مین غم گزا
بیان ملاقات شاہ و گدا ... کرون بزم احباب مین برملا
حجاب تکلف کو ڈالون اُٹھا ... کہون مجھپہ گذرا ہی جو ماجرا

داستان لانا وزیرزادہ کا شاہزادہ دلپذیر کو فقیر کے حضور اور ملاقات کرنا فقیر کا دلپذیر سے اور طلب فرمانا شاہ پریون کو واسطے ماہ رو کے اور رخصت ہونا شاہ پریون کا

عنایت نشینان بزم عشرت نے شمع شب افروز اس داستان کو طاق سماعت مین زیب وزینت
دے کے اسطرح روشن ومنور کیا ہے کہ جسدم وہ تخت پریان پاک اعتقاد نے شاہ صاحب کے حضور
لاکر رکھا وزیرزادہ اور شہزادہ اُترا اور ہر ایک دست بستہ ہوکر باآداب تمام سامنے کھڑا ہوا اور
سلام کیا فقیر صاحب دل مین نہایت خوش ہوے اور زبان عشرت بیان سے فرمانے لگے بابا
عمر دراز ہو شاہد مراد سے د...متا ہو تمہارے گھر تمسے آباد ہون کلیجے مان باپ کے تمھاری دیدار سے
شاد ہوون حافظ حقیقی تمھارا نگہبان ہو حادثہ زمانہ سے تمکو امان ہو مصیبت کا داغ پھر
نہ کھاؤ آفت کا ذکر زبان پر نہ لاؤ تو اُسکی دائمی سے برومند ہو شداید جہان سے بے گزند
ہو چار چمن گیتی مین مثل بلبل شاخ گل مقاصد قابل پر چہچہے پرواز ہو جو بہار دنیا مین مانند
قمری کے سرو آزادے دل پر ترنم سانہ ہو بحق محمد علیہ السلام یہ کہکر سجادہ سے اُٹھے اور شہزادہ
کو بغل مین لیا ماتھے پر بوسہ دیا پشت پر ہاتھ پھیرا دل وحشی اُسکا دام الفت مین گھیرا اور دعا
سے زبان کو ہلایا یہ کلام منھ پر لایا شعر

الٰہی بخت تو بیدار بادا	ترا دولت ہمیشہ یار بادا
گل اقبال تو دایم شگفتہ	بچشم دشمنانت خار بادا

شاخ نہال آرزو تیرے کی بار مراد سے بھرا ہو اور گوش وقت تیرے مین مقصد کا آویزہ در ہو
کوکب بخت کا آسمان تمنا پر تابان ہو اور اُسکی روشنی سے سارا جہان درخشان ہو اب چند روز
ما فقیرو درویشانہ پر قناعت کرو اور برگ سبز تحفہ درویش سے رغبت کرو جب ہوش وحواس ٹھکانے
آمین تب بخوشی تمام آپ گھر کو جائین لشکر پریون کا ہمراہ کرونگا اُنکا تمکو شاہ کرونگا اگر چاہو
مادام الحیات اُنکو اپنے ساتھ رکھیو یا جی نہ چاہے رخصت کیجیو اُنکو تمھارا مطیع کرونگا تمھارا حکم
اُنکے سر پہ دھرونگا یہ پری کہ آئی تیرے ساتھ ہے اُسکی بھی مجھے تمسے کہنا بات ہے خواہ اس سے
نکاح کیجیو اور جو مرضی نہو تو یہین چھوڑ دیجیو اُسکے باپ کو کل پرسون بلاونگا اُسکی حرکتین اُسکو
سُناونگا اگر تو یا وہ کہے تو چھوڑونگا نہین تو اُسکا سر تن سے توڑونگا مثنوی

تمکو بخشا کیا فرزند عزیز ای ماہرو	غیر مرضی نہ کرونگا تیرے فرقد سرو
پر وہ نصیب سے ہوگا جو تو چاہیگا وہی	اسمین آنکی تفاوت نہین یکذرہ کبھی

رنج آنے دے طبیعت مین نہ اے حور نژاد		دل نازک کو ہر اک طرح سے رکھ خرم و شاد

غرض شاہ صاحب تو اسطرح سے ہر ایک کو تسلی و دلاسا کرکے اپنے مصلے پر بیٹھے اور عبادت معبود
مین کھڑے ہوے اور یہ دونون ایک پاکیزہ جگہ دیکھکر لیٹے اور یہی کرسی نشین کو بھی وہین کہین
جگہہ دی درویش نے دل مین سوچ کر کہا کہ یہ شہزادہ صحراسے گھبراتا ہوگا اسکے واسطے کوئی مکان
طلسمی اسکے لائق تیار کردیجیے یہ کہکر ایک نقش لکھا اور دو تین بیگہہ زمین کے عرصہ مین مربع
چار خط کھینچے وہ تعویذ اسمین گاڑا قدرت اللہ سے فوراً ایک باغچہ مانند طبقہ خلد برین کے
شگفتہ دشت ان نمایان ہوگیا ہر ایک شجر میوہ سے بھرا ہوا نظر آنے لگا اور اسمین ایک بارہ دری
چھوٹی سی مقطع مربع سنہری روپہری اینٹون سے بنی ہوئی اندر اسکے فرش شاہانہ بچھے ہوے
تخت و کرسی پلنگ جڑاؤ بچھا ہوا چلمنین لگی ہوئین نمودار ہوگئی پس ارشاد کیا شاہزادہ
کو کہ اسمین رہو اور جو چاہو سو میوہ کھاؤ منگل کا وچین کرو دل مین نہ گھبراؤ شہزادہ
یہ طلسم دیکھکر خود طلسم کی طرح حیران ہوگیا اور اسمین جاکر ٹھیرا اس عرصہ مین یہ نیاد
شاہ آفتاب پردۂ شفق کا منھ پر ڈال کر عالم برزخ کی طرف راہی ہوا اور شاہزادہ مہتاب
کا عکس ... زیب تن کر جلوس فرمائے سر تخت شاہی ہوا وزیرزادہ اور وزیرزادی
نے دیکھا کہ تمام غنچہ رنگ برنگ کے پھولون سے شگفتہ ہوکر نکہت بخش دماغ عالم کا ہو رہا ہے
اور ہر گل کی پتیان بلبلین کو ہر قطرات شبنم کے پرو رہا ہے یہ کیفیت دیکھکر شہزادہ کو ماہ منیر
کا ... یاد آیا اور حسرت کا داغ جگر پہ کھایا آنکھون سے آنسو نکل پڑے گوہر کی طرح دامن
گلعذار پر ٹپکے وزیرزادہ نے قیافہ سے دریافت کرکے عرض کی نہ رو آنکھون کو نہ کھو تمہارے
واسطے بڑی مصیبت اٹھائی جب یہ شکل دیکھنے کو پائی معلوم ہوا ہماری غیبت مین آپ کا
طائر دل کسی شاخ گل پہ نشیمن ساز ہوا ہے کیونکہ ایک جوگن ہمارے ساتھ ہی دشت مین ہے وہ اپنا
نام زیب النسا وزیرزادی اور شاہزادی کا نام ماہ منیر بتاتی ہے اور اسکے غم سے جوگن بنکر
تلاش کو نکلی تھی قضارا ہم سے ملاقات ہوئی اور ہمارے ساتھ یہان آئی اگر حکم ہو تو اسے بھی
غلام حاضر کرے سنتے ہی اس نام کے کلیجہ شہزادہ کا بھر آیا اور بے اختیار زبان پر لایا جرأت

غم فرقت وہین کچھ یاد دلاتا ہے		گر کسی ڈھب سے کوئی ہمکو ہنسا دیتا ہے

شب کو ٹک خواب جو آتے ہی تو پھر اسکا خیال — آنکھ لگنے نہین پاتی کہ جگا دیتا ہی
شدت درد و غم عشق کی ایسی ہی مگر — روتے ایسے ہین تو رونا بھی مزا دیتا ہی
مرض عشق سے یہ حال ہی میرا کہ طبیب — اب تشفی کے لیے مجکو دوا دیتا ہی
تپ دل کے یہ میرے اشک روان مین ہر بار — برگ گل جون کوئی دریا مین بہا دیتا ہی
ضبط کرتا ہون مین کو یہ قلق دل ایکبار — سر سے لے پاؤن تلک مجکو ڈھلا دیتا ہی
اور صحت کے جو پوچھو تو کسی ہی امید — ایسے بیمار کو اللہ شفا دیتا ہی
قصد محفل سے وہ اٹھنے کا کرے ہی جسوقت — دل بیتاب وہین مجکو جتا دیتا ہی
گل جو ہنستا ہی تو غنچہ کا چٹکنا جرائت — کوس رحلت وہین گلشن مین بجا دیتا ہی

یہ پڑھکر ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین بھرنے لگا جگر خون ہوکر آنکھون سے گرنے لگا بدن مین ایک سناٹا سا پیدا ہوا تن کپ کپا اٹھا رعشہ کا مرض ہویدا ہوا ہر بڑا کر کہنے لگا

رباعی

اس درد دل سے تنگ ہو یا دل کو تاب ہو — قسمت مین جو لکھا ہی الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمین — ای الفت چمن تیرا خانہ خراب ہو

ارے کہان ہی مین ہی چلون وہ جہان ہی تو نے اس یاد کلام سے میرے دل کی آتش افسردہ کو بھڑکایا اور شعلہ خاموشی سے میرا سراپا جلایا زندگی دوبارہ حاصل ہوا کہ اپنی جان اس سے مجھے واصل ہو آب رفتہ جو پھر آوے رنگ ریختہ رخ پہ چم چھاوے دل بیقرار کو تسکین ہو خرم و شاد خاطر اندوگین ہو در رنگ نہ کر اسکا بولا نہین پھر آہنگ ہوا اسکے لے آنے مین شعر

کاش مین دیکھ لون وہ صورت زیبا تو یقین — زندگی مجکو دوبارہ ہو جہان مین حاصل
آتش غم نے کلیجہ کو مرے بھونا ہی — لالہ سان داغ جدائی نے جو کی ہی منزل

سنکر یہ کلام وزیرزادہ کا دل بھر آیا اور حیران ہوکر طرف وزیرزادی کے قدم بڑھایا کہ بوبی صاحب اٹھو آپ کی شہزادی کا شاہزادہ آیا اور آپ کو بھی طلب فرمایا قدم کو تکلیف دیجیے شربت وصال پیجیے یہ سنکر وزیرزادی ہر بڑا کر اٹھی اور یک بیک شاہزادہ کو آداب بجا لائی تیوھر کر سلام کیا اور نہ کچھ بن آیا دیکھتے ہی رو ہی دیا اور بلائین لینے لگی

جان دینے لگی اور زبان سے گویا ہوئی ارے شہزادہ انشا

نظم جو تیری تجھ سے رشک قمر پر ۔ گئی چاندنی پھیل دیوار و در پر

دیکھکر شاہزادہ دلپذیر نے ہاتھ سے پکڑکر اپنے ساتھ بٹھالیا اور بے تحاشا کلیجہ سے لگا لیا اشک کا ابر چاروں طرف چھایا خون کا پانی آنکھوں سے برسایا گریہ وزاری کا یہ عالم ہوا کہ در و دیوار پھوٹ کر بہا گریبان کو تار تار کیا چشم کو رو کش موسم بہار کیا سسکیاں پیہم آتی تھیں ہچکیاں دم کو گھبراتی تھیں ایک عرصہ تک کہرام مچا۔ ما بعد اسکے وزیر زادہ نے دونو کو الگ کیا کہ کیا روتے روتے مرجاؤگی ہم پہ اپنی ہتیا کروگی غم کو اب دل میں نہ لاؤ کوس عشرت بجے ڈنکا لگاؤ الحمد داغ مفارقت کا تمہارے جگر پہ نہ رکھے اب آگے کوئی لذت غم کا مزہ نہ چکھے ابیات

آپ کو اب ذرا سنبھالو تم		خار غم سینہ سے نکالو تم
تفرقہ تم میں تم میں ہووے نہ اب		شاد و خرم رہیں ہمیشہ اب

غرض پھر آپس میں مل ملا کے بہم شادمان ہوے دل پژمردہ شگفتہ مثل گل خنداں ہوئے پھر تینوں نے اپنا اپنا قصہ اول سے آخر تک ایک ادائے گلو سوز سے بیان کیا وزیرزادہ نے زیب النسا کی طرف مخاطب ہوکے رمز و کنایہ سے کہا لو صاحب اب تو آپ کی شہزادی کی آتش اب حضور عالی کی آبپاشی سے منطفی ہوگئی مگر آپ کی صدف تمناے رنیش گوہر آبدار کے بے آس رہیگی اگر طبیعت آپ کی اوداس رہیگی وزیرزادی نے کہا آپ تو کون قاضی یا مفتی ہو تجھے ہمارے کام سے کیا کام بقول شخصے مثل قاضی جیو دبلے کیوں کہا شہر کے اندیشہ سے ۔ آئینہ لے کے منھ دیکھو جب ہمسے کلام کرو تیری وہ مثل ہو کہ چھوٹا منھ بڑا نوالا شاہزادہ کھل کھلا کے ہنسا اور کہنے لگا خرد مند جانے دے یہ کیا بات ہو جب الحمد وہ دن نصیب کرے تب ہی چھیڑنا ابھی سے بک بک کر کاہیکو مغز کھاتا ہو ہر بات میں جھنجھلاتا ہو جو شکار کہ اپنے دام میں گرفتار ہو وہ کہاں جائیگا آخر ہاتھ آئیگا وزیرزادی بولی واہ جی واہ آپ بھی خوب صاحبزادہ اور بجا فرماتے ہیں

شعر

مرو شاہزادے پہ تم تم یہ وہ		ولیکن یہ باتیں نہ ہمسے کہو

یہ صورت کا میٹھا سیرت کا کھٹا دوچ کا یار ہمجنس سے بیزار کوئی آدمی ہو کہ جسکا اگا پیچھا

مثال خُنثون کے ایکسان ہی نظر آتا ہی وہ اپنی مٹی پر یاد کرے جو اِس سے دل شاد کرے شاہزادہ صاحب یہ آپ کے اصطبل مین عمدہ آختہ بیگی کے شایان ہی کیونکہ اسمین سوا جھانج کے اور کچھ نہین ہی کسِو ناکس کو دیکھکر ٹاپتا ہی ذرا او بائے سے ہانپتا ہی عنان اختیار اسکے قبضہ مین نہین زنہار جیدھر مُنھ پھیرا اُدھر ہی کو دوڑ اگیا ایک تازیانہ سے ہراد پر آتا ہی گو جیدھر مُنھ موڑا اُدھر دوڑ اجاتا ہی وزیرزادہ بولا بی صاحب خاموش رہو جوش مین نہ آؤ ہمین تندی پر نہ لاؤ ابھی جھ بچہ ڈھیلا ہو جائیگا رنگ پیلا ہو جائیگا ایکہی ضرب سے پیس جاؤ گی آنکھین کھول کر رہجاؤ گی آپ نے غلام کو کسدن آزمایا کہ بھرپور نہ پایا جسدن آسن مین آؤ گی یہ باتین بھول جاؤ گی قصہ کوتاہ تمام رات اسی طرح چھیڑ چھاڑ رمز و ایما کے کلام ہوتے رہے اور اپنے اپنے رنج یاد کرکے روتے رہے ہنسی خوشی سے رات بسر کی ہر ایک نے ایک کے رُخ پر نظر کی جسدم مغ خورشید زرین جہر نے کامیاب آسمان مین ناقوس آمد روز کا پھونکا اور زاہد ماہتاب نے ثور مین منزل قبولی سب کے سب خندہ زنان شگفتہ جبین اُٹھے اور شاہ صاحب کے حضور حاضر ہوئے اور آداب بجالائے شاہ صاحب نے ہر ایک کو دعاے خیر تزائد مراتب و ترقی عمر کی دی اور شاہزادہ سے مخاطب ہوکر فرمایا اسی کو ہے تاج ارجمندی وای نیّر درخشان سربلندی اب بیہی کے مقدمہ مین مرضی تیری کیا ہی عرض کیا جو ارشاد آپ کا ہی وہ غلام کو سر ماتھے قبول مگر عرض غلام کی یہ ہی

غزل

آگے آنکھون کے تصور مین وہ گل رخسار ہی
ہر گل بنجار جنت جسکے آگے خار ہی

ای کلیم اپنا دل اُسکا طالب دیدار ہی
آفتاب حشر جسکا روزن دیوار ہی

جوشش سودا مین کم ہونا لہو کا ہی مفید
کیا ہو ہم دیوانون کو غم عشق اگر جو نخوار ہی

ایک ہین میرے دل پر داغ مین سوخار غم
ورنہ جو لالہ ہی باغ دہر مین بے خار ہی

داغہاے یاس ہین پھولون کی جادر کے عوض
دل میرے پہلو مین گور حسرت دیدار ہی

چاہیے قاتل کا خنجر زخم پر پھاہے کی جا
رنگ اُس خنجر کا مجکو مرہم زنگار ہی

آتش نمرود گلشن بن گئی تھی جس طرح
یون مجھے آتشکدہ بے یار ہر گلزار ہی

دوڑتا ہی جسطرح طاؤس پیچھے سانپ کے
یون دل پر داغ میرا گرد زلف یار ہی

ہی خدا کی یاد کا حیلہ پے اخفاے راز
ای صنم ناسخ تری فرقت مین شب بیدار ہی

فقیر نے روشن ضمیر کے کشف سے معلوم کیا کہ طائر دل اُسکا دام کاکل شاہزادی ماہ منیری مین گرفتار ہر
اور پری کی طرف سے اسکا دل نازک حسرت کا خلیدہ خار ہی گو بظاہر گاہ گاہ عشق پری کی تکرار ہر
مگر دل مین اُسکی صورت سے بیزار ہر تسلی فرماکے کہنے لگا بہت بہتر اور یون ہی ہر شعر

	کبوتر با کبوتر باز با باز		کند ہمجنس با ہمجنس پرواز	

ہم اسکو ہوش مین لاکے تمھاری طرف سے منحرف کرتے ہین اور اُسکے قضیہ ہی کو یکطرف
کرتے ہین اور سچ بھی ہر ایک میان مین دو چھریان نہین رہ سکتی ہین زندگی عذاب ہوجائیگی
غیر حسرت عیش ہاتھ آئیگی دو دل نہین کہ ایک ایک کو بانٹو گے آخر یہی کرنا پڑیگا کہ نہال اوقات
کو ہر روز تبر قصہ و فساد سے چھانٹو گے جسکا کھانا کروگے اُسی کی بلا سر پہ دھرو گے دونون آپسمین
کٹ مرینگی آپسمین جنگ کرینگی دل تمھارا ادھڑمن گرفتار رہیگا عشرت زیست سے بیزار رہیگا
یہ کہکر فقیر صاحب نے کچھ پڑھا آسمان کی طرف پھونکا گھڑی نہ گذری تھی کہ ایک سیہ بادل سا اُمڈا
شاہ صاحب کے مکان پہ گھمڈا سواری شاہ پریون کی آئی آداب بجا لائی بادشاہ تخت
سے اُترکر نیچے آیا درویش کو آداب بجالایا کہ سبب کیا ہر کہ غلام کو یاد کیا ہر کہا سب طرح خیر ہر
مگر عجیب ایک سیر ہر اگرچہ برملا ظاہر کرنا چاہیے مگر باعث ہتک ننگ و ناموس ہر اسواسطے
خلوت ہی مین سر دھرنا چاہیے کیونکہ بزرگون کا مقولہ ہر فرد

	یار را یاری بود از یار یار اندیشہ کن		راز را ہرچند بتوانی تو با یاری مگو	

اور قطع نظر اسکے بادشاہون کے جاسوس ہر ایک ولایت مین بلباس عدم قیاس موجود رہتے ہین
کہ اگر خدانخواستہ کوئی حرکت ناشائستہ بھی دیکھین ایکدم مین ملکون ملک پہونچا دین اور رخنہ انداز
دیوار عصمت کے ہووین اور کسی مفلس فلک زدہ سے کوئی لغو ظہور مین آوے کوئی خیال
مین بھی نہ لاوے اسی واسطے سعدی علیہ الرحمۃ صریحًا کہہ گئے ہین قطعہ

	رفیقانش یکے از صد ندانند		اگر صد جرم دارد مرد درویش	
	زا قلیمے با قلیمے رسانند		وگر یک ناپسند آید ز سلطان	

مبادا کوئی بیگانہ یہان موجود ہو اور سنکر لے اُڑے تو موجب ذلت و رسوائی ہو اُس سے
آگاہ ایک خدائی ہو بادشاہ نے ہاتھ باندھکر عرض کیا سچ ہر شعر

یکدل روشن نگہبانی جہانے میکند	عصمت یوسف حصار کاروانے میکند

آپ ہمارے پیر و مرشد ہین جیسا ہمارے حق مین بہتر ہو وہ تجویز فرمائین مگر اس سانحہ ہوش ربا سے غلام کو جلد اگاہ کیجیے اس سے زیادہ خانہ زاد کی نہ حالت تباہ کیجیے کہ موج بلاخیز طوفان تحیر کی پر سر جوش ہے ایسا نہو کہ آپ کی باد مخالف کلام سے کشتی عزت ہماری غرقاب ہو کلیجہ کٹا منھ کو آتا ہے دل پہلو مین گھبراتا ہے کونسی تقصیر ظہور مین آئی کہ جسکے باعث ہم مورد عتاب و خطاب ہوے یہ کلام سلطانی سنکر شاہ صاحب اسکو الگ ایک مکان مین لے گئے اور کرسی پری کی کہ اسیر تصویر کے مانند حیران بیٹھی تھی طلب فرمائی اور سلطان کو دکھائی کہ یہ تمھاری دختر ہے یا اور کوئی بداختر ہے اسکو یہان سے لیجاؤ آگ مین ڈالو اور جلاؤ ایک شاہزادے پہ عاشق ہوئی تھی اور اسکی محبت مین جیتی موی تھی طلسماتی قلعہ پر وہ قاف مین بنایا تھا وہان اپنا عشق اسے جتایا تھا اسکا خانمان چھوڑایا تھا اپنا سکہ بٹھایا تھا اسکے فریادی ہمارے پاس آئے ہمنے کوہ قاف کو پہونچائے اسم کی برکت سے طلسم کے قلعہ کو توڑا اسکا نام و نشان نہ چھوڑا پری کو اسم سے بیہوش کیا دیگ ہوش پر خاموش کا سرپوش کیا فلانے پر یزاد معتقد ہمارے نے بعد حصول مراد دلی تخت پر وزیر زادہ اور شاہزادہ اور اس تمھاری دختر کو بیٹھا کر اڑا یا طرفۃ العین مین ہمارے حضور مین پہونچایا اگرچہ آتش غضب مشتعل ہوئی کہ اسکو جلا دون اور دنیا سے کھپا دون لیکن اطلاع اس واقعہ کی تمکو بھی ضرور تھی بہر نوع تمھاری خاطر منظور تھی اسواسطے تمکو تکلیف دی کہ ذرا تم بھی بغور دیکھو حرکت بیٹی کی اب مین ایسے ہوشیار کرتا ہون خواب غفلت سے بیدار کرتا ہون سنکر یہ بات بادشاہ نے سر نیچے ڈال لیا اور جگر داغہاے خشم و غضب سے لالہ زار کیا اور چاہا کہ اسی دم سر کاٹ کر دو ٹکڑے کرے اور بعد اسکے آپ بھی ہیرے کی کنی کھاے شاہ صاحب مانع آئے زبان پر یہ بات لائے مارنا خوب نہین ہے بے جرم خون روا نہین کہین ہے اسکو کچھ پڑھ کر کھلا دینگے شہزادہ کی طرف سے اسکا دل ہٹا دینگے شاہ بولا شعر

خادم درگاہ مین ہم آپ کے اے شاہ جی	حق مین جو بہتر ہمارے ہو سو وہی کیجیے

یہ سنکر شاہ صاحب نے تازہ پانی منگایا اور کچھ پڑھ کر اسیر حیطہ کو ایا دہ ہوش مین آ[illegible]

بہت ہی گھبرائی باپ کو بالمشافہ دیکھکر مثل تصویر بڑی حیران ہوگئی جی سن سناگیا بہت ہی
پریشان ہوگئی نیچی نگاہ کرکے تنکے سے زمین کریدنے لگی تیر غم سے کلیجہ کو چھیدنے لگی جیا بحر
تحیر مین غرقاب ہوئی بیتاب مانند ماہی بے آب ہوئی رگ غیرت کی جوش زن ہوئی سینہ مین

آگ ملتہب مثل گلخن ہوئی چاہا کہ کرسی پہ سر مار مارکے مرجائے زندگی بالکل گندجائے
باپ کو چار چشم ہوکر منہ نہ دکھائے یا کسی اور طرف اٹھکر نکل جائے شاہ صاحب نے ہاتھہ پکڑا
خوب مضبوط جکڑا اور اسطرح سے بولے کہ گویا موتی ترازو سے تولے اگر ایسے ہی مرنا تھا
تو آگے ہی سے ایسی حرکت نہ کرنا تھا ابتدا سے ہی مین مآل کار کو سوچا ہوتا تو اب کاہیکو ناخن
بے شرمی سے رخسار حال نوچا ہوتا ہماری خدمت مین جو آنا موقوف کیا تھا معلوم ہوا کہ دل اور
کو دیا تھا ری نالائق ایسی بیحیائی تجھے خدا سے ذرا شرم نہ آئی تونے دو سلطنت کا تاج کھویا
اپنے باپ دادا کا نام ڈبویا یہ کہکر پانی پہ کچھ اور پڑھا اور کہا اسکو پیو اور بے تعلقی سے جیو
قدرت ایزدی سے جسدم وہ پانی حلق سے نیچے گیا عشق شہزادہ دل سے کنارہ کش ہوا
اصلا اسکی پروا نہ رہی خاطر اسکی طرف سے بالکل منحرف ہوگئی باپ اور شاہ صاحب کے ہاتھ

باندھکر سنایا البتہ یہ قصور لونڈی سے ظہور مین آیا مگر آیندہ کو توبہ کرتی ہون شاہ صاحب سلیمان
کی قسم سر پہ دھرتی ہون اگر آیندہ کو قصور ہو تو بندی ہر نوع مجبور ہے چاہو تو قاف مین پھینک
دیجیو یا آگ مین پھونک دیجیو خدا ہزار گناہ معاف کرتا ہے تم ایک گناہ کو بخشو غرض شاہ صاحب نے
بادشاہ کو ارشاد کیا کہ اب اسکو لیجاؤ اور بہ نسبت اسکے کچھ زبان پہ نہ لاؤ کیونکہ خُرد ون سے
خطا بزرگون سے عطا قول مشہور ہے دنیا خانۂ زور ہے اسمین کس و ناکس معذور ہے لشکر ایک ہزار
پریون کا بیان چھوڑیے وہ جتنے شاہزادہ کے جلو رکاب مین مقرر کیا اور اسکے پاسے نام دیا پھر
پری کے پشت پہ ہاتھ پھیر کہ بیٹا اپنی مجنبس کیا تھوڑی کہ غیر کف سے انشنائی جوڑی تھی آخر
رسوائی ہوئی پھر شاہ صاحب نے سلطان عالی شان کو شاہزادہ دلپذیر اور وزیر زادہ خردمند
اور وزیر زادی زیب النسا سے ملایا بادشاہ نے ہر ایک کو گلے سے لگایا اور بہت سی شفقت فرمائی
کہ خدا تعالےٰ تمکو گلستان زمانہ مین تر و تازہ رکھکر بارور کرے اور شاخ گل امید کی ہمیشہ ہری بھری رکھے پس یہ کہکر
فقیر سے رخصت طلب ہوا اور پری مادرو کو ہمراہ لیکر اپنی ولایت کو گیا اور ہزار پری کا لشکر شاہ صاحب کے حضور رہا القصہ
شاہزادہ نے وزیر زادہ اور جوگن کے ساتھ ہفتہ عشرہ تک فارغ البالی سے اوقات بسر کی ہر روز سیر و تماشا باغ طلسمات کا
دیکھتا اور تیر نگاہ ہر طرف کو بے تکلفانہ پھینکتا دن کو گلگشت صحرائے ناپید اکنار کا کرتا اور رات
کو ہمیچ یاران مین راگ و رنگ کے ساتھ بسر حیات مستعار کرتا جسوقت کسی میوہ کی طرف اسکی
نیت جاتی اُسکی ٹہنی وہین جھک کر روبرو آتی جسدم یہ اُسکو توڑتا ایک پرند خوش و مطبوع
اُس سے روبرو پرواز لاکر سامنے ہوتا اور ہزار طرح کی آواز سے چہچہہ پردازی کرتا اور قدرت
ایزدی سے میوہ سے جسطرح کی لذت چاہتا وہی پاتا بعد تناول کے عرق بدن سے باہر ہوتا وہ
مثال مشک اذفر کے یہانتک خوشبو دیتا کہ اُسکی نکہت سے ایک عرصہ تک تمام باغ رشک ختن
ہوتا تھا اور باہم قہقہہ تمرود کی طرح مارتے تھے اور بفضل خدا اپنی جان نثار تے تھے ایک طرف
کشت زعفران نو دمیدہ تھا کہ جسوقت اُنکی طبیعت حب الوطن کو یاد کرکے اُداس ہوتی اُسطرف
جا نکلتے اور اسکا سیر کرتے مارے ہنسی کے بیہوش ہوجاتے الغرض ایک دن عالم تنہائی مین
شاہزادہ کو خیال آیا ماہ منیر کا یہانتک کہ صورت اُسکی صفحۂ دل پر جم گئی جسطرف نظر اُٹھائی
اُسی کی صورت دی دکھائی جتے کہ آپ سے فانی اور معشوقہ سے باقی ہوا وجد کا عالم طاری ہوا

بے اختیار یہ شعر زبان پر جاری ہوا شعر

دیکھا جو کچھ زمانہ کے آئینہ خانہ مین	صورت تمھاری ایک ہی ہر سو نظر پڑی

پڑھتے ہی اسکی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور سسکی بندھ گئی اور ایک طرف ٹکٹکی لگ گئی یہانتک کہ نقش دیوار ہوا آئینہ سان حیران کار ہوا آنسو کا تار رخ انور پر مانند شعاع خورشید کے نمایان اور جگر آتش دوری سے کباب اور زبان حال پر یہ بیان

خمسہ

خاک کو یانہ بشر کرکے اٹھایا ہوتا	جلوۂ حسن تو ای کاش نہ بھایا ہوتا
عشق کے پیچ مین یارب نہ تو لایا ہوتا	یہ طلسمات بھی بالفرض دکھایا ہوتا

یا تن آدمی مین دل نہ بنایا ہوتا

سنکر اس کلام کو وزیرزادہ اور جوگن دوڑکر پاس اسکے آئے اور ہزار طرح کی پند و نصیحت کی داستان زبان پر لائے کہ صبر درکار ہے صابر کا خدا یار ہے جسنے ایک دریاے زخار کے طماچون سے بچاکر ساحل نجات پر پہونچایا اور کشتی زندگی کو فضل اپنے سے باد مخالف کے صدمون سے بچایا کیا دور ہے کہ اب ایکدن وہ مالک الملک دار الحزن مفارقت سے نکال کر شہرستان مراد مین پہونچاوے اور گرداب ہلاک انگیز مہجوری سے بچاکر کشتی امید کو کنار وصال جانان پر لگاوے آپ جانتے ہین کہ تمامی خارزخ و محن پاے حال سے نکل گئے ایک کہ باقی ہے وہ بھی وقت موعود پر نکل جاویگا اور شاہد دلخواہ آرزو کا پردۂ خفا سے رخ انور کرسی تمنا پر دکھلاویگا کل پرسون فقیر صاحب سے کو ہر ایک خاص کو لیکر آویزۂ گوش غم خانہ کا کرینگے اور بار ناکامی کو دوش سے کھینچکر عمامۂ مراد سرون پر دھرینگے کیونکہ کل سے ہمارے دل بھی بیکل ہین اب ایام رخصت کے آج ہین یا کل ہین مگر قبلۂ عالم حال مفصل کہئے کہ اسدم بے وجہ اضطرابی و بیقراری کا کیا سبب ہے آیا ماہ منیر کی آتش مہاجرت سے کلیجہ جلایا اور بھی کوئی مطلب ہے وزیرزادہ کو جواب دیا

بند خمسہ

آہ و زاری مین گذر کر شب ہو جاتی ہے پگاہ	پوچھتا ہے کیا شب تنہائی کا کچھ حال واہ

روبرو رکھتا ہون گرچہ عجز کی اپنی پناہ	زخم اک شمشیر کا سا دل پہ لگ جاتا ہی آہ

یاد آجاتی ہی وہ جنبش ابرو مجھے

جان لبون پر آرہی ہی میرے جون مینا کے گل	آہ کی آتش سے جلتی استخوان ہین زیحل
پوچھتا ہی حال بیاری کا کیا ای ماہ گل	ناتوان ہون بسکہ فرقت سے ترے چون برگ گل

اب ہوا پھیرے ہی اس پہلو سے اُس پہلو مجھے

ای مونس غم خوار و ای انیس وفادار آج یاد صورت جانانہ نے دل کو بہت ستایا آنکھون سے خون رولایا آتش غم نے کلیجہ کھایا سر سے قدم تک جلایا خودی کا نقش مٹایا اپنا سکہ بٹھلایا مرغ بسمل کی طرح تڑپایا سیماب کی صورت بنایا اب شعر

خواہم کہ بپرہ از پری گنم دام	پرواز کنان روم بران بام

جسطرح ہو شاہ صاحب سے رخصت لیجیے اور عزم سوے منزل مقصود کیجیے والا تم جاؤگے ہمکو نہ پاؤگے کیونکہ کوئی دن مین غم مفارقت جانان سے ہم سوے ملک عدم سدھارتے ہین نقدی حیات کو قمار عشق معشوق مین بازیگاہ مہاجرت مین ہارتے ہین کس واسطے کہ

رباعی

یا ایک پری سے وصل تھا آٹھ پہر	یاد دیتے ہین رنج مجکو جن شام وسحر
یا کاکل دلدار سے تھا ربط مدام	یا لوٹتے ہین سانپ مری چھاتی پہ

ایضاً

نالون کا نہین قصور کچھ ای دمساز	اشکون سے فقط فاش ہوا میرا راز
قایم ہی مرے دعوے صادق پہ دلیل	دریا کے سبب پہونچتی ہی دور آواز

غرض اُسروز تو جون تون رو دھو پیٹ پاٹ کر وہان مقیم رہا اور رات کو آٹھ پہر بیداری سے ندیم رہا اور خواب سے جدا ستارے شماری سے وہ رات کاٹی پس جسدم کاروان سالار ماہتاب نے شب آہنگ ہوکر قافلہ اپنا صحیح وسالم سراے صبح مین پہونچایا اور مسافر خورشید نے خواب غفلت سے سر اُٹھایا ابیات

پلا جام ساقی نہ کر اسمین دیر	کہ غم نے لیا ہی مرے دل کو گھیر

تو پھر لے کے رخصت کو گھر جاؤن مین	ترے جو سے کر کیفیت پاؤن مین

داستان رخصت شاہزادہ کی فقیر سے اور جانا اسکا تخت روان پہ مع وزیرزادہ و جوگن ماہ منیر کے پاس اور ملاقات ہونا آپسین اور تدبیر کرنا شادی کی
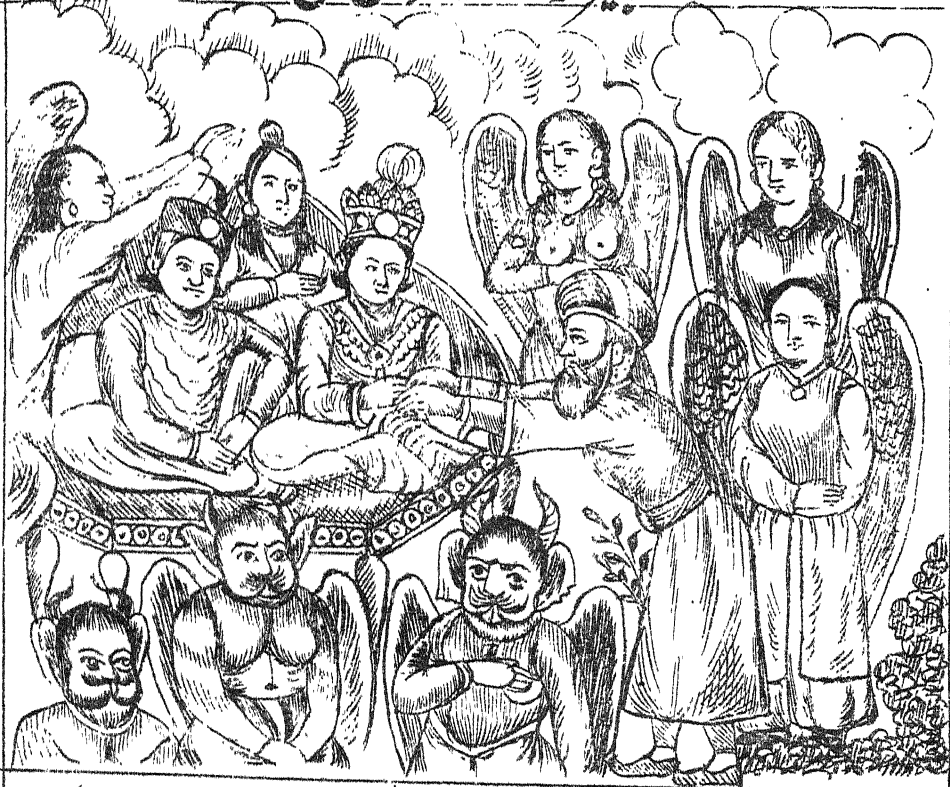
محرران دفاتر تقدیر نے اس داستان کو خامۂ ارادت سے اسطرح صفحۂ بیان پر تحریر کیا ہے کہ جبدم خورشید درخشان آسمان زمرد فام پہ طالع ہوا شاہزادہ دلپذیر دام کاکل محبوبہ کا اسیر مع وزیرزادہ خردمند دانش پذیر اور جوگن غم کی پیروگن شاہ صاحب کے حضور مین آیا اور بحسن اعتقاد آداب نیازمندانہ بجالایا دیکھکر اسکو فقیر صاحب نے فرمایا کہ بچہ آج بیوجہ کیون قدم رنجہ کیا دلپذیر نے عرض کیا شعر

اظہار احتیاج درانجا چہ حاجت است	جام جہان نماست ضمیر منیر دوست

شاہ صاحب نے جو عکس عزم رخصت دلپذیر کا آئینہ ضمیر مین منعکس پایا فرمایا کیا تمھاری طبیعت اب یہان سے بر داشتہ ہوئی ہم چاہتے ہین کہ چندے اور بھی قیام کرو اور فارغ دلی سے صبح عشرت کو شام کرو آئندہ اختیار ہی شاہزادہ نے ہاتھون کو بوسہ دے کے گو ہر بیان عزم اپنے کا اسطرح دُرِ گوش شاہ صاحب کیا کہ حضرت جیو سلامت فرد

کہ حال خستہ دلان را تو خوب میدانی	چہ احتیاج بہ پیش تو حال دل گفتن

اگرچہ آپ کے حضور حاضر رہنا باعث نجات عقبےٰ و موجب سعادت دنیا ایک روز آپ کے پاس کا رہنا بہتر از صد سالہ بودن در تقاہی یہان کا خار بہتر گل سے یہان کا خمار خوشتر مل سے قدمبوسی حضور سے جدا ہونا گویا زندگی سے ہاتھ دھونا اور تمام عمر رونا ہی مگر کیا کیجیے کہ نقاش ازل نے خامہ ارادہ سے نقش دوامی ایک جگہ رہنے کا کسی فرد بشر کے صفحہ پیشانی حال پر نہین لکھا ہی اور کار پردازان قضا و قدر نے لوح خاطر پر مقیم و مسافر یہ تحریر کیا ہی

رباعی

خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر	حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
میگفت گدا بودن کنعان خوشتر	یوسف کہ بملک مصر بادشاہی میکرد

مرغ تیز آہنگ دل کہ ایک زہرہ جبین کے شاخ عشق پہ ایک مدت آشیانہ بند اور چہچہہ پرواز رہا ہی اب یہان بھڑکتا ہی دانہ پانی سے ہاتھ اٹھاتا ہی اس مکان جنت نشان کو بمنزلۂ قفس کے جانتا ہی ہر چند سمجھاتا ہون نہین مانتا ہی اور غور کرتا ہون تو بیتابی و اضطراب اسکی حق بجانب پاتا ہون کیونکہ مدت ہوئی کہ

رباعی

کس رنگ سے اب آئے نظر روے چمن	نکلا ہون وطن سے صورت بوے چمن
ممکن نہین عود روح کا سوے بدن	مانند بدن وطن ہی میرا مین روح
ایضاً کس دن نظر آتی ہی بہار گلشن	کب دیکھیے ہوتا ہون دوچار گلشن
ستا ہیش از ین بارے مین خار گلشن	غربت نے کیا ہی خار صحرا مجھکو
لفیاً دیگا نہ غم فرقت جا دید مجھے	ہی فالق الاصباح سے امید مجھے

مانند سحر کرون گریبان صد چاک ‖ شاید نظر آجائے وہ خورشید مجھے

قطع نظر اسکے غزل

دل مین ساکن ہی خیال ایک بت بے پروا کا ‖ آشیانہ میرے ویرانہ مین ہی عنقا کا

کسلئے گیسو کے تصور مین ہی طوفان سرشک ‖ حلقۂ زلف ہی گرداب میرے دریا کا

شجر طور ہی قد اور ہی رخ شعلۂ طور ‖ دست دلدار مین عالم ہی ید بیضا کا

کیا جنون کم ہو میرا سنگ ملامت سے بھلا ‖ جو پٹے اینٹ وہ ایک داغ ہو سودا کا

باغبان اپنے گل و میوہ سے رکھ خاطر جمع ‖ مین تو مشتاق چمن مین ہون چمن آرا کا

ابھی مردن بھی جو ہی نرگس میگون کا خیال ‖ گنبد قبر مین ہی جوش خم مینا کا

فقیر روشن ضمیر نے جب یہ کہا کہ اب دل اسکا بیان مانند مرغ نوگرفتار گھبراتا ہی اور نہ پانی پیتا ہی نہ دانہ کھاتا ہی نہ پھولتا ہی نہ کچھ بولتا ہی اگر زیادہ روکون تو زندگی کے ہاتھ سے جاتا ہی بہ مجبوری فرمایا خیر اگر مرضی یون ہی تو بہتر مصرع صلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست + آج جائیگا یا کل عرض کیا غلام تو کل کل سے بیکل ہوگا درویش نے فرمایا بہت اچھا آج ہی رخصت کرتے ہین ہم تمکو یہ کہکر حجرہ مین آیا اور تبرکات ہاتھ مین لایا اور ارشاد کیا کہ اسکو لو یہ وقت بیوقت کام آویگا منجملہ اسکے ایک کشکول ہی کہ جسکا ہفت کشور کا مول ہی جس میوہ اور غذاے لطیف کی تمنا ہو اسمین ہاتھ ڈالو بفضل الٰہی وہی موجود ہو پاؤگے ایک سے لاکھ آدمی کو اگر کھلاؤگے نعماے الٰہی کم نہ پاؤگے سوا اسکے عصا کہ اسمین ایک اعجاز پیدا ہی دھوپ مین بیٹھو تو درخت تازہ و ترباور ہو جاے اور دریا مین ڈالو تو کشتی کے مانند شناور ہو جاے دوستون کے واسطے یار و مددگار دشمنون کے لیے اژدہاے خونخوار خواص اسکے بیان کرنا ریگ صحرا کاسہ مین بھرنا ہی کہنے سے کیا فائدہ وقت پر خود کام آئیگا ماسوا اسکے یہ ایک جام ہی کہ پانی اسکا ہمیشہ سرد رہتا ہی جام جم روبرو اسکے گرد رہتا ہی اگر اسکو بہ فلانی ترکیب سے دیکھوگے تو اسرار فلکیات و ارضی مثال تمثال آئینہ پیش نظر پاؤگے ایک بچھونا ہی کہ تخت سلیمان سامنے اسکے برباد یک لخت ہی جسوقت چاہو اسپر سوار ہو جدھر کا قصد کرو ادھر کو سیدھے جاؤ اور اس تعویذ کو بازو پہ باندھو حادثات زمانہ سے محفوظ رہو زخم تیغ کارگر نہوگا صاحب اسکا معرکۂ عدو سوز مین بے آب و جوہر نہوگا اور یہ اسماے الٰہی

دعوائم ہین مع ترکیب اُنکین سے جسکو چاہو عمل مین لاؤ اپنی اپنی تاثیر ظاہر کرینگے اور فلانے اسم کو اگر چالیس روز پڑہوگے تمام جہان کو تسخیر کروگے اور فلانے اسم کی ترکیب سے علم ریمیا سیمیا حاصل ہوگا اور فلانے اسم کو اگر چلہ مین پڑھوگے موکل علم کیمیا کا مطیع و فرمان پذیر ہو جائیگا اگر چاہو تمام جہان سونے چاندی کا بناؤ دھوکا نہ پاؤ ماسوا اسکے اور اعمال روشن ضمیری اور طلسم و شعبدہ بازی کے بھی عنایت کیے اور پریون کے سردار کو طلب کیا وہ حاضر ہوا فرمایا اُنکو جو کی یہ مانند نقش مثلث کے ٹھلا اور آپ شکل مربع کے ہو جاجیس ولایت مین یہ کہین بآرام تمام پہونچا اور ہمیشہ اُنکی خدمت مین مع اپنے تابعین کے حاضر رہو جو کہین بجا لا سر مو تفاوت نہ کرنا اور کا ہے ما ہے کل خیریت اُنکی سے ہمارے دماغ کو معطر کرتا رہنا خبردار ایسا نہو کہ تیرے لشکر سے کسی بنی نوع انسان کو اذیت پہونچے میدان وسیع و پاکیزہ مین چھاؤنی تجویز کرنا درجات اقاصی و ادانی شناسی مین خوب تمیز کرنا اور شاہزادہ جو حکم کرے منت بجان رکھکر بجا لانا یہ فہمایش کرکے دست دعا درگاہ کبریا مین دراز کیا اور یہ کلام زبان سے آغاز الٰہی نہال عمر اُنکا باغ جہان مین سحاب فضل و کرم تیرے سے سرسبز و شاداب ہو اور گلشن مراد اُنکا آبپاشی رحمت تیرے سے خرم و سیراب ہو غنچہ دل اُنکا گلستان گیتی مین جنبش نسیم عنایات سے خندان ہو اور خاربن وصعوبت کا خلش سے نوک بریدہ و دور از دامان ہو آمین یا رب العالمین بس بمجرد ارشاد ہدایت بنیاد لشکر پریون کا آمادہ و تیار ہو کر آیا اور شاہ صاحب نے شاہزادہ و وزیرزادہ و دو پریون کو تخت روان پر بٹھلایا اور فرمایا شعر

جدائی تیری کسکو منظور ہے
زمین سخت اور آسمان دور ہے

لازم ہے کہ ہمیشہ ہمکو یاد رکھنا اور خاطر کو ہر نوع فکر و غم سے آزاد رکھنا اور پہونچنے کی خبر دار الملک مقصد دلی مین پریزاد کی معرفت بھیجنا کہ یہ کہلکر پھر لوٹ جائیگا اور ہمارے دل نگران کو قرار آجائیگا اور کاروبار اپنا استرضاے الٰہی پر مقدم رکھنا اور اندیشہ عقبے ہر نہج مسلم رکھنا یہ کہکر اچھا خدا تمہارا حافظ و نگہبان سنتے ہی اس بات کے پریزادے کل کڑوڑ کر تخت روان ہوا پر اڑایا اور اتنا بلند کیا کہ نزدیک آسمان دنیا کے پہونچا یا لشکر پریون کا تخت پر سایہ افگن تھا گویا شاہزادہ سلیمان اور یہ لشکر جن تھا ہر ایک کا دل طرف منزل مقصد کے لگا تھا اور آپسمین چہچہہ قہقہہ رمز و کنایہ کا بازار سرگرم تھا جس جا پہ چاہتے اُتر آتے جس شے کی حاجت ہوتی کشکول سے نکال کر کھاتے ہر ایک ملک کی سیر کرتے

ہر گھاٹ کا پانی پیتے ہر دیس کا چلن رویہ دیکھتے بھالتے مگر شاہزادہ کا یہ حال تھا کہ ایکدم کا توقف بجا برابر ایک سال کے تھا آرے شعر

وعدۂ وصل چون شود نزدیک	آتش شوق تیز تر گردد

غرض اسی طرح مسافت جنگل و بیابان و صحرا و کوہستان آبادی ویرانی و بحر و بر قطع کر بعد عرصہ ہفتہ عشرہ کے سر حد قلمرو محبوبہ مہ جبین شاہزادی ماہ منیر مین پہونچے وہان کی آب و ہوا نے اور ہی رنگ دکھلایا خواطر منقبض کو مثل گل کھلایا نسیم گلزار اُس ولایت نے ہر موے زلف کو مثال زلف شمیم ختن کے معطر کیا اور نکہت رائحہ بخش صحرا نے دماغ کو رشک مشک اذفر کیا دلون کا تختہ خود بخود مانند خیابان خلد برین شگفتہ و خندان ہوا اور باغ پژمردہ مراد آبیاشی بر آمد تمنا سے سرسبز و ریان ہوا بازوے شوق شاہزادہ دلپذیر کے تمناے ہم آغوشی وصال جانان مین پھڑکنے لگے اور اوراق نہال آرزو اہتزاز ہواے مقصد قلبی سے کھڑکنے لگے اور جب ہوا کا جھونکا آتا بے اختیار زبان پہ لاتا بند مسدس

کس سے مین جا کے کہون درد کا اسرار اپنا	غم دل کسکو سناؤن کہ نہین یار اپنا
جا دکھاؤن مین کسے دیدۂ خونبار اپنا	جز خدا کوئی نہین مشفق و غمخوار اپنا
بس کہون اس سے مین احوال کو اپنے اظہار	کہ کرے عرض وہ جا کر کے صنم کے دربار

غرض جون جون آگے بڑھتا تھا دامن دل کو ہر دم شوق وصال کھینچتا تھا بیتابی کا قاصد رشتہ تمنا کو اور بھی اینچتا تھا اور یہ شعر ورد زبان تھا شعر

لیگئے تھے دل کو ہم اپنے بصد تدبیر کھینچ	پھر تیرے کوچہ مین لے آئی اُسے تقدیر کھینچ

القصہ رفتہ رفتہ نسیم افضال آلہی پیچیم قلم مراد دلی پہ چلی اور مثل گل موسم کے بیک تک کھلی دل کی کلی کلی یعنے باغ شاہزادی ماہ منیر کا نظر آیا اور دل کو جوش سر بسر آیا شاہزادہ جامہ مین پھولا نہ سمایا گلستان مہاجرت کو بیخ و بن سے افسردہ و پژمردہ پایا اشک دیدہ محنت دیدہ سے بہ نکلے لخت جگر تہ بتہ نکلے ہر بار ایک ایک کر دیکھنے لگا تیر نگاہ دمبدم پھینکنے لگا موج دریاے بیقراری جوش پہ آئی کشتی شکیبائی کی چار موجہ اضطرابی مین ڈوبائی داغ جگر ہرے ہوئے ہوش و حواس پرے ہوے چاہا کہ عنان اختیار قبضۂ اقتدار سے چھوڑ کر

تخت سے نیچے گرے پڑتے لیکن وزیرزادہ نے ہاتھ پکڑا کہ ای نیر برج سلطنت خرد سے کیون بیگانہ اور جنون سے یگانہ ہوتا ہی شہزادہ نے فرمایا الکدم چھوڑ دے رشتۂ تعلق کو توڑ دے کہ

غزل

جیب مین چاک در یار نظر آتا ہی	سینہ مین روزن دیوار نظر آتا ہی
دشت غربت مین نگہ اپنی جدھر جاتی ہی	وہی کوچہ وہی بازار نظر آتا ہی
تیغ قاتل تو کہان سنگ بھی لڑکون کو نہین	سر سودا زدہ بیکار نظر آتا ہی
شب فرقت سیہ خانہ بھی ہی ایسا تاریک	شمع دیکھون تو سیہ مار نظر آتا ہی

اور کبھی مانند مرغ حلق بریدہ پھڑ پھڑاتا اور دانہائے درونی کو دیکھکے بے اختیار زبان پر لاتا

ناسخ

پھر بہار آئی چمن مین زخم دل آلے ہوئے	پھر مرے داغ جنون آتش کے پرکالے ہوئے
کسطرح چھوڑون نکالیک اُسکی زلفون کا خیال	ایک مدت کے یہ دونون ناگ مین پالے ہوئے

القصہ جب قریب باغ کے پہونچے وقت شام کا نزدیک آیا شاہزادہ نے ایک گوشہ مین باغ کے تخت اُترا دیا مگر بیخود ہوش وحواس گم مثل تصویر حیران تھا اور کہتا **مثنوی**

ای خدا خواب ہی کہ بیداری	عالم مستی ہی کہ ہشیاری
زندگانی مین کب یہ تھی امید	شب بسر ہو نصیب روز سفید
تیری قدرت کے دل سے ہون قربان	زندگی تو نے دی دوبارہ یان
کوکب بخت ہی عروج پہ آج	نیر بخت ہی خروج پہ آج

غرض لحظہ لحظہ فوج بیقراری ملک صبر وشکیبائی پر یلغار کرکے مستعد تاخت وتاراج ہوتی لیکن استقلال ذاتی ہدایت فرماکر **شعر**

صبر کرا ید ل کہ صابر کے تئین	دوست رکھتا ہی گا رب العالمین

القصہ وزیرزادی زیب النسا نے کہا کہ آتش شعلہ زن اضطرابی وولولہ پہ آب تسلی چھڑکنا چاہیے اور مانند مرغ گرفتار کے زیادہ نہ بھڑکنا چاہیے عروۃ الوثقے استقلال پنجہ ہمت سے پکڑو اور دست وپائے بدحواسی وبیتابی کی زنجیر صبر وقرار سے جکڑو پاس شاہزادے کے

اول مجھے جانے دو احوال گذشتہ سنانے دو ایک قرینہ کے ساتھ جب اسکے ہوش ٹھکانے آئین تب مین تمکو ایک سلیقہ کے ساتھ لیجاؤنگی کیونکہ جاکر دیکھون مین کہ ماہ منیر کا شدت غم والم سے کیا رنگ ڈھنگ ہی ہوش وحواس بجا ہین یا عقل وجنون سے جنگ ہی اگر یکایک تم اسکے سامنے جاؤگے جھجھک کر مرجائیگی جی سے گذر جائیگی اور تم بھی اسکا ساتھ کروگے زندگی سے ہاتھ دھوؤگے بے اجل مروگے یہ کہکر وضو کیا اور دوگانہ شکر الٰہی ادا کرکے دعا مانگی اسمین سہ پہر رات کا گجر بجا اور خواصین اپنے اپنے عہدہ وکام سے فارغ ہوکر الگ جا کر بیٹھ رہین اور وزیرزادی پٹریون کی چھاؤن مین دبے پاؤن چلی اور نظر بچا کر بنگلہ کے ایک گوشہ مین کھڑی ہوئی دیکھا کہ تمام مکانات ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگئے ہین باغ مین بجائے مرغان خوش الحان اشیانے زاغ وزغن ہین ہر شجر پہ بوم شوم بول رہے ہین اداسی در ودیوار پہ چھا رہی ہی اور شاہزادی ماہ منیر کی صورت بدل گئی ہی دبلی لاغر ہوگئی ہی نہ رنگ چہرہ کا رہا ہی نہ بدن مین کپڑا اپنا ہی فقط سانس باقی ہی حیات اتفاقی ہی پلنگ بے بستر پہ لیٹی ہی دل کو بہلا رہی ہی رو رو کر یہ فقرہ سنا رہی ہی کہ ای دل زار اضطرابی بہت خوب نہین مشرب استقامت مین یہ بات محبوب نہین قریب ہی کہ شام ناکامی آخر آئے اور صبح امید چہرہ مراد دکھائے آج ہوا کا رنگ بدلا نظر آتا ہی ہر دم پیک سروش مژدہ سناتا ہی کہ موسم خزان آخر ہوچکا گل بہار امید کھلا چاہتا ہی یہ کہکر بیقراری سے گھبرا کر طرف آسمان کے دیکھتی ہی اور کہتی ہی کہ کیون ای بے مروت تشنہ خون بیگناہان کون سی تقصیر کی ہی تیری کہ جسکے عوض یہ تکلیف واذیت دے رہا ہی تو ارے ظالم شعر

جہان دو شخص بیٹھے مل کے یک جا — وہین سنگ جدائی تو نے پھینکا

افسوس خمسہ

ہی رضا تیری اگر موقوف میرے قتل پہ — مین بھی اپنی زندگی سے تنگ آئی ہون مگر

لوگ تجھکو کیا کہین مین ہی یہی خوف وخطر — جرم کچھ ٹھہرا کے قاتل پھر مجھے تو قتل کر

بیگناہی خوبی ثابت دوست اور دشمن پہ ہو

اگر ایسا ہی طوفان شہر آشوب ستم کا برپا کرنا تھا تو ہمارے ہی سر بار عشق دھرنا تھا زمانہ مین

اور کوئی نہ تھا ننگ وناموس کا پردہ پھاڑ ڈالا عشرت بیخ وبن سے اکھاڑا شاہزادہ کو یون گنوایا ہمکو تباہ کرکے یون ستایا وزیرزادی کہ مجھے وقت کی ساتھی تھی اسکو گھر سے نکال کر جوگن بنایا آتش فراق سے ہمارے دل کو کباب کیا جگر کو بیتاب کیا چشم کو پر آب دیدہ کو بیخواب کیا

مخمس

بہت ستایا تونے مجھے ای فلک ستایا ہی — مثال مہر فلک ہر جگہ پھرایا ہی
پتنگے کی طرح سے آگ مین جلایا ہی — مثال شمع کے سر کو میرے کٹایا ہی
جنون کا خوب سا عالم مجھے دکھایا ہی — برنگ آئینہ حیران ترنبایا ہی
ذلیل ہوکے تجھے خوب مین نے پہچانا — اور اگلی باتون مین بالکل تیرے خلل جانا

ای سیادگر اگر ایک مشت استخوان کو جلاکر خاک کیا تو نے تیرے ہاتھ کیا لگا بجز بال وپر کے تیرے صدمہ ستم اٹھانے کو ہمارا ہی جگر ہی یا کوئی اور بھی بداختر ہی نیش گردش تیری سے سینہ مثال زنبور ہی اور تبخالہ دل سوزش دردی سے رنگ خوشہ انگور جگر داغون سے معمور ہی رشک شجر طور ہی آئینہ دل سنگ صعوبت سے چورچور ہی روز روشن اگرچہ پرنور مگر اپنی سیہ بختی کے روبرو مانند شب دیجور ہی صبح عشرت نظر سے کافور ہی یہ بات تیرے انصاف سے دور ہی خار وحشت سے گریبان دل گل نمط چاک چاک ہی مرتے ہین ہم کوئی دم مین جھگڑا پاک ہی

غزل

داغ پر داغ دل زار پہ کھایا ہمنے — خانۂ باغ مین یہ لالہ لگایا ہمنے
طوف کعبہ سے نہ حاصل ہوا گردش کے سوا — دل کو ناچار صنم خانہ بنایا ہمنے
سو رہا چین سے ایسا کہ نہ جاگا تاحشر — اپنا افسانہ جو محبوب کو سنایا ہمنے
رات دن دھیان مین اُس زلف سیہ کے ہمدم — اپنی چھاتی پہ سیہ مار سلایا ہمنے
عشق مین چاہ زنخدان بتان کے تا کب — دل نادان کو ہر ایک چاہ جھکایا ہمنے

باد صبا سے جو کبھی پیغام کہتی تھی وہ بھی ہوا ہوگئی نہ معلوم اسکو کہان برباد کیا تونے

غزل

قاصد سے تسلی تھی دل بیقرار کی — رنجش ہی اس سے خاطر نازک مین یار کی
یان رونق خزان سے بتر سیر گل ہی آہ — منظور سیر ہی جو دل داغدار کی

پھوٹین گے آبلے میرے پانوؤن کے اکیدن
گر تیز یون ہی دشت مین ہر نوک خار کی

ایسی ہی گر ہی ٹکٹکی اُسکی طرف تو بس
کوئی دم مین جان ہوگی ہوا انتظار کی

سیراب دیکھہ میرے دل داغدار کو
آراستگی چمن مین ہوگی ہوا انتظار کی

صفحہ ہستی پہ ہمارا نقش قلم درد سے نہ کھینچا ہوتا تو کیا ہوتا اور اگر ایسا ہی منظور رکھا تو داغ غم جگر پہ رکھنا کیا ضرور تھا شعر

یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا
یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

خاکساری کے لیے گو تھا بنایا مجکو
کاش خاک در جانانہ بنایا ہوتا

ہاے سچ ہے ناسخ

مے عشرت سے کوئی جام جو بھر لیتا ہی
آسمان اُسکا وہین کاسۂ سر لیتا ہی

غیر کا کچھہ نہ چلے گر ہو دشمن اپنا
چوب دستہ کو شجر ہی سے تبر لیتا ہی

مول لیتے ہون کبوتر جو لیے نامہ بری
بیچنے والا وہین بال کتر لیتا ہی

پھر گیا ہی کوئی اُلٹا اُدھر آتے آتے
سانس اُلٹی دل بیتاب ادھر لیتا ہی

اگر یہی حالت زار ہی تو غزل

جینا ہمین اصلا نظر اپنا نہین آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہین آتا

کیا جانئے اُسے وہم ہی کیا میری طرف سے
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا

کسدم نہین ہوتا قلق ہجر ہی مجکو
کسوقت میرا مُنہہ کو کلیجہ نہین آتا

ہم روتے پہ آجائین تو دریا ہی بہائین
شبنم کی طرح سے ہمین رونا نہین آتا

آتا ہی تو آجا کہ کوئی دم کی ہی فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہی دم یا نہین آتا

اور کبھی جو دریاے غم جوش پہ آتا ہی کشتی شادی ڈوبا تا ہی جگر کھاتے ہی زبان پر لاتی ہی

اشعار

نہین معلوم کیا اس سینۂ سوزان مین جلتا ہی
دھوان نوک زبان سے بات کہنے مین نکلتا ہی

ادا تو لیگئی دل کو پہ اُسکا ناز ای ہمدم
بغیر از جی لیے کافر مری چھاتی سے ٹلتا ہی

اثر نے آہ مین ہر چند بے تاثیر نالہ ہین
پہ اتنا ہی کہ ان دونون سے میرا دل بہلتا ہی

خیال پنجۂ مژگان مین یہ احوال دل کا ہی — کہ جیسے صید کو شاہین کا چنگل مسلتا ہی

ای میرے مالک کب تک مجھے ایسا زار و نزار رکھیگا اور دوش دل نازپروردہ پہ سنگ مہاجرت کا بار رکھیگا کب فضل و کرم تیرا شامل حال ہوگا کہ افق مراد پہ تابان وہ بدر کمال ہوگا کوکب بخت عروج پہ آئیگا اگر وہ شکل درخشندہ دکھلائیگا صورت زیب النسا کی کب دیکھونگی گرمی جمال اُسکے سے چشم آب رسیدہ سینکونگی جنون کو خیرباد بولونگی کاسۂ دماغ مین قند عقل کو گھولونگی رنگ رخ ریختہ جب قائم ہوگا وصال محبوب جو نصیب دائم ہوگا الٰہی خیر ہو آج آنکھ پھڑکتی ہی تلوا کھجلاتا ہی شگون نیک نظر آتا ہی

مخمس

لو بدلے کے جو باد سحر نہ آویگی — امید واروں کی امید بر نہ آویگی
ہماری زندگی ہمکو نظر نہ آویگی — کہ اُنکے آنے کی جب تک خبر نہ آویگی
رہیگا آنکھوں مین دم موت گر نہ آویگی

خزان رسیدہ ہجران یار ہین وا اسد — فسردگی سے ہوئی غنچہ سے دل کو راہ
ہزاران فصل بہاران ہو لاکھ ابر سیاہ — شگفتہ ہونگے نہ ہم مثل گل کے جب تک آہ
نسیم کوچۂ جانان ادھر نہ آویگی

تمھارے شکر مین کیونکر نہون لب ہجران — کہ دمبدم ہی ترقی پہ منصب ہجران
ہمیشہ برج شرف مین ہی کوکب ہجران — کہے ہی مجھسے یہ طولانی شب ہجران
کہ جیسے جاؤگے تم پھر سحر نہ آویگی

ترے لیے یہ کوئی گرم آہین بھرتا ہی — کہ حلق خشک سے پانی نہین اُترتا ہی
زبان تڑپتی ہی فرقت سے ہاے کرتا ہی — جلایا جایئے چل کر اُسے جو مرتا ہی
یہ جی مین کیا ترے ای فتنہ گر نہ آویگی

سمائین دل مین ستمہاے گلرخان تو کہین — کہے فشار جگر کو غم بتان تو کہین
لہو کے شطّ رگ مژگان سے ہو روان ہو کہین — جو آئے رونے پہ یہ چشم خونفشان تو کہین
جھڑی نظر تری ای ابر تر نہ آویگی

ناحق اگر ہوا ہے تو حائل	ہین نہ کیا کیا ستم کے ہم حامل

زلف پریشانی کی داستان طولانی کہون یا شب دیجور مفارقت کا قصہ بیان کرون داغ جگر
دکھاؤن یا واقعۂ غم سناؤن سنکر یہ باتین وزیر زادی گل خط کھل کھلا کر ہنس پڑی کہ اے شہزادی
مین زیب النسا ہون تجھ ہی نے نکالی بلا خیر سے آئی ہون شہزادہ کو ڈھونڈھ لائی ہون دریا کے
غربت مین ایک مدت غوطہ لگایا تب یہ در بے بہا ہاتھ آیا پائے طلب خار صحرا کو سپار کے
افگار کیا تب اس گل کو زیب دستار کیا اقسام محنت و مشقت اٹھائی تب وہ صورت مطلوبہ
دیکھ پائی تو اب گریبان دل چاک نہ کر دیوانون کی طرح سر پہ خاک نہ کر سنکر یہ بات شہزادی
کو یقین نہ آیا روشنی شمع مین جب دیکھا تو سچ مچ زیب النسا کو پایا دوڑکر چمٹ گئی گلے سے
لپٹ گئی ماتم مین آنکھ چشم سے اشک کی جھڑی برسا گئی دیر تک بیہوش رہی شراب حیرت
سے مدہوش رہی جب اسکو افاقہ آیا اسکو گلے لگایا کہ اری سچ کہو تو زیب النسا ہے یا مرے
بہکانے کو آئی بلا ہے عرض کیا جو کچھ سمجھو سو ہون مگر درحقیقت زیب النسا ہون یہ شور و غل
خواصون کے کان پڑا ہر ایک دوڑی آئی شہزادہ اسنے اسکو گلے لگایا داغ جدائی دل سے
چھڑایا اور ہر چند گریہ کو ضبط کیا مگر ممکن نہوا ایک دریا بہایا گرد پیش اسکے حلقہ باندھا مثل
ہالہ اسکو گھیر لیا تمام باغ مین شور و شر مچ گیا جسنے سنا دوڑی آئی بے تحاشا عجب حشر تھا
کہ باغ سیلاب اشک شادی سے بہ جاتا مگر چونکہ زمین خشک تھی پی گئی اور سیراب ہوئی ایک کہرام
مچا کہ کان پڑی بات سنائی نہ دیتی تھی کوئی اسکی بلائین لیتی جان دیتی کسی نے چھاتی سے لگایا
کہ اللہ نے ملایا یہ دن دکھایا اری بیوی مبارک ہو زیب النسا آئی خدا کرے یہ مصیبت خدا نہ
کسی کو [illegible] نہ دکھلائے کسی نے کہا بوا خوب ہوا تم آئین تشریف لائین کہا یہ فضل و کرم اللہ
کا ہے مین تو ایک گندی ناچیز تھی لیکن اسکے نزدیک عزیز تھی کسی نے اسکے سر سے سونا چاندی
اتار کسی نے مشکلکشا کا دونا مانا کسی نے شاہ عبدالحق کا توشہ دل مین ٹھانا کسی نے کہا مین
مسجد کا طاق بھرونگی کسی نے کہا مین بی بی کا کونڈا کرونگی کسی نے کہا مین پیر دیدار کے چیلون پکاؤنگی
معصومون کو کھلاؤنگی الغرض عرصہ دراز تک ایسا شور و غل رہا کہ باغ سر پہ اٹھا لیا پھر
آخر خار حسرت جگر سے نکلا اور گل عشرت دل مین شگفتہ کیا فرط خوشی سے ہر ایک آنکھون سے

چار چار چاند نظر آنے لگے دل پہلو مین پھول کر نہ سمانے لگے جب وہ شور فرو ہوا ہر ایک نے شاہزادہ دلپذیر کا حال پوچھا کہا بیبیو فلانے گوشہ باغ مین بیٹھا ہی شاہزادی کا دل ذرا ٹھکانے آجائے تب اُسکو کوئی بولا لائے اور اُسکے ساتھ ایک بند ہوا اور بھی چھوڑا ایا ہی وہ بھی آیا ہی اچھی گھڑی جدا ہوئی تھی کہ جیسے ہی پیٹھ پھیری ویسے ہی مُنھ دکھایا اب ملکہ صاحبہ خیر سے آرام کیجیے صبحدم آغوش تمنا مین دلارام لیجیے شاہزادی سے دل کہ پہلو مین مثل مرغ بسمل تڑپ رہا تھا قرار نہو سکا بے اختیار بول اُٹھی قفل سکوت کلید تکلم سے کھول اُٹھی اری زیب النسا بس اب زیادہ چوچلے نہ کر سینہ پر غم کی سل نہ دھر اُسکو جلد بلا آوہ چاند سی صورت دکھلا دل بیقرار کو تسلی آجائے روشنی چشم انتظار کو آجائے

مثنوی

دل کو تسکین ہوویگی اسدم	بر مین اپنے جو آئیگا وہ صنم
دل کو اسدم قرار آئیگا	سامنے جب وہ یار آئیگا

غرض جب وہ ہنگامہ موقوف ہوا اور ہر متنفس بزم آرائی مین مصروف ہوا وزیرزادی بولی لو شاہزادی مین جاتی ہون اُس مردوے کو لیے آتی ہون لیکن اُسکے ہمراہ ایک اور ہی جائے غور ہی آپ حجاب کرینگی یا پردہ شرم سر سے اُتار دھرینگی کیونکہ وہ مرد بیگانہ ہی نہ آشنا ہی نہ یگانہ ہی ماہ منیر ہنس پڑی مُنھ سے پھول جھڑ پڑے کہ اری کٹنی مین اُس سے کیون نہ حجاب کرونگی حیا کی مُنھ پہ نقاب کرونگی معلوم ہوا کہ یہ شکار تو نے کیا ہی عشق اُسکے مین جی دیا ہی اجتک اُسکا مُنھ نہ دیکھا ہی اسلیے دل کو یہ کھٹکا ہی تیری جان اُسیر آئی ہی اسواسطے یہ بات منھ پہ لائی ہی تجھے بھی ہو مبارک و سلامت کہ ہمنے تنہا سر پہ اُٹھائی یہ ملامت زیب النسا کھل کھلا ہنسی کہ ہان بی بی صاحبہ

سچ ہی مومن

مین ہی تو کہین رات کو بیدار رہی ہون	مین ہی تو ہم آغوش طلبگار رہی ہون
مین ہی تو مے سحر سے سرشار رہی ہون	مین ہی تو کف غیر سے میخوار رہی ہون
ملک ہوس تازہ خریدار رہی ہون	لذت دہ اوباش سرکار رہی ہون
یہ مستیان کس کی ہین آنکھون سے عیان ہین	میرے ہی ہونٹون پہ دانتون کے نشان ہین
کیون لوگ لگے آپ پہ بہتان اٹھانے	یہ بات تم اُس سے کہو جو بات کو مانے

مین نے تمھین جیسا کوئی مانے کہ نہ مانے — سب عذر ہین [illegible] بیہودہ بہانے
یہ خیر ہے جو مجھسے لگی باتین بنانے — معلوم ہین جتنے ہین تمھارے سارے ٹھکانے
گر کہیے تو ایک ایک کا مین نام بتا دون — پھر پردۂ ناموس بھی چاک کرا دون

یہ بات تو ہے آپ کی گفتار سے ظاہر — یہ حال ہوا آپ کی رفتار سے ظاہر
اقرار ہے صاف آپ کے انکار سے ظاہر — ہے مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر
عالم ہے خزان کا گل رخسار سے ظاہر — ہے طور نیا آپ کے اطوار سے ظاہر
یہ شکل بگاڑی ہے بس اب منھ نہ دکھاؤ — آئینہ دکھا دے تجھکو صورت نہ دکھاؤ

ماہ منیر نے کہا اری شتاحہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیکر سٹھی گستاخ و بے ادب منھ پھٹ ہوگئی ہے تو زیادہ نخرے نہ جتا جا اسے لے آ حسب الارشاد جہان شاہزادہ اور وزیرزادہ چشم براہ گوش برآواز بیٹھا تھا وزیرزادی وہان آئی یہ فقرہ زبان پہ لائی چلو میان صاحب کوئی تمکو یاد کرے ہے دل ناشاد کو شاد کرے ہے شاہزادہ نے کہا مین ہی تنہا چلون یا خردمند کو بھی ساتھ لون بولی اجی آپ کو اپنے کام سے سروکار ہے یا جہان کے غم کا سر پر بار ہے آپ پہ تو ماہ منیر فدا ہے اس نگوڑے کا وہان کون ولی ہے ایسے تو لاکھون گلی کوچہ مارے پھرتے ہین انکی طرف کوئی منھ بھی نہین کرتے ہین وزیرزادہ بولا ہان بی بی سچ ہے آپکو اپنی پڑی ہے سچ ہے اب ہمین کاہیکو پوچھوگی کام نکل گیا مطلب دلی بر آیا مگر جان لو کہ تنہائی کے ہم ہی یار ہین غمخوار و وفادار ہین تسلی بخش دل بیقرار ہین غرض وزیرزادی نے وزیرزادہ کو تسلی و تشفی دی کہ خاطر جمع رکھ ایک ساعت توقف کر تجکو بھی بلا لینگے تنہا نہ چھوڑینگے یہ کہا اور شاہزادہ کو لیچلی دل اسکا دھڑکتا ہوا بازو پھڑکتا ہوا چلا اور کہا شعر

بام پہ آوے اگر وہ ماہ پارہ رات کو — ہووے چشمک زن فلک پہ ہر ستارہ رات کو

وزیرزادی ہنسکر بولی شعر

دیکھیے کسکی ملاقات کی پہلی شب ہے — آج کچھ اور ہی چشمک زنی کوکب ہے

شاہزادہ ایک انداز سے آہستہ آہستہ خرامان تھا اور ادھر شاہزادی کو بیقراری تھی اور زبان پہ یہ خمسہ روان تھا خمسہ

شب وعدہ پہ ہی لقا کی ہر
منھ مین تاخیر بس ہوا کی ہر

دھوم آفاق مین گھٹا کی ہر
آمد آمد جو اُس بلا کی ہر

مہربانی سی کچھ خدا کی ہر

تجھکو شیرین ہر کوہ کن شیرین
جسکے بوسے سے ہر دہن شیرین

مجکو ہیرا وہ سیمتن شیرین
لب سے نکلے نہ کیون سخن شیرین

منھ مین اُسکے زبان رہا کی ہر

اور کبھی مسکرا کہتی **شعر**

وصل کی شب شامیانہ گھر مین تانا چاہیے
اپنی عشرت چشم گردون سے چھپانا چاہیے

القصہ جسدم شاہزادے چشم شاہزادی ماہ منیر کی دوچار ہوئی کرسی سے بیہوش ہو کر گر پڑی اور بے اختیار لپٹ گئی اور دونون طرف سے ہچکی سسکی بندھ گئی مثل مرغ بسمل تڑپتی تھی اور آنکھون سے فوارہ مثال گوہر آبدار کے جارے تھے واہ **شعر**

کہون کیا حسن نے جلوہ دکھایا
ادھر اسکو ادھر اُسکو غش آیا

اسطرح بلک بلک کر دونون روتے تھے کہ حاضرین جان کھوئے تھے قلق و رقت و درد و الم و رنج و غم و مصیبت کا ایک باران برس رہا تھا در و دیوار پہ سناٹے کا عالم تھا بیہوش پڑا تحفا جو کوئی صحیح و سالم تھا بنگلہ نہ تھا گویا ماتم خانہ تھا یا نقاش ازل نے مرقع تصویرات غم زدون سے بنایا تھا اور ہر ایک کے منھ کو آئینہ حیرت دکھایا تھا مگر چونکہ دونون ضعیف دلا غر تھے وزیرزادی نے طوعاً کرہاً الگ کیے لیکن دونون آنکھین نیچی کیے ہوئے مثل تصویر خاموش اور اشک خونین دریائے چشم سے بسر جوش گویا ابر سیاہ اُمڈا تھا ساون بھادون کی اگر جھڑان اُسکو دیکھ پاتی برسون روتے تک منھ نہ دیکھاتی ماہتاب اُنکے حال غمگین دیکھکر ایک جگہ کھڑا ہو رہا چرخ گردش سے تھم گیا ایک ہی جگہ جم گیا ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ مین دیدہ خالی کر کر غرفۂ افلاک سے جھانک رہا تھا خورشید تاب غم کے دیکھنے کی نہ لا سکا تحت الثریٰ مین جا کر خاک قلق کی پھانک رہا تھا غم زمانہ موجود نام و نشان عشرت نیست و نابود گویا مضمون اس شعر کا عیان تھا **شعر**

من از حیرت وے از غیرت نہ ایما و نہ تقریرے	نہان ماندہ کہ ہم ہم ست تصویرے بہ تصویرے
کسی سے کچھ تکلم اور نہ تقریر	ہر ایک حیرت زدہ مانند تصویر
اُداسی سب کے دل مین بھر گئی جوش	مشوش مضطرب بیٹھے تھے خاموش

وزیرزادی نے جب دیکھا کہ یہ دونون مفارقت کشیدہ رنج دیدہ خار غم بجگر خلیدہ رنگ رخ پریدہ سرشک از چشم چکیدہ درد خریدہ حادثات فلک رسیدہ لب گزیدہ گریبان دریدہ ضعف و ناتوانی سے نیم جان ہین مبادا فرط گریہ و زاری سے زیادہ بیتاب ہو کر ہم آغوش لیلا مجنون کے ہو جائین اور گوہر حیات مستعار مفت ہاتھ سے نہ کھو جائین ہنسکر بولی ملکہ صاحبہ اب اس سے زیادہ غم کرنا ناحق مرنا ہے درد و رنج دیرینہ فراموش کرو شاہد تمنا سے خاطر کو ہم آغوش کرو ترانہ وصل دایمی زبان سے گاؤ خوشی مناؤ مین شاہزادہ کو اسلیے لائی ہون کہ وہ تجکو تو اسکو دیکھکر جیسے شربت توامات جام حصول مراد دل مین پیئے نہ یہ کہ مر مرادا ایک جہان کو تباہ کرو اب خداوند یہ آفت نہ دکھائے اور ایام مفارقت پیش نہ لائے بار غم دوش سے اُتارو کوس وصل کا ڈنکا مارو میوہ نورس مواصلت سے ذائقہ حیات شیرین کام کرو بزم عیش و عشرت ہمیشہ ہمیشہ موجود و مہیا سامان و سرانجام کرو کیونکہ یہ ضعیف ہین نحیف ہین کہین فرط غم و الم سے طائر روح قفس عنصری سے پرواز نہ کر جائے کہ پھر دینے کے لینے پڑین اور سامان عشرت بگڑ جائین ع خدا نہ دکھائے نہ پھر تکو دن یہ ساری عمر غرض بمشکل تمام ہر ایک کو رونے دھونے سے قرار کیا اور پھر دونون کو باہم ملا کر مے فرحت سے سرشار کیا غنچہ خاطر باد تکلم سے شگفتہ و خندان ہوئے بازار محبت قدیمی گرم ہوا دل کہ صدمہ مہاجرت سے سنگین تھا مثل موم نرم ہوا تمام خواصون نے باری باری مجرا و سلام کیا شاہزادہ نے ہر ایک کا حال پوچھا جواب دیا موج عشرت طغیانی پر آئی فوج درد و غم بے سر و سامان بھاگی طنبور شادی و خرمی کا بجنے لگا نقارہ مسرت کا مانند رعد گرجنے لگا تو دونون کے دل سنگین شادمان خاطر اندوہگین ہوئی باغ مین پھر وہی چہل پہل مچی عیش رفتہ آکر موجود ہوئی شبستان دل مین شمع مراد روشن ہوئی بزم مسرت رشک گلشن ہوئی ایام مصیبت خواب نظر آنے لگے پیادہ مفارقت معزول ہو کر سوے منزل عدم جانے لگے دل شاد ہوئے لشکر غم برباد ہوئے شادی و سرور و خوشی نصیب ہوئی

کنار تمنا مین بصورت رعنائے حبیب ہوئی عندلیب دل شاخ گلبن مواصلت پہ چہچہہ پرداز و ترنم سنج تھا اور سلطان بہجت و فرحت گوش بر آواز تھا

غزل

بلبل کو خار خار گلستان ہر اندنون	ہر طفل کے بغل مین گلستان ہر اندنون
آباد میرا خانۂ ویران ہر اندنون	سیلاب مجھ غریب کا مہمان ہر اندنون
دامن ہر اپنے ہاتھ مین ایک رشک ماہ کا	پیش نظر ہلال گریبان ہر اندنون
باغ جہان مین جو ہر گرفتار ہر پڑا	آزاد ایک سرو گلستان ہر اندنون
ہنگامہ حسن وعشق کا ہر گرم آج رات	دیوانہ پری ہر جو انسان ہر اندنون
قد سرو چہرہ گل ہر تو سنبل ہر زلف یار	گھر خانہ باغ ہر جو وہ مہمان ہر اندنون
صدقے چکور ہوتے ہین رخسار یار پہ	وہ ماہ چار دہ مہ تابان ہر اندنون
دیتا ہر سیر باغ کو وہ گوہر مراد	پھیلا ہر گل کے پاس جو دامان ہر اندنون
جوہر شناس جمع ہین آتش ہر معرکہ	شمشیر ہر وہی کہ جو عریان ہر اندنون

ابیات

بادۂ احمر پلا اے ساقی سیمین بدن	ہوکے تا مخمور مین جا کر کرون سیر چمن
ماہرو ایک اور مجکو دانپہ آجائے نظر	ساتھ لے کر آؤن اسکو بزم مین باکر وفر
حال دل اپنا سناؤن بعد ازان یار و تمام	پھر کرون تدبیر وہ جس سے بر آئے دل کا کام

ملاقات کرنا وزیرزادہ کا شاہزادی سے اور باہم بازار عشرت کا گرم کرنا اور پھر آپسمین رخصت کے ہو نکلی تجویز کرنا

گلگشت کنندگان بوستان الفت تماشا بینندگان گلستان مودت نے نظارہ چمنستان اس داستان سے رنگ و بوے مراد کی حاصل کرکے گلہائے تقریر کو دامن حال مین اس نمط بھرا ہے کہ اتفاقاً بعد کچھ عرصے کے ایک نازنین زہرہ جبین بہار چاندنی کی دیکھتی ہوئی مثال سرو خرامان اسطرف جا نکلی کہ جس جا وزیرزادہ بجادہ انتظار افتادہ عنان ہوش از دست دادہ مانند نرگس شہلا چشم نگران

دیدہ حیران بیٹھا تھا دیکھکر اُسکو جھجک گئی اور اُلٹ کر پوچھا کہ ای عزیز کون ہی تو شعر

پری ہی کہ جن ہی کہ سایہ ہی تو
پرستان سے کیونکر آیا ہی تو

خردمند زبان سے کچھ نہ بولا مگر قند مکرر اس غزل کا جام تکلم مین گھولا غزل

دل مین پوشیدہ تپ عشق تپان رکھتے ہین
آگ ہم سنگ کے مانند نہان رکھتے ہین

بزم جانان مین کبھی بات نہ نکلے منھہ سے
کہنے کو شمع کے مانند زبان رکھتے ہین

ایک مدت سے تمنا ہی قدمبوسی کی
سر ٹپکتا ہون صنم پانؤن جہان رکھتے ہین

ہوگیا زرد پڑی جب سے حسینون پہ نظر
یہ عجب گل ہین کہ تاثیر خزان رکھتے ہین

اُس نازنین کو سنکر یہ کلام سوز انگیز اور بھی تعجب ہوا کہ الٰہی یہ کون دوسرا سبب پیدا ہوا قیافہ سے معلوم کیا کہ مقرر یہ کوئی امیرزادہ ہی اور شاہزادہ کی طرح خانہ برباد دادہ اور اُسکے ہمراہ آیا ہی اور کسی کا عشق اُسکو یہان لایا ہی بولی ای عزیز تیرے کلام سوز التیام تیر سے جگر پھٹتا ہی اور دل ہاتھ سے چھٹتا ہی معلوم ہوا کہ تیر خدنگ مژہ کسی صیاد مشکین مو کا تا سوفار جگر کے پار ہی اور پای طلب مین خلیدہ محبت کا خار ہی مگر سچ کہو شعر

راستی موجب رضاے خدا است ۔ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

کون ہی تو - وزیرزادہ ہنسکر بولا مصرع چشم بیمار کا سب کہتے ہین بیمار مجھے * سنکر اس کلام کو وہ سادہ دل پس پا لوٹ کر پاس شاہزادی کی آئی اور زبان پہ لائی ملکہ صاحب مبارک باغ مین ایک اور گل تازہ شگفتہ ہوا کہ ایک شخص دوسرا گوشہ مین کسی ماہرو کے خنجر آبرو کا جگر پہ زخم کھاے ہوے بیٹھا ہی اور یاد گیسوے معنبرین ایک زہرہ جبین پیچ و تاب مین مثل مار سیہ کے اینٹھتا ہی ہندوی چشم کا بیمار ہی شربت دیدار کا طلبگار ہی آتش آہ دردمندی سے باغ جلاتا ہی چاندی صورت خاک مین ملاتا ہی جب اس سے کہو کہ کون ہی تو رو رو کر زبان پہ لاتا ہی شعر

جلوۂ حسن کسی کا یہ پھرا آنکھون مین ۔ ہر دم دیدہ پر آب تنگ ہی جا آنکھون مین
پوچھتے کیا ہو کہ کیون ہین تری آنکھین پرنم ۔ بادۂ خون جگر کا ہی نشا آنکھون مین

ایضاً

نہ میرے زخم دل کو سوختن نامہ سے تسکین ہی ۔ الٰہی مہربان اسیر کسی کی زلف مشکین ہو
نہ خواب آئے شب فرقت مین جز خواب عدم مجھکو ۔ کہانی کے عوض اک قصہ خوان الوزن دربسین ہو

سنکر یہ بات شاہزادی نے دلپذیر سے پوچھا کہ یہ شخص آپ ہی کے ہمراہ ہی اور کسکی الفت مین اسکی حالت تباہ شاہزادہ نے مسکرا کر اشارہ کیا وزیرزادی کی طرف کہ اس سے اسکے احوال کو پوچھیے ہمین معلوم نہین کہ کون ہی مگر اتنا جانتی ہین کہ مرغ دل اسکا کسی کے دام گیسو مین گرفتار ہی اور کسی گلرخ کے عشق مین مثل بلبل زار و نزار ہی چشم کا بیمار کا بیمار ہی طبیب دل فریب کا طلبگار ہی جگر مثل لالہ داغدار ہی منظور نظر اسکا بڑا شوخ و ناآشنا مزاج عیار و طرار ہی باوجودیکہ حالت تباہ اسکی سے خبردار ہی مگر خیال تسلی و پرسش حال سے بھی بیگانہ وار ہی درگاہ خدا مین البتہ وہ گناہگار ہی عذاب کے سزاوار ہی احوال اسکا یہ تھا کہ بیان کیا اسنے ظاہر ہی پوشیدہ داستان کیا عاقل کو ایک نکتہ کافی ہی سراپا حال کہنا ناانصافی ہی وہ بھی وزیرزادہ ہی کو آپ چاہ غم مین افتادہ ہی شاہزادی مثل گل کھل کھلا کر ہنس پڑی زیب النسا سے کہنے لگی او شتابہ محبہ دلالہ کٹنی شعر

الگ ہمسے یون رہنا اور چھوٹنا ۔ یہ اوپر کے اوپر مزے لوٹنا

تو تو سمجھ کے طعن و تشنیع کرتی تھی اپنے سر پہ بلا کیون دھرتی تھی وہ یہی مثل ہوئی لو مرتیا اور کو
نصیحت تہا سے اب تازی کے پاس جائے وہ اگلی باتین از قبیل عصمت بی بی از بے چادری
تھین نا چلو خوب ہوا کہ تیری آتش خواہش بھی سینہ مین مشتعل نہ رہی آب طلب سے بجھ ہی گئی
میان ساتھ اسکو کیون نہ لائی الگ ہی محبت جتائی کیا یہ دشمن تھے کہ انکو دیکھ نہ سکتے
چھپی یاری مین عیب ہر گو کسی پہ ظاہر نہو خدا عالم الغیب ہے وہ پارسائی کدھر گئی معلوم ہوا
کہ خواب مین اسی کو دیکھا تھا شاہزادہ کے ڈھونڈھنے کا بہانہ تھا اسی کی تلاش مین جوگن
کا لباس سر پہ لیا غرض جب شور و غل بلند ہوا آگاہ ہر ایک نادان و دانشمند ہوا سب نے
متفق ہو کر زیب النسا سے کہا لو صاحبہ مبارک ہو ایک باغ مین دو گل کھلے ہم تو ایسا آپ کو
نہ سمجھتے تھے اور واقعی تم ایسی نہو گی یہ کسی دشمن نے اڑایا ہوگا شہزادے کو بھڑکایا ہوگا تم بڑی
حیا و شرم والی ہو بے پردگی کے پردہ مین نہ آئی ہو وہ بیچارہ کہین راہ مین بھٹکتا ہوا مل گیا ہوگا
آپنے وسعت مشرب پہ رحم دلی سے خدا ترسی کر کے ساتھ کر لیا ہوگا کہ سفر مین ایک سے دو بھلے
ہوتے ہین اکیلے رونا ہنسنا بھی اچھا نہین ہوتا ہے والا آپ کہان اور یہ بات کہان وہ بہتا دی ہے
ہر طرف سے بوچھار طعن و کنایہ کی جو ہوئی کھسیانی ہوئی دیوانی ہوئی جل بھن کر کہنے لگی سنو بی بیو
اونچے سے اپنے تک یہ باتین ایسی ہوتے سولتون سے کہو میرے منہ کی بھی سُن لو کہ آدمی جیسا آپ
ہوتا ہے دوسرے کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے واہ واہ شاہزادی صاحبہ تم بڑی راست گو ہو مین ہی تو
بیقرار تھی مین ہی تو ناشکیبا تھی مری ہی آہون کا آسمان دھوان ہے میری ہی برگشتگی بخت سے
ہر ستارہ گردان ہے **مومن**

مین ہی تو رہی ہون کہین شب کو خوش و خرم میری ہی نظر سے ہے عیان نیند کا عالم	مین ہی تو غیر سے بادہ کشی باہم آتی ہے جمائی یہ جمائی مجھے ہر دم
میری ہی تو آنکھون مین غضب نیند بھری ہے	میری ہی جبین ہے جو یہ تکیے پہ دھری ہے

صاحبہ ذرا چشم خمار آلودہ کھولیے سر اٹھائے زبان سے راست راست بولیے دیکھیے یہ کون
جو سامنے بیٹھا ہے جس کی ڈاڑھی مین تنکا قصور معاف آپ تو ایک مرد بیگانہ کے ساتھ دیدہ و دانستہ
ہم آغوش ہون اور دن پر بہتان باندھ کر پھر خوش ہون جالا جہ گذشتہ پہ غور کیجیے

اکر ایام مفارقت مین کیا حال تھا جینا وبال تھا موت کا ہر دم خیال تھا خلوت مین گرم اختلاطی کا نمک
چکھا تھا نعماے الوان خوان زمانہ سے بدمزہ و ناگوار تھین جب وہ نعمت گم شدہ ہاتھ آئی دل نے
لذت اٹھائی اپنی بلا اور یہ دھری امیدوار انصاف ہون اور ای قلما یتو کیا ہرزہ درائی و تراشخائی
کرتی ہو تم اپنی خبر لو فلانی فلانی جگہ یاد کرو میرا منھ نہ کھلواؤ مجکو نہ بلاؤ اگر ایک ایک کا حال بیان
کرون منھ پہ ہوائی سی چھوٹے ننگ و ناموس کی متاع کو لشکر رسوائی لوٹے قسم حضرت عباس
کی بندی کا دامن عصمت ابھی تک خداے کریم نے لوث خواہش نفسانی سے ملوث نہین کیا ہے
انسان کو لازم ہے پہلے اپنا منھ دیکھے بعدہ دوسری کی حال کے درپے تجسس ہو اگر ہمین یاری
کرنا ہو تو کھل کھیل کرین جب خوف خدا نہین تو بندہ سے کیا ڈرین کیونکہ غزل

گلشن حسن سے بہتر کوئی گلزار نہین	سنبل اس طرح سے پرپیچ و شکن کسکا ہے
باغ عالم کا ہر ایک گل ہے خدا کی قدرت	باغبان کون ہے اسکا یہ چمن کسکا ہے

اور قطع نظر ہم اسکو جانتی ہی نہین کہ کون ہے مگر ہان صورت آشنا ہین شاہزادی نے
کہا ہنسکر شاہزادہ اس قطامہ کا پیٹ پھول جائیگا حسرت کے مارے اسکو بھی جلد بلاے
بارے معنی کلام اسکے سے صاف اقرار معلوم ہوتا ہے گو زبان سے انکار معلوم ہوتا ہے دلپذیر نے فرمایا
آپ ہی کہیے آپ کو اسکا بڑا اعتماد ہے تب شاہزادی نے کہا اب باتین مت بنا ہونا تھا سو ہو گیا
اسکو جلد لے آ وزیرزادی نے کہا خیر ہمکو تو کچھ اس سے سروکار نہین مگر آپ کا کہنا نہ کرنا قدم
دائرہ ادب سے ہی باہر دھرنا اور اگرچہ اسکا خیال دل مین نہین تھا مگر آپ کی ضد سے
بلائینگے عشق جتائینگے شاہزادی بولی یون ہی سہی اری بیر اسکو لے آؤ ذری دیکھون
تیری چشم کے بیمار کو خواستگار شربت دیدار کو شعر

جسکے بن تجکو قرار اصلا نہین	دل کو اسکے انتظار اصلا نہین

پس حسب الارشاد شاہزادی عالی نژاد زیب النسا ایک انداز و ناز و غمزہ و آن و ادا سے
وزیرزادہ کی طرف چلی اور پاس اسکے جاکر کہا اٹھ رے مردک تو نے مجھے بھی بدنام کیا
بچیا دن مین میرا دل بھی خود کام کیا اگر اب تجھے چھوڑون مدت کی صحبت سے منھ موڑون
تو شاہزادی کہیگی مجھسے ڈر گئی میرا خوف کر گئی اور اگر تیرے الفت کے رشتہ کو جوڑون تو

تو خواصون مین انگشت نما ہون لیکن کیا کرون ع پڑی اب تو اپنے سر پہ بلا ہہ خردمند سنکر
ہنسا اور کہا ہان بی صاحب سچ ہے ایسا ہی گناہ آپ کا کیا ہے کہ منجدھار ہی مین چھوڑ دیے اور
ہماری طرف سے منھ موڑیے مگر اسکو سوچ لیجیے کہ اگر یہ خار آپ کے دامن وقت مین الجھا رہیگا تو
گلزار خوبی آپ کا نظر بد سے بچا رہیگا کیونکہ گلستان را از خس و خاشاک چارہ نیست و درج گل فرو
را بے قلقل گر دگذار نیست آپ اپنے ہی طور پر سمجھیے ہم اپنا مطلب کسی نوع سے نکال ہی لینگے
آپ کو بہت تکلیف نہ دینگے جس پہلو سے راضی ہوگی وہی کیا کرینگے یار شاطر نہ بار خاطر ہین ہم کب
چاہتے تھے کہ مرغ کسی صیاد کے دام گیسو مین گرفتار ہو زندگی سے بیزار ہو اجل کا طلبگار ہو
لیکن ارادۃ اللہ غالب علی کل ارادۃ اے ماہرو

شعر

کچھ نظر آیا نہ جب بہر تو نظر آیا مجھے — جس طرف دیکھا مقام ہو نظر آیا مجھے
سیر باغ آنکھون کو دکھلایا جمال یار نے — زلف سنبل سرو قد گلرو نظر آیا مجھے

کہا اسنے اب چل چھپے آگے بڑھ ورنہ اپنا راستہ لے کمان کا تو اور کمان کی مین خردمند بولا

غزل

جور و جفا کو آپ کے گر یاد لائے دل — نالے سے اپنے سر پہ فلک کو اٹھائے دل
اک دل تھا سو حضور کے مین نذر کر چکا — حاضر ہے جان بھی چاہیے گر اب سوائے دل
بوسہ تو مین نے لے لیا بے اختیار ہو — اب چاہیے سو کیجیے صاحب سزائے دل
بیٹھا یہان تلک کہ مین جینے سے تنگ ہون — کوچے سے اب خدا کہین تیرے اٹھائے دل
آباد جب سے تیرے عدو کا کیا ہے گھر — ویران ہوگئی میری خلوت سرائے دل
کیا ذکر آپکا ہے کہ دشمن بھی رو اٹھے — قصہ غم و الم کا گر اپنا سنائے دل
اے سنگدل ذرا نظر رحم کیجیو — لاچار ہوکے جب ترے کوچہ مین آئے دل
جز داغ حسرت اور نہوتا ہے کچھ نصیب — ان بیوفاؤن سے کوئی ناحق لگائے دل
ابرو کمان ترک جفا کیش کہو راست — تیر مژہ سے کتنے بسمل اڑائے دل
کیونکر چمن مین جائے وہ صیاد لیکے دام — کرتا ہو صید گھر مین جو بیٹھے بٹھائے دل
ثاقب سر پہ اوج سعادت نہو نصیب — سایہ فگن نہ سر پہ ہو جب تک ہمائے دل

یہ کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور کہا چل مگر ذوق

دل تو تیرون نے تیرے چھید دیا بھال سے خوب
جی بھی سے جاےٴ تو چھوٹین ہجر کے جنجال سے خوب

پس زیب النسا آگے بڑھی اور خردمند پیچھے چلا اور بولا شعر

فقط اپنی ہی تم آن دیکھتی جاؤ
ادھر ادھر بھی میری جان دیکھتی جاؤ

غرض جب قریب بنگلہ کے پہونچی بولی ای صاحب ذرا توقف کرو مین اول شاہزادی کو اطلاع کرون بعدہ تمکو لیے چلون یہ کہکر بنگلہ مین آئی کہ لو صاحبہ منظور نظر آپ کا تو پہلو بہ سامنے بیٹھا ہی ہمارا مطلوب بھی باہر کھڑا ہی ماہ منیر مسکرائی کہ خوب ہوا ہو لے آئی ای شاہزادہ اُس سے پردہ چاہیئے یا بے حجابانہ پیش آئے کہا اُسنے وہ تو میرا وزیرزادہ ہی ہمراز و دمساز و محرم راز انیس و جلیس رفیق طریق شریک رنج و راحت و دلدادہ ہی ع یہ نہوتا تو نہوتی شب وصلت پیدا ٭ اُس سے پردہ کیا چاہیے اسی کے سبب جان بچی تم سے ملے والا ایسا ئی تا زندگی نہ پائی ہوتی تب شاہزادی نے کہا زیب النسا بسم اللہ اُسے لے آ بمجرد طلب وزیرزادہ سامنے آیا سلام و مجرا وزیرانہ بجا لایا بولی ہنسکر ماہ منیر زہرہ پیکر عمر دراز ہو بلبل دل شاخ تمنا پہ ترنم ساز ہو پہلوے آرزوے دلی شاہد حصول مراد سے گرم رہے پس چارون خورشید برج خلافت و وزارت ایک جا محفل آرا ہوے غمہاے دیرینہ صفحہ خواطر سے کنارہ ہوے جام خاطر مرد دیدار ہمدیگر سے سرشار ہوا اور کچھ دیر نہ گذری کہ خاصہ تیار ہوا ایک تکلف اور رول چہل سے سبنے نوش فرمایا اُسمین رات قریب آدھی کے گذری گجر بجا وزیرزادی نے شاہزادی سے کہا اب کچھ آرام کر لیجیے شاہزادہ بھی ماندگی راہ سے بے آرام و بیکل ہو لیٹے حرارت سفر رفع ہو جائیگی اور نشہ تھکاوٹ کا فرو ہو جائیگا فرمایا بہتر ہی تیرا دل بھی آرام پا جاے ہم آغوشی مطلوب سے قرار آ جاے یہ کہکر اپنی اپنی خوابگاہون کی طرف روانہ ہوئین وزیرزادی خردمند کو لے کر ایک قصر آراستہ مین کہ خالی پڑا تھا لیگئی اور جام کش بادۂ استراحت ہوئی شاہزادی و دلبر بنگلہ قدیم مین پلنگ مرصع کار پر لیٹے ہاتھ پانون خواہش دنیا سے سمیٹے اور اپنی اپنی کہانی داستان جدائی و مفارقت کی آغاز کی شہزادی نے کہا احوال درد و ملال رنج و غم و الم کا ہمارے وزیرزادی کی زبانی گوش زد ہوا ہو گا

آپ کے ایام مفارقت مین فلک ناساز نے کیا کیا روز بد نہ دکھایا اور کونسی تلخی کا مزہ نہ چکھایا نہ دن کو قرار تھا نہ رات کو خواب ہردم اجل سر پہ کھڑی بے آئے نہ مرتے تھے نہ جیتے تھے پانی کی جگہ اشک پیتے اور غذا کے بدلے لخت جگر کھاتے اور جیتے خواب و خور فراموش دل مین غم کا جوش تھا چین و آرام کو خیر باد کہا تھا وحشیون سے انس انسان سے وحشت تھی غزل

کون سی شب تھی کہ مرمر کے نہین کٹتی تھی
شام ہوتی تھی ادِھر جاتی اُدھر چھٹتی تھی

صورت شمع تھی ہر چند فروغ محفل
بات کہنے نہین پاتے کہ زبان کٹتی تھی

درد دل سے جو کبھی نالہ مین کر اٹھتی تھی
آسمان چرخ مین آتا تھا زمین پھٹتی تھی

شب ہجران کی درازی کا گلہ کرتے
خضر کی عمر بھی دو چار گھڑی کٹتی تھی

جو کوئی دیکھنے آتا ایسین بڑھ جاتا گریبان دل مثل گل چاک تھا لشکر غم و درد در پئے ہلاک تھا صورت آپکی سامنے کھڑی تھی جدھر دیکھتی وہی نظر آتی دشمن بھی حال زار کو دیکھ آنسو بہاتے گھٹ گھٹ کر کلیجہ کھاتے شعر

وہ دن دکھائے نہ اللہ خواب مین بھی کبھی
کہ گور غم مین پڑے تھے ہم اپنے جیتے جی

کسی سے تھا نہ سروکار رات دن اصلا
جدھر کو دیکھتے صورت تمھاری تھی پیدا

جگر پہ داغ نمایان تھے مثل لالہ کے
بھری سرشک سے تھی چشم مثل پیالہ کے

دل بیقرار سے ہردم ہر شب یہ ندا آتی تھی کہ اے بیخبر ہوشیار ہو گریبان تار تار کر مثل صبا تیز رفتار ہوسے کوبے لہذا رہو اگر یہ منظور نہین تو یار شاطر بھی ہر در کمین جدھر منھ اٹھا چلا جاتا تھا تو آپ کو سنبھالیو جی کے ارمان نکالیو کیونکہ شعر

مقام عشق مین شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ مین بے توقیر پھرتی ہے

مین اسکو ہر نوع تسلی دیتی کہ اے نادان کون سی شب ہے کہ صبح نے پنجہ خورشید سے اسکا گریبان نہ پھاڑا اور کونسا ملک ہمیشہ سے آباد ہے کہ لشکر حادثات فلک نے نہ اجاڑا ایک وتیرہ یہ ذات باری ہے اسکو پائداری ہے کارساز حقیقی وہی ہے کیا عجب کہ وہ مسبب الاسباب کوئی شب ایسی لائے کہ صبح اسکی خورشید مراد دکھلائے دل کو آرام آئے رنج بھاگ جائے

بند مسدس

نہ پوچھ میری حقیقت کہ تیرے ہجر مین یار — نہ پاس تھا کوئی دلسوز نہ کوئی غمخوار
ملی تھی میرے تئین صحبت در و دیوار — پڑے تھے کنج قفس مین بہ رنگ بلبل زار
کبھی ترانہ زبان پہ تھا اور کبھی اشعار — غرض گذرتے تھے اسطرح میرے لیل و نہار
سن و وصال تو تنہا ہے کنج خانۂ خویش — سرود بیخودی آہ عاشقانۂ خویش

آسمان ہمارے غم سے ہر شام خون رو تا صبح لباس زیب دوش کرتا اور خورشید اپنے آتشکدہ درد مین جلتا اور آہ آتشین بھرتا غرض جب نوبت یہ پہونچی کہ ع مثال اشک جہان گرکے پڑے وہین کے ہوے۔ تب ایک رات زیب النسا نے خواب دیکھا اور جوگن کا لباس تن پہ سجا اور تمھاری تلاش مین نکلی پھر اکی معین حال معلوم ہے مکرر کہنا کیا ضرور شاہزادہ نے سنکر رو دیا اور کہا ہم اپنا ماجرا غربت کیا تم سے بیان کرین کہ تاب سماعت نہوگی مفت جان کھوؤگی مگر بیان مختصر ناچار مشتے نمونہ از خروارے ہے کہ ہمین ایک پری اڑا لے گئی اور قلعہ معلق طلسم مین قید کیا ہر رات عشق اپنا جتایا مگر چونکہ خیال تمھارا دامنگیر حال تھا اُسکی طرف دل نہ آیا اور جب ایک مدت گذری صورت رہائی کی نہ نظر آئی فضل و کرم خدا سے وزیرزادہ ایک فقیر کی مدد سے آیا قلعہ کو برکات اسماے الٰہی سے توڑا ہمین چھوڑایا فقیر کے پاس لایا وزیرزادی سے ملایا اور فقیر صاحب نے چند روز مہمان رکھا نہایت مدارات کی ہر قسم کے حرف و حکایات کیے جب رخصت کی ہر طرح کے اسم و تبرکات عنایت کیے اور ایک پریزاد ہزار پری کا سردار ہمراہ کر کے رخصت کیا اور خداوند جل جلالہ نے بخیریت تمام و عافیت مالا کلام تمھارے پاس پہونچایا اور تمسے ملایا اور لشکر پریزاد باہر کھڑا ہے ہمیشہ حاضر رہیگا ہم بھی انواع انواع مصیبت داد بیت درد و غم و رنج و الم مین گرفتار رہے زیست سے بیزار رہے اب خدا وہ دن نہ دکھانے سنکر اس حال کو شاہزادی حیران ہوئی مثل تصویر بیجان ہوئی آنکھون سے آنسو جاری ہوے ہرے زخم جگر کے کاری ہوے بدن کپکپانے لگا رونگٹا تھرانے لگا ہچکی پیہم آنے لگی فرط غم سے جان جانے لگی آتش غم سے جگر کباب ہوا دل مثل ماہی بے آب کے بیتاب ہوا آخر شاہزادے نے آستین سے آنسو پوچھے کہ اب کاہیکا غم ہے ایام مفارقت خواب و خیال ہوے کشتہاے رنج و غم لشکر شادی سے پائمال ہوے اللہ تعالےٰ نے فضل کیا کہ کشت تمنا آبپاشی عنایت سے ہری کیا

سرسبز و شاداب ہوئی زراعت آرزوے فیمابین باران کرم ابدی سے خرم و سیراب ہوئی قصہ کوتاہ اسی حرف و حکایات مین رات آخر ہوئی ستارہ صبح کا چمکا خورشید نے پنجہ شعاع سے گریبان سحر چاک کیا ہر ایک اپنے اپنے خواب گاہون سے اُٹھے خواصین حجرے کو حاضر ہوئین وزیرزادہ اور زیب النسا بھی اُٹھی پاس شاہزادہ کے آئے شاہزادہ خوش ہوا وزیرزادہ کو پاس پہلو کے بٹھایا حمام گرم ہوے کیسہ ولاک زر تمنا سے بھرے بعد غسل ہر ایک نے پوشاک بدلی رشک دمک رنگ چہرۂ انکے سے روے خورشید پہ چھا گئی بدلی باہمدیگر نداے مبارک بلند ہوئی ہر ایک کی خاطر خرسند ہوئی دو دو رمز و کنایہ بھیر ہوسلئے اور اپنے اپنے مکان مین رونق افزا ہوئے

باغ مین بہار آئی بلبل نے یہ غزل تائب سے اڑائی

تائب

فصل گل مین جوش زن ہی کیا ہی طوفان بہار
ہر شگفتہ کوہ و صحرا مین گلستانِ بہار

کیا ہوا ہی جلوہ گر گلشن مین وہ جان بہار
ہی بھرا گلہاے نظارہ سے دامانِ بہار

موج رنگ گل مین ڈوبا آشیان عندلیب
شاخ گلبن تک ہی پہونچا آب طغیان بہار

کثرت مرغان نغمہ سنج گلشن سے ہی واہ
جامۂ نظارہ زیب جسم عریانِ بہار

کیا کھلا شیرازہ جمعیت اوراق گل
بلبلین پڑھتی ہین گلشن مین جو قرآن بہار

ہو گئے مرغان گلشن آتش گل سے کباب
ہی تمازت پہ غضب خورشید رخشانِ بہار

دیکھ لیتے گر ترے یاقوت لب کو خواب مین
لعل ہوتے رشک سے چشم بدخشانِ بہار

کی نمک پاشی ہی کسکے خندۂ پر شور نے
ہی کھٹا زخم جگر سان زخم پنہان بہار

قصد ہی سوے چمن رشک گل خندان کا آج
کھا کے گل مین بھی جگر سے کیون سلطان بہار

روضۂ گل خون بلبل سے ہوا کنج قفس
خانۂ صیاد ہی گنج شہیدان بہار

تائبا کیونکر بھرے چاک گل زخم جگر
یار کا شوخی تکلم ہی نمکدان بہار

عرض چند روز مین باغ میر اہتمامی صبا و شمال و آب ریزی باغبان ابر کرم سے بھر سر نوع سے خرم و سیراب ہوا اور سبزہ نو دمیدہ آبیاری فضل یزدان سے سرسبز و شاداب ہوا گل نے شاخ گلبن پہ ہزار رنگ کی بہار اپنی دکھلائی اور شقائق نعمانی نے لباس زمردین زیب تن کر صورت داغدار اپنی دکھلائی طائران خوش لہجہ نے ہر شاخ پہ شور مچایا عیش و عشرت کا ترانہ

گا یا پھر وہی چہچہے و قہقہے موجود ہوئے بلبلین شاخ پر جھومین زاغ و زغن نیست و نابود ہوئے سقاے ابرآذری نے دہان مشک باران کا کھولا جوہری نخلبند قدرت نے فقرات گوہر شبنم کو میزان گل مین تولا صبا ہر طرف فرانے لگی شاخ گل تھرانے لگی جوئبار نے کہکشان آسمان کو شرمایا خورشید نے فرط خجلت سے آب کو اک اُسکا سوکھایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر سہواً وہان آجاتے گلزار شگفتہ نار اپنا فراموش کرجاتے سلطان بہار نے خلعت زمردین زیب دوش شاخ گل کیا اور تاج شگوفہ اُسکے سر پر پہنایا الحق

شیر علی

گلے مین عید کے جامے ہون جیسے نیک بختون کے	اور سبز تھے ایسے ہی پیراہن درختون کے

رضوان روضہ جنان اُسکے سامنے نہین لاتا کہ کہین داغ حسرت اُسکو نہ لگ جائے اور پھر کسی بہشتی کے پسند نہ آئے اور قصر و مکانات بنگلیات کوٹھیات جو ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگئے تھے سر نو سے تعمیر ہوئے اور ہر باشندہ کی طبیعت کے موافق دلپذیر ہوئے فرش و فروش سے ہر مکان آراستہ ہوا خس و خاشاک سے پیراستہ ہوا صفائی در و دیوار کی اسدرجہ پہونچی کہ عکس اسطرف کا اُسطرف نمایان ہوتا راز دل پر تو اُسکے مین عیان ہوتا ہر گل خودرو آئینہ صفاے روبرو رکھکر ہزار رنگ سے لاف رنگینی کی مارتا اور دیدۂ خورشید شفق گون کو خیرہ کرتا خوشۂ انگور نے عقد پروین کو بالاے طاق رکھا اور سنبل تازہ نے حساب عنبر سارا کا بیباق رکھا باغ نہ تھا ایک عروس پری پیکر نہایت سج دھج سے آپ کو آراستہ کرکے مسند خوبی پر جلوہ گر تھی اور ہر بیندہ کی ہزار چشم سے اسیر نظر تھی ہر ماہ رو زہرہ جبین روشون پر کرسیان زرین بچھا کر ناز و انداز سے بیٹھتی اور زبان سحر بیان سے گویا ہوتی رشتۂ خوش الحانی مین گوہر مضمون اس غزل کے پروتی

غزل

لالہ و گل کا جوش ہے بلبلو نکا خروش ہے	فصل وداع ہوش ہے موسم نا و نوش ہے
صدقے ہو تیری چال پر کیون نہ نسیم ہر سحر	نقش قدم سے رہگذر دامن گلفروش ہے
عشق گل عذار ہو بس یہی خار خار ہے	فصل بہار یار ہے اپنے جنون کا جوش ہے
ذکر نزاکت بتان ہے جو چمن کے درمیان	موج نسیم ہے زبان گل سو ہر رنگ خوش ہے
رنگ پہ اُسکے چشم تر گل سے نہین زیادہ تر	اسی برہنہ کر نظر سب کہین سبز پوش ہے

دیکھتے ہین جدھر کو ہم پیش نظر ہی وہ صنم | کہتے ہین لوگ جسکو حرم خانۂ مے فروش ہی
ناسخ ہی قول میر یہ حضرت میر درد کا | حسن بلاے چشم ہی نغمہ وبال گوش ہی

غرض اسطرح شاہزادہ و شاہزادی کو مدت دراز گذری کہ اپنے دلارام گلفام سے شب و روز آغوش تمنا کو گرم رکھتے تھے اور میوہ وصال باہمی سے لذتین تازہ چکھتے تھے جسوقت شاہزادہ دلپذیر کو خلوت مین لے جاتی کیفیت باغ و مکان کی دیکھکر بے اختیار زبان پر لاتی

غزل

کونسا خورشید آج اپنا چراغ خانہ ہی | بزم مین باہم ہجوم ذرہ و پروانہ ہی
دل خیال چشم مست یار سے میخانہ ہی | داغ سودا جو نظر آتا ہی ایک پیمانہ ہی
رہتی ہی محفل مین حائل درمیان فانوس فلک | روے جانان شمع ہی اپنی نگہ پروانہ ہی
ہو گیا میناے مے خالی اگر تو جان لے | ساقیا لبریز اپنی عمر کا پیمانہ ہی

اور جوش و خروش عشق سے و لولہ دل ضبط نہ کر سکتی بے تحاشا چھاتی سے چمٹ جاتی اور ہاتھ گلے مین ڈال کر ادھر ادھر رخسار کے جھٹ جھٹ بوسہ لیتی اور آتش رشک سے بزم مین شمع کو جلاتی اور ادھر وزیر زادی ہزار غنج و دلالی سے طائر دل خردمند کو دام محبت مین گرفتار کرتی سنبل کو تار تار کرتی پروانہ کو رخ پر نثار کرتی نکہت بزی زلف مشکین سے باغ کو رشک صحراے تاتار کرتی چشم فتنہ کیش سے دل عاشق کو بیمار کرتی تیر مژہ جگر کے پار کرتی ہر لحظہ نیا شعبدہ تیار کرتی ہاتھ کو گلے کا ہار کرتی جام دل مے وصل سے سرشار کرتی ہر دم نظارہ رخسار یار کرتی زلف کا دام تیار کرتی طائر دل شکار کرتی ہر گھڑی نیا رنگ دکھلاتی دل کو لبھاتی زبان پر لاتی

شعر

باغ شگوفہ زار ہی سبزہ برنگ خار ہی | آمد نوبہار ہی موسم وصل یار ہی
اسمین ہو گر زبان جان تیغ ہو حلق پر روان | تو مین کہون مہربان ایک تجھی سے پیار ہی

شعر

سنان وہ شوخ پر یہ دل فگار مین ہی | مقام حور کو فردوس سے انار مین ہی

یہ اشعار عاشقانہ پڑھتی ہوئی گلاس بلورین مے گلرنگ سے لبریز ہاتھ پر لیے ہوئے

دوسرا ہاتھ گلوے نگار مین ڈالے ہوئے سرمست الست پھرتی اور کہتی گوہر دل تجھپر نثار کرون گلے لگاکر پیار کرون کیونکہ ناسخ

بین حسین اور بھی پر تجھ مین ہر بات نئی
دھج نئی وضع نئی گات نئی بات نئی
خط نو رستہ نہ قرآن کو کرو ے منسوخ
لوح محفوظ سے اُتری ہر یہ آیات نئی

وزیر زادہ بھی ولولۂ عشق سے جوش مین آیا مسکراتا زبان پر لاتا شعر

نہ تری بات بری ہر نہ تیری گات نئی
نظر آئی نہ مجھے تیری کوئی بات نئی

اشعار

ای جان تیری زلف گرہ گیر نہین ہر
یوسف ہر مگر قابل زنجیر نہین ہر
وصل کی دولت ملی جذب دل بیتاب سے
کیمیا ہمنے بنائی ہر مگر سیماب سے
جو تیرے سامنے آجاے وہ شیدا ہوجائے
تجھکو خورشید اگر دیکھے تو حربا ہوجاے
تجھ شعلہ رو سے عشق ہی چشم پر آب کو
شیشہ سے رابطہ نہو کیونکر شراب کو

اور پرنیادہ نے حسب الحکم شاہزادہ ایک میدان پاکیزہ مین چھاؤنی مقرر کی اکثر حاضر ہوتا گوہر ارشاد کو رشتہ امتثال امر مصدر مین پروتا قصہ کوتاہ زمانہ بکام اور چرخ حسب مرام تھا دن عید رات لیلۃ القدر تھی بعد کئی برس کے ایک رات شاہزادہ نے وقت خلوت وگرمی اختلاط کے ماہ منیر سے بسبیل تذکرہ کہا ای غنچۂ شاخ گلبن دلستانی رشک ماہ کنعانی کب تک اس باغ فردوس داغ مین چشم اغیار سے چھپ کر جام بادہ مراد دلی گردش مین لائیے اور آتش حسرت مین جگر حسد نژادون کو جلائیے کوئی تدبیر ایسی معقول نکالیے کہ شاہد مراد غیبی بزم آراے شہود ہووے اور راز فاش نہو غم سے سینہ خراش نہو اور بیخوف وخطر میوۂ وصال وائمی سے کام جان شیرین ہو اور باہم دوجان ایک قالب مین زندگی بسر کرین والا حذر انخواستہ ع نہان کی ماند آن رازے کزو سازند محفلہا مبادا یہ خبر تمھارے والد بزرگوار کے گوش زد ہو تو موجب رسوائی طرفین یہ عاید ہو ماہ منیر نے تیوری چڑھائی ناک بھوین سمٹین کروٹ بدلی ناز و نخرہ سے کہا چل اپنے دور ہو اس نظر سے جو ہمکو دیکھے اسکی چشم مین ناسور ہو وہ یہی مثل ہوئی منھ لگائی ڈومنی گاے تال بے تال کیا ہمارا

دل تجھپر آیا ہے جو یہ بات زبان پر لایا ہے اپنی راہ لیجیے ہمکو فریب نہ دیجیے منھ سنبھال کر آئندہ [illegible]
بات کیجیے یہ ہماری سزا تھی کہ ہمنے غریب بے خانمان بے نام ونشان پر نظر ترحم کی گھر مین بٹھا
ساتھ کھلایا حجاب درمیان سے اٹھایا اپنا کیا پایا پردہ ناموس سلطنت چھپا لا عصمت کا
نقشہ بگاڑا اگر ہمارے اعلے حضرت ظل سبحانی کو خبر ہو تمہارا کیا بگڑے ہمارا عزیز ہو قلعی بگڑ جائے
دامن حیا پر دھبہ آئے شاہزادہ نے ہنسکر کہا بی صاحب سچ فرماتی ہین آپ خفا نہو جیے
سحر کو دل مین راہ دیجیے فی الحقیقت آپ نے مسافرنوازی کی کہ ہمسے غریب کو لقمہ عصمت
سونپی مگر اب ع انہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر + غرض بعد گفتگو ناز و نیاز
ماہ منیر نے وزیرزادی کو طلب کیا اور شاہزادہ کے مافی الضمیر سے آگاہ کیا اُسنے کہا بہت
خوب ہے ہمکو بھی مرغوب ہے مناسب ہے کہ آپ دولت سرا کو تشریف لیچلین اُسکو ہین جو جو تین
کئی سوال مجھے یاد ہین اعلے حضرت کی طرف سے لکھکر دروازہ پر لٹکاؤن انکو کہ جو کوئی انکا جواب
دے شاہزادی کو ہاتھون ہاتھ دے شاہزادہ کو جواب بتاؤن وہ در دولت پر حاضر ہو کر
جواب انکا دے بندگان اعلے حضرت سے خواستگاری تمہاری کرے یہ حیلہ معقول ہے باقی فضول ہے
شاہزادی نے کہا وزیرزادہ جو مثل سایہ تیرے دنبال ہے اُسکو کیا کریگی کہا عارف بکار خود
عارف آپ اپنی فکر کیجیے یہ بھی کسی کے سر ہی ہو رہیگا غرض دونون نے باہم مشورہ کیا اور
اس حال سے دلپذیر و خردمند کو آگاہ کیا اور اپنے اپنے گھر کی راہ لی شاہزادہ و وزیرزادہ
کو تسلی دی کہ اب اسکے سوا کوئی چارہ نہین اور دونون کو وہین باغ مین چھوڑا رشتہ
عشق کو توڑا بادشاہ دیکھتے جمال جہان آراے نور چشم اپنے کے سے نہایت محظوظ ہوا اور
مان باپ کے حضور مین حاضر ہو کر خدمت شایان بجالانے لگی مگر چونکہ حد زنان کو پہونچ گئی تھی
اسواسطے اکثر خسروان رفیع الشان کے نامہ اُسکی خواستگاری کے واسطے آنے لگے لیکن جب
قبول نہ کرتے قاصد محروم پھر جاتے تھے تب ایکدن سلطان عالیجاہ نے اُسکو طلب فرمایا
کہ اے چشم و چراغ خانہ امید یہ امر ایک لاچاری کا ہے اور سلف سے یہ آئین مستمرہ چلی آئی ہے
کہ ایک دوسرے کی نسبت منعقد ہوتی ہے کیا باعث ہے کہ تجھکو اپنی شادی سے نفرت ہے
اگر شاہزادی اس امر مین شرم و حیا کے سبب سے تحمل کر نہ کہنے لگے مگر یہ اشارہ کیا کہ امتثال

حکم قضا توام حضرت پیرو مرشد بہ حق ہے کسکو تاب و توان ہے کہ سر مو تجاوز کرے مگر غرض لونڈی
کی یہ ہے کہ چند سوال لکھکر دروازہ پر اپنے تصویر کے ساتھ چپٹا دون جو خواستگار ہووے اُس سے
وہ سوال پوچھون اگر جواب شافی دے اقبال شادی اُس سے کرون اور جو جواب سے عاری آئے
واپس گھر کو جائے اصلا اس بات کا خیال دل مین نہ لائے بادشاہ کو حسن تدبیر لڑکی کی بہت پسند آئی
اور طبع مبارک نہایت خورسند ہوئی بہ خود ہی تمام وہ سوال لکھا کر اور تصویر ماہ منیر کی مصور
مانی نژاد سے کھچا کر دروازہ شارع عام پر لٹکا دی اور تمام ملک مین منادی کرا دی
کہ جسکو خواہش اُس گوہر صدف خلافت کی ہو آکر ان سوالون کا جواب دے تمام سلاطین روے زمین کے
حاضر ہوئے اور تصویر و سوالون کے ناظر ہوے جب شاہزادی کے سامنے آئے سواے عجز نارسائی
ذہن کے کچھ نہ دیش لائے ناچار ہم آغوش عروس یاس و نومیدی کے ہوکر خاک چھانتے
اپنے اپنے ملکون کو چلے گئے اور بعض بعض وہین کے ہو رہے جب اس بات کو ایک عرصہ ہوا
تب ایکروز شاہزادہ دلپذیر نے پوشاک بدلی کلغی مرصع لگائی تاج جواہر نگار سر پر رکھا
اور اسپ صبا رفتار برق کردار صرصر آواز پر کہ ہیکل دمچی ٹپہ کلغی وغیرہ ساز سے آراستہ تھا
سوار ہوا اور وزیرزادہ کو ہمراہ لیا اور دس بارہ پریزادون کو لباس فاخرہ پہنا کر اور مردون کی
صورت متمثل کرا کر زیب رکاب کیا اور شہر کے اندر بازار مین آہستہ آہستہ ایک انداز و ناز
سے خرام شروع کیا تمام شہر مین اُسکے حسن کا شہرہ ہوا اور در وصف اُسکا آویزۂ گوش
زہرہ ہوا جو کوئی اُسکو دیکھتا دستار عقل و خرد کو سر سے پھینکتا تاب و طاقت ہارتا
سر کو پتھرون سے مارتا اور کہتا

غزل

کیون جلا سکتے نہین شعلے ترے رخسار کے	موہین کیا بال سمندر گیسوے خمدار کے
دو قدم جسدم چلا لاکھون ہو گئے دو چار کے	کیا تیرے رفتار نے سیکھے چلن تلوار کے
مار ڈالا جان سے جبس سے لڑائی تو نے آنکھ	ساقیا ڈورے تیرے آنکھون مین ہین تلوار کے

القصہ جسدم شاہزادہ والا تبار بازار کے چوک مین کہ جہان وہ سوال اور تصویر ماہ منیر کی لٹکتی تھی
آکر کھڑا ہوا ایک خلقت خدا نے اُسکے آس پاس ہجوم کیا اور اُسکی صورت نور کی مورت
کو دیکھکر مثال آئینہ کے حیران ہوے اور گویا بے زبان ہوئے شعر

سنا یوسف کو حسینان جہان بھی دیکھے | مہ جبین اس سا و لیکن کہین دیکھا نہ سنا

غرض جو جو کہ بجان و دل شیفتہ و فریفتہ تصویر کے ہوکر آوارہ خانمان تھے وہ اُسکے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر حیران تھے تمام شہر کے لوگ مثل تصویر خاموش تھے اور اُسکی محبت کا داغ دل مین رکھکر سراسر در جوش تھے اور باہم تکرار کرتے تھے کہ خدا جانے یہ شخص بنی نوع انسان سے ہی یا کوئی فرشتہ و بنی جان سے ہر جہان مین پھرے مگر ایسا پریزاد نظر نہ آیا کاش شاہزادی ماہ سیر کا خواستگار ہوتا اور اُسکے سوالون سے پورا اُتر جاے تو ایسا جوڑا اگر آسمان خور و ماہ کی مشعلین روشن کرکے رات دن مشرق و مغرب مین ڈھونڈے واللہ کہ نہ پائے غرض بعد ایک دیر کے شاہزادہ نے صنعت تجاہل التعارف پر عمل کرکے کسی سلیقہ شعار سے پوچھا

کہ یہ سوال اور تصویر کس نے چپکاے ہین اُسنے کہا یہان کی شاہزادی نے جو کوئی اُنکا جواب دے وہ اُسکو قبول کرے بہت شاہزادے بلند ارادے خواستگار ہوے مگر خوار و ذلیل بہر شہر و دیار ہوے شاہزادہ نے فرمایا اگر ہم بھی خواستگار ہون تو کچھ قباحت تو نہین اُسنے کہا بسم اللہ

اگر ایسا اتفاق ہوا اور عجب نہین کہ آپ کی قسمت کا قرعہ سیدھا پڑے چونکہ ستارہ اقبال کا آپ کے
ناصیۂ حال سے لمعان ظہور رکھے ہے دل اپنے پڑے کہا پھر یہ بات لیے میسر ہو کہ اپنی رسائی تا بادشاہ
ہو اُسنے عرض کیا آپ بیان تو فرمائیے ہم وہ حضرت صاحب تدبیر سے جا کر بیان کرتے ہین یہ کہکر وہ
شخص دوڑا گیا اور بار عام سلطانی مین حاضر ہوا اور عرض کیا قبلۂ عالم **مثنوی**

ایک شہزادہ خدا جانے کہان سے آیا	جو کہ بازار مین آکے وہ اب ہے ٹھہرا
عرض کرتا ہے کہ گر شاہ ہمین بلوائین	شاہزادی کے سوالون کو وہ پھر سنوائین
دیکھنے آئے جواب اپنی خدمت مین سے	صدقے تیر لگا کر تو ہوئے خوش جی سے
حسن کا پوچھیے اُسکے نہ کچھ عالم مجھسے	ہے یکا راست اگر اسکو فرشتہ کہیے
یوسف ثانی اگر کہیے تو ہے کنعان کو	رو بہ رو اُسکے تو ہے راست یہ سب شاہ نکو
ہے پڑا شہر مین شور اُسکی نزلیس خوبی کا	ختم اُس پر ہوا شیوہ محبوبی کا

اسکا چرچا تمام شہر مین پڑا ہے طفل سے پیر تک اسکے دیکھنے کو مشتاق کھڑا ہے سنکر اس بات
کو بادشاہ متعجب ہوئے اور دستور سے ارشاد کیا کہ جا کر دیکھو اگر واقع مین ایسا ہی ہے تو
اُس ماہ سپہر جمال کو ہاتھون ہاتھ لے آؤ وزیر بموجب ارشاد ہدایت بنیاد کے ہو اور سوار
ہوا اور سیدھا ہو کر آیا دیکھا تو اُس سے دو چند پایا کہ ایک جوان رعنا نیکو شمائل ستودہ خصائل
پوشاک خسروانہ زیب تن کیے ہتھیار سجے ہوئے اسپ باد رفتار پر سوار ہے اور جسطرف شہباز
نظر کو اڑاتا ہے طائر ذی حیات بے بال و پر نظر آتا ہے اور جسدم کاکل مشکین کو بل دیتا ہے ایک عالم
گرفتار ہوتا ہے اور ساتھ اُسکے دس بارہ شخص اور بھی باادب کھڑے ہین مگر انمین بھی ایک جبین
خورشید طلعت یوسف پیکر زیبا شکل نزدیک اُسکے کھڑا ہے جانا کہ یہ اُسکا مشیر باتدبیر ہوگا نزدیک
آکر کہا السلام علیکم کہان سے تشریف لائے ہین آپ شاہزادہ نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ ہم بندہ خدا ہین آپکا مطلب کیا ہے کہا آپ کو ہمارے بادشاہ دادگر نے یاد فرمایا ہے
کہا کیا حضور ہمارا کہا فقط ملاقات کا کیا ہے ارشاد کہا اگرچہ ہمکو تمھارے بادشاہ سے کچھ سروکار
نہین مگر چونکہ اطاعت اولوالامر کی فرض ہے اسواسطے قبول ہے خیر چلیے وزیر اُسی دم سمجھ گیا
کہ معزز یہ گوہر کسی بحر سلطنت سے ہے اور یہ نیر برج خلافت سے ہے پس وزیر آگے اور شاہزادہ پیچھے

اُسکے ایک انداز کی چال سے اہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا چلا جسدم وزیر درگاہ مین حاضر ہوا بادشاہ
کو مجرا کیا کہ غلام وہ شکار دام گفتار مین گرفتار کر لایا ہی چنانچہ وہ حاضر ہی بادشاہ نے حکم حاضر ہونیکا
دیا شاہزادہ باریاب ہوا اور جیسے کہ شاہزادون کا قاعدہ بادشاہون کو ہی اسی طرح نیوہر کر
آداب بجالایا بادشاہ نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا آپ کی خوبی کا گوہر ہمارے بھی
آویزہ گوش ہوا اسواسطے آپ کو تصدیعہ دیا مزاج تو آپ کا بخوبی خوش ہی عرض کیا الحمد للہ
حضور کی نوازش سے بہتر ہی پھر فرمایا سچ کہیے آپ کس کان کے لعل ہین اور کون سے آسمان
کے بدر کمال ہین مولد و منشاء آپ کا کس طرف ہی یہان کے آنیکا کیا سبب ہی عرض کیا غلام
کمترین بندگان آلہی سے ہی باقی حسب و نسب کا حال نہ پوچھیے خانمان آوارہ ہون مثل
گل گریبان پارہ پارہ ہون خار آفت بپا خلیدہ روے راحت ندیدہ ہون شکار کے واسطے
نکلا تھا قضا نے شہر کی راہ بھولا کر یہان لا ڈالا جو جو خدا نے دکھایا سو لاچار دیکھا بادشاہ
کو اس تقریر سے صاف روشن ہوگیا کہ مقرر یہ کوئی شاہزادون والا تبار سے ہی گو ظاہر نہین
کرتا ہی مگر چاند خاک سے نہین چھپتا ہی اور واقعی مشک آنکہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید فرمایا کہ تمکو
بھی ہمارے چشم و چراغ شبستان امید یعنے دختر نیک اختر کی خواستگاری کا دعوے ہی عرض کیا
اگرچہ بے ادبی ہی مگر قبلۂ عالم جو کوئی درخت مین پختہ میوہ دیکھتا ہی بلا شبہہ ڈھیلا پھینکتا ہی
گو پھر نصیب ہو یا نہو فرمایا بہتر آج ہمارے آپ مہمان ہین کل جو کچھ ہوگا درپیش کیا جائیگا
اگرچہ شہزادہ نے انکار استغنا می کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا اور اسکو بارعام مین فروکش کیا
اور جسدم آفتاب غروب ہوا خاصہ مطلوب ہوا دستار خوان بچھایا گیا کھانا کھایا گیا جو نعمت
کہ روے زمین پر تھی وہان موجود تھی بعد تناول کے رسم پان وغیرہ کا ہوا اور قریب پہر رات
کے بادشاہ رونق افزا رہا بعدہ اُنسے کہا اب آپ بھی آرام کیجے حضور بھی دو چار گھڑی استراحت
فرماوین شہزادہ نے عرض کیا بہت بہتر پس یہ تو یہان رہے اور مکان کو غیر کف سے
خالی پاکر وزیرزادہ سے ہمکلام ہوے ادھر بادشاہ دولت سرا مین تشریف لیگئے اور
ماہ منیر اور اسکی والدہ ماجدہ کو طلب فرماکے کہنے لگے لو بی بی آج ایک شخص اور وارد ہوا
کہ ویسا حسین دیکھا نہ سُنا ہی اگر آپ اُس سے سوال پوچھین وہ جواب شافی دے تو تعجب نہین

کیونکہ قیافہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقول عشرہ نے لوحۂ پیشانی اُسکے پر تمام جہان کی دانش و عقل
و خرد لکھی ہے اور شاہد لم یزلی نے لوحۂ خوبی کے اُسکو دیے ایک جہان کے مہ جبینون کے لیے رکھا
آپ سحر کو غرفہ مین رونق آرا ہوجیے اور بالمشافہ اُس سے ہر ایک سوال پوچھیے ہماری تو عین مرضی ہے
کہ آپ کا نقش مراد کرسی تمنا پر مربع بیٹھے آیندہ آپ کو اختیار ہے ماہ منیر نے دست بستہ عرض کی
پیر و مرشد لونڈی آپ کی فرمانبردار ہے یہ تو اشرف آدمی ہے اگر راہ چلتے کو ہاتھ پکڑکر دیدیجیے کیا طاقت
کہ انکار کرے بادشاہ نے فرمایا پس اگر ہماری مرضی چاہو تو اسی کو قبول کرو ورنا تین سوالون کو
نہ فضول کرو یہ کہکر بادشاہ نے آرام کیا اور شاہزادی نے وزیرزادی سے کہا لے اب
مبارک تیرا اختر تابندہ بھی تابان ہوا چاہتا ہے اُسنے کہا آپ کو بھی مبارک ہو پہلے آپکا ہی ستارہ
سعادت سے قران ہوا چاہتا ہے غرض آپسمین دو دو رمز و کنایہ کرکے سو رہین پس جسدم
عروس زلف مشکین لیلائے شب نے پردہ صبح کا مُنھ پر ڈالا اور ناکتخدائے آفتاب نے
نہایت بیقراری سے مُنھ حجاب زنگاری سے نکالا تمام آراکین دولت و اساطین سلطنت بار عام
مین مجرے ہوئے اور بادشاہ نے شاہزادہ دلپذیر کو مسند زرین پر زیب آرا کیا اور آپ تخت
جواہر نگار مرصع کار پر جلوس فرما ہوا اور ارشاد کیا دختر پری پیکر کو کہ ہان جو کچھ سوال مذکور
خاطر و ضمیر باطن تیرے ہین بحسن ادا استفسار کر اور زیادہ نہ تکرار کر پس اول شاہزادی نے بطور
معمے کے دو لولوے خرد بناگوش غارتگر ہوش سے نکال کر کنیز باتمیز کے حوالہ کیے اور اُسنے بموجب
رہنمونی اُسکے وہ موتی لاکر شہزادہ کو دیے دلپذیر اس نکتہ کو پا گیا اور میزان قیاس مین اُنکا
وزن کرکے تین جواہر ہم وزن اُنکے اور اپنے پاس سے حوالہ کنیزک کے کیے اُسنے ماہ منیر کو دیے
اُس سنگدل نے جب وزن پانچون کا کیا برابر پایا شتابی سے پتھر پر پیسا اُنکو اور تھوڑی سی شکر
ملا کر پرستار کے ہاتھ پھر بھیجے دلپذیر نے پھر اُس نکتہ کو دریافت کرکے ایک دودھ کا پیالہ
منگایا اور لولو اور شکر کو اُسمین ڈال کر نتھارا اور الگ کرکے حوالہ پرستار کے کیا پرستار نے
شہزادی کو حوالہ کیا اُسنے دودھ تو پی لیا اور موتیون کو جو تولا وزن اول ہی پایا اور اُسی دم
انگوٹھی ہاتھ سے کھینچکر پاس شاہزادہ کے بھیجی اُسنے اُنگلی مین پہن کر ایک گوہر رشک
گوہر شبچراغ اپنے پاس سے دیا شاہزادی نے ویسا ہی ایک موتی رشتہ مین ڈال کر پاس

شاہزادہ کے بھیجا دلپذیر نے دیکھا کہ شیر ان دونون کا جہان مین نہین ہے اور دونون کو تمیز نہ کر سکا
جلد غلامون سے ایک کٹورا زرق منگایا اور اُنمین ملایا شاہزادی نے دیکھکر ہنس دیا باپنے جانا کہ راضی
ہوگئی بہت خوش ہوا لیکن مثل تصویر حیران تھا کہ خدایا یہ کیا ماجرا ہے کہ جسمین زبانی نہ کچھ چون وچرا ہے
فرمایا مبارک ہو اے نونہال باغ سلطنت ایسا شوہر دانشمند خردمند نکتہ یاب رمز شناس معما فہم
ماہ منیر نے دست بستہ عرض کیا قبلۂ عالم سلامت سوا اُسکے ابھی آپ کچھ اور طلسم بھی ملاحظہ فرمائیے
اور فلک کی شعبدہ بازی پر نظر کیجیے یہ کہکر کئی امردون کو لباس زنانہ اور لڑکیون کو لباس
مردانہ پہنایا کہ اگر عقول عشرہ تمیز کرتا اصلا علیحدہ نہ کر سکتا اور کئی شیشے خالی اور چار قطعہ گوہر
بمقدار بیضۂ کبوتر کے پاس شاہزادہ کے بھیجے کہ لڑکون اور لڑکیون کو جدا کرو شیشون کو اُس پانی
سے بھرو کہ نہ آسمان نہ زمین کا ہو جواہر مین بے الماس اور مثقب کے سوراخ کرو دلپذیر اس رمز کو
نہایت سہل سمجھا اور طاس مین پانی بھر کر ارشاد کیا کہ اسمین ہاتھ دھوؤ جو لڑکے تھے انگلیان
پہلے دھونے لگے اور جو لڑکیان تھین اول ہتھیلیان دھونے لگین شاہزادہ نے پہچان لیا کہ یہ لڑکے
یہ لڑکیان ہین اور گھوڑون کو دھوپ مین دوڑایا جب انپر عرق آیا شیشہ بھرے کہ یہ پانی نہ آسمان
نہ زمین کا ہے اور ایک کیڑا ڈھونڈھ کر موتیون پر رکھا اُسنے چارون مین سوراخ کر دیا اور شاہزادی
کو یہ احوال کہلا بھیجا تمام حاضرین مجلس اس رسائی ذہن سے دنگ ہو گئے اور ہر ایک کے فق مُنھ پر
رنگ ہو گئے بادشاہ کا غنچۂ خاطر جنبش نسیم انتعاش سے شاخ پہلو مین مثل گل بہار شگفتہ ہوا اور
غبار کدورت و حیرانی کا بالکل آئینہ دل سے رفتہ ہوا محل مین مبارک سلامت کی دھوم پڑی شاہزادی
نے قبول کی مگر چشم خرد بادشاہ عالیجاہ کی کشود کے معمات اول مین بالکل اندھی ہو رہی تھی رہ نہ سکا
آخر پوچھا کہ اے دختر رشک اختر جان بابا فدایت باد مفصل بیان کر کہ اولا کیا گفتگو سے نہانے کی تھی تو نے کہ سر اُسکا
اصلا ہمسے نہین کھلتا ہے اور گوہر اُس چیستان کا کسی طرح میزان فہم مین نہین تُلتا ہے ماہ منیر نے ہنسکر کہا قبلۂ عالم آپ
بجا فرماتے ہین کیونکہ فی الواقع ع کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا + اصل حقیقت یہ ہے کہ عرض کرون پہلے کہ
دو موتی کان سے نکال کر بھیجے مین نے اشارہ تھا کہ قدر عمر دو روزہ کی جان لئے ہین اور بڑھا کر کہا کہ پنجروزہ کو بھی پہچان
ہے یہ سر گزران مین نے کہ اُسمین شکر ملانی مراد یہ تھی کہ عمر پنجروزہ مین شہوت مثال شکر کے ممتزج ہے جدا کیسے ہو
اُسنے کہ شیر ملایا مراد یہ کہ فی الحقیقت عمر شہوت مین ایسی مختلط ہے جیسا شیر شکر مین دوسری بلا

کہ انگشتری بھیجی مین نے عرض یہ تھی کہ تجھکو قبول کیا مین نے اُسنے کہ موتی بھیجا رمز تھی کہ ثانی میرا نہ پاؤگی مین نے کہ دوسرا موتی رشتہ مین ڈال کر بھیجا اشارہ تھا کہ جفت تیری ہوئی مین اُسنے کہ مہرۂ ازرق اُسمین باندھکر بھیجا صریح کنایہ تھا کہ چشم بد ہمارے تمھارے زمانہ سے جدا رہے سُنکر اس اشارات کو بادشاہ نہایت ہی شاد حال ہوے اور اُسی دم شاہزادہ سے آگر ظاہر کیا کہ توجی مبارک ہو ہمنے اس میوۂ باغ دلستانی کو بحبتا تمھین سامان شادی تیار کرو اور جو اسباب کہ درکار ہو ہمسے کہو کہ اپنی فرزندی مین ہمنے قبول لاتمکو دلپذیر نے عرض کیا کہ پیر و مرشد آپ ہمارے واسطے تکلیف نہ کیجیے بفضل الٰہی زمانہ کا سامان و اسباب مہیا ہو جائیگا پس بادشاہ نے ایک مکان مینو نشان وسعت فلک سے وسیع تر واسطے بود و باش شاہزادہ کے کہ علیحدہ تھا مقرر کیا اور وزیر اعظم دستور معظم کو فرمان دیا کہ تمام بازار و شہر کو آئینہ بند کرو اور موجود اسباب و لوازم خاطر پسند کرو چنانچہ حسب الحکم قضا شیم وزیر صاحب تدبیر نے چند روز کے عرصہ مین تمام شہر و بازار و گلی کوچہ کو رفت و روب کر آئینہ بند کیا اور ہر ایک در و دیوار کو تمامی بادلہ مشجر کمخواب اطلس حریر سے منڈھا اور چوک مین ایک باغ اشجار موم کا لگا یا کہ صناع چابکدست نے رنگ برنگ کا گل اُسمین کھلا یا آراستہ ہوا اور کوچہ و برزن خس و خاشاک سے پیراستہ ہوا ہر کوچہ و برزن زرق و برق سے جھم جھم کرنے لگا اور ماہ شب چہاردہم مجلس ستارون مین نیم جان ہوکر حسرت سے مرنے لگا اور ادھر شاہزادۂ دلپذیر نے سبب قلت مکان کے شہر سے باہر نکل کر ایک میدان کو کہ کوسون تک پاک و صاف تھا مقرر کیا اور کچھ اسم پڑھکر سیار لکڑیان مربع کوس بھر کے عرصہ مین گاڑدین قدرت ایزد سے اُسی دم ایک شہر مینو بہر نمایان ہوگیا کہ جسکی حسد سے باغ ارم نظرون سے پنہان ہوگیا یعنے تمام زمین سونے روپے کی اور دیوارین لعل و زمرد زبرجد فیروزہ مرجان پکھراج نیلم تامڑے لہسنیے کی دس دس گز اُونچی کھڑی ہوگئین اور اندر مکانون کے کہ ہر مکان قصر بہشت برین سے سبقت لے گیا تھا خود بخود فرش و فروش و چک و چلمن چھپت پردہ مسند تکیہ و گاؤتکیہ بدستور و آئین شاہانہ نہایت زیب و زینت سے بچھ گئے اور ہر اشیا اپنے اپنے موقع پر موجود ہوگیا گویا کہ کوئی سامان روے زمین پر نہ تھا کہ وہان تیار نہو کھانیکا یہ عالم تھا کہ سالار مائدہ خلد نے خوان یغما بچھا دیا تھا اور جس طعام و میوہ کا نام و نشان نہ سُنا تھا او نے ادنے آدمی کے سامنے چنا تھا بے شائبہ تکلف اگر فرشتے بھی اُسکا نام سن لین ایک ہر کے

منھ مین پانی بھر آئے کوچہ گلی مین مارا مارا پھرتا تھا اور لوگون کی طبیعت جو پھر گئی تھی کوئی اسکی طرف التفات بھی نہین کرتا تھا فی الواقع اگر مسیحا کی زبان پہ ذرا سا بھی ذائقہ اسکا پڑجاتا آسمان سے اتر آتا اور اپنا مائدہ بھول جاتا اور عطر و خوشبو کی یہ کثرت تھی کہ ادنے سے اعلے تک کا دماغ معطر ہو رہا تھا باغون مین شرم کے مارے عطار کلون نے اپنی اپنی پٹاریان بند کر لی تھین اور نسیم اصلا نکہت انکی سے قوت شامہ خلائق کو رائحہ بخش نہ کرتی تھی اور حسد کے مارے مشک ناف آہوے ختن مین سوکھ گیا تھا غرض کہ زمین سے آسمان تک دماغ اسفل و اعلی کا معطر و معنبر و مشکین ہو رہا تھا اور لپٹین خوشبوؤن کی شہر و جنگل مین اڑتی تھین ہوا نہ تھی گویا خوشبو ہوا ہو گئی تھی اور تمام پریزاد آدمیون کی شکل بنکر لباس شاہانہ خسروانہ زیب تن کیے ہوئے اس سجاوٹ سے معلوم ہوتے تھے کہ گویا فرشتے آسمان سے اترے ہین اور آدمی بنکر لینے پر کتر بیونت اور وزیر زادہ میر اہتمام تھا سو ہر ایک چیز اسنے اپنے اپنے موقع سے تیار کی تھی رنڈیون کا یہ عالم کہ ہر جگہ جھنا کا جھنا ہاتھ باندھے تال دسرے ٹھیک ٹھاک اپنے ٹھاٹھ مین چست و چالاک ہر طرح کے رنگ روپ و بیج گاتی بجاتی تھین فی الحقیقت اگر زہرہ آسمان سے اتر آتی انکے سامنے اپنے کان پکڑ کر چلی جاتی نوبت نشان نقارہ تاشہ مرفہ روشن چوکیون شہنائیون مہیرون ستارون پکھاوج کا یہ شور و غل تھا کہ تمام شہر دہلتا تھا اور رعد آتش غیرت سے موم سان گھلتا تھا گاؤ زمین تھراتی تھی اسکی چھاتی پھٹی جاتی تھی روح داود علیہ السلام کی ہر ایک اہل نشاط کو داد دیتی تھی غرض جب اسطرح کا ساز و سامان لوازمہ و اسباب و تحفہ نادرہ روزگار عجائب و غرائب مرتب ہوا اور شاہزادہ عالی تبار تاج شاہانہ زیب سر اور کمر بند مرصع کا زینت کمر کرکے ایک شمشیر ولایتی کہ جسکی باڑھ تار نظر کو بھی سلامت نہ چھوڑتی تھی ہاتھ مین لیے ہوئے اور خلعت خسروانہ زیب تن کیے ہوئے ایک انداز کے ساتھ محلس مین مسند زرین پر آکر رونق بخش ہوا اور وزیر زادہ آکر پہلو مین بیٹھا چشم نظارہ کی خیرہ ہوئی اور روشنی بصارت کی تیرہ ہوئی گویا کہ یہ سورج چاند تھے اور اہل بزم ستارہ مہ پارہ جب وہ روز موعود سر آیا اور لیلاے شب تاریک نے پردۂ ظلمت کا روے عالم پہ ڈالا پھر سوا پہر رات گئے چلنے کی تیاری ہوئی اور شاہزادہ خلعت شاہانہ پہن کر زینت بخش تخت رواں ہوا اس جلوس و شان و تجمل و حشم کا بیان کرنے سے قاصر زبان ہے اور قلم تحریر سے حیران ہے سر نیچے کیے ہوئے سرگردان ہے کہ شاہزادہ تخت رواں پر جلوس فرماے ہوے سہرا موتیون کا سر سے لٹکاے ہوے عجب ہی شان و شوکت و انداز سے جلوہ گر ہے گویا کہ ماہ در حلقہ اختر ہے اور آگے پیچھے

داہین بائین روشنی کے جھاڑ قطار در قطار یکشاخہ دوشاخہ چارشاخہ پنج شاخہ کے لیلۃ القدر کو شرمندہ کرتے ہین اور روشن چوکیون نقارون کا بجنا گرجنا ہزارون ٹٹیان سورنگ کے پھولون سے کھلی ہوئین اور پرے سوارون کے برابر برابر چوبدارون کا پکارنا قدم بڑھائے جاؤ وزیرزادہ کا [illegible]
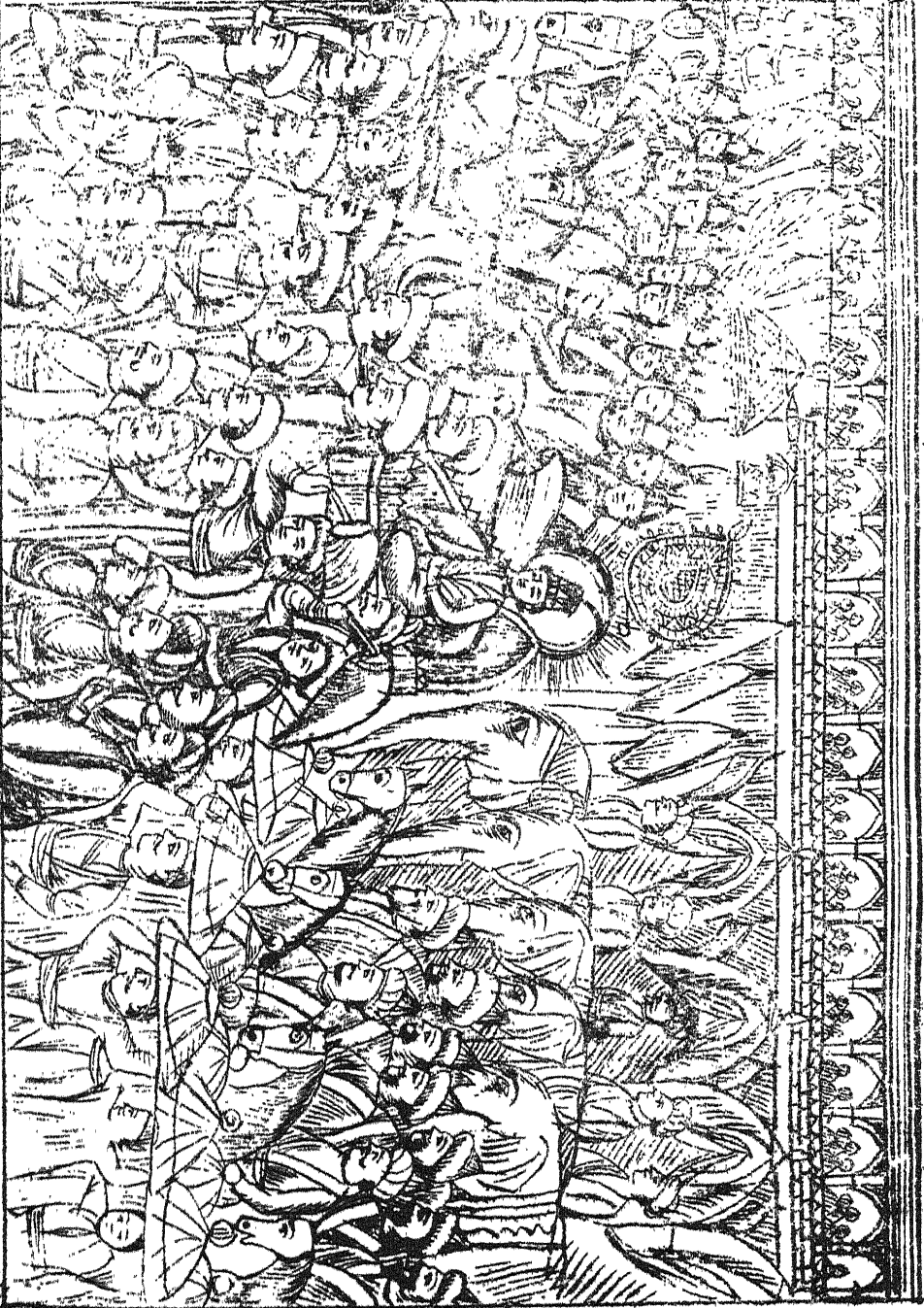
چلنا پریزادون کا دریائی گھوڑون پہ سوار ہونا عجب ہی طرح کی بہار جلوہ نما اور ہوش ربا تھی کہ جو کوئی
دیکھتا تھا بیہوشی کے عالم مین آجاتا تھا گویا خدا سے عزوجل نے ید قدرت اپنی سے ایک تختۂ فردوس
اعلےٰ کا زمین پہ اُتارا تھا کہ جہان تک نظر کام کرتی تھی سوائے عالم نور کے کچھ نہ معلوم ہوتا تھا اور ہر ایک
آدمی صورت زیبا مین ہزار درجہ حور و غلمان سے زیادہ تر تھا ستارے اُس رات کو چشمک زن
نہ تھے بلکہ فرشتے خدا کی عبادت کو بھول کر آنکھین تجلی کیے ہوئے چشمک زن تھے اور اُس ملیکہ
نو آئین کو دیکھکر مثال آئینہ حیران تھے آہستہ آہستہ قدم کو ناپتے ہوئے اسی آرائش کے ساتھ درِ
قلعہ بادشاہی تک پہونچے وہان کی آتشبازی کے چھٹنے چھٹنے کا حال نہ پوچھیے کہ ہزارون ستارے
زیر آسمان نمایان تھے اور دھوان اسطرح جم گیا تھا کہ ایک آسمان اور زیر آسمان پیدا ہوا تھا
نیل جسوقت لڑتے تھے گویا زمین کو سونڈون سے ریلے پھیرتے تھے جنکے رشک سے آسمان خود
چکر مین آگیا تھا تارون کے شور و قہقہے نے گوش بہرا کر دیے تھے چنانچہ بینہ ماہتاب کا اگر کان
مین نہ رکھتا پردہ کان کا پھٹ جاتا طاؤس کا رقص عجب ہی زیب دیتا تھا کہ جسکے دیکھنے کو طاؤس
بہشت سے اتر کر شرمندہ تھا شرارہ انارون کا رجوم للشیاطین کے واسطے شرر انگیز تھے چادرون کا
چھٹنا عجب سیر دکھاتا تھا کہ کوئی تختہ نافرمان کا کوئی ریحان کوئی گل کوئی سنبل کا شگفتہ ہوتا تھا
کہ جسکے تماشے کے واسطے رضوان بہشت کا دربان ہوش اپنے کھوتا تھا غرض نہ کرہ نار کو آتشباز
فضائے مشتعل کیا تھا کہ زمین و آسمان مین سوا آگ دیکھنے کے کچھ نظر نہ آتا تھا جب نہایت ہی
مشتعل ہوے کوئی پالکی کوئی نالکی کوئی ہاتھی کوئی گھوڑے اور ہوادار سیس تام چھام کوئی رتھ
کوئی شتر سے اتر کر نیچے کھڑا ہوا وہان کی کثرت کا کیا بیان کرون کہ لاکھون زری پوشش
خلقتین فاخرہ زیب دوش کیے ہوے عجب اپنی شان و شوکت دکھا رہا تھا اور وہ علم دھکا پیل ایسی
مچ رہی تھی کسی کی چولی نکل گئی تھی کسی کی ناف ٹل گئی تھی اور اسطرح کا شور و غل بپا تھا کہ اگر
اسرافیل صور پھونکتے اصلا آواز نہ سنائی دیتی ناچار بند کر لیتے چشم سرشیدہ کی حیران تھی کہ خدایا
اولاد آدم کہ مر گئی ہی وہ بھی اُٹھ آئی ہی کیا یا تیری خدائی مین خود کثرت سے مخلوق بستی ہی القصہ
جس جگہ قلعہ مبارک مین فروش و فروش شہانہ ملوکانہ تکلف کے ساتھ بچھے تھے نوشہ تخت سے
اُتر کر وہان ایک مسند معرق پہ جلوہ فرما ہوا اور وزیر زادہ اور پریزاد نزدیک و دور اپنے اپنے فرینہ انداز

سے بیٹھ گئے اور باقی لوگ جسنے جہان جگہ پائی غنیمت سمجھکر کوئی بیٹھے کوئی کھڑے رہگئے اور مجلس
خواص و عواص سے آراستہ ہوئے شہر مین نام مرد کا باقی نہ رہا اور در و دیوار پر لاکھون عورتین
پردہ منہہ سے اٹھا کر جھانکنے لگین اور ناچ راگ رنگ شروع ہوا ہر ایک مہ جبین

زہرہ آئین اپنے جوبن کے عالم مین مست میرا اچھا بنا لاڈلا سہرے والا بنا گانے لگی و بیدہ و دانستہ سننے والون کی جان قبضہ اختیار سے نکل جانے لگی

مثنوی

کرون کیا اس سمان بندی کی تقریر | کہ ساری بزم تھی اک نقش تصویر
جو بیٹھا تھا سو بیٹھا رہ گیا وہان | کھڑا تھا جو حیران ہو کھڑا وہان
قیامت رقص مین آ کے در جوش | اڑا رکھے تھے سارے بزم کے ہوش
ادائین انکی وہ غارت گر جان | قیامت شکل تھی آفت غضب آن
ستم انکا تھا وہ ٹھوکر لگانا | کہ بس پامال تھا سارا زمانا
غضب انکی نگاہین برچھیان تھین | دلوان کے پار ہوتی برچھیان تھین
اٹھا کر ہاتھ انا وائے رے وائے | بھلا کیونکر نہ دل ہاتھون سے بس جائے
زہے نیم و زہے رقص تبان تھا | کہ بجز وہان پہ ہر پیر و جوان تھا
اکھاڑا وہان پہ اندر کا نجل تھا | کہ کیا جار بھی منفعل تھا

غرض اس رول چہل مین تین پہر رات برابر آئی اور عقد نکاح کا وقت آیا بادشاہ عالم پناہ نے عالم اور مفتی و قاضی القضات کو کہ مسند وراثت پیغمبرون پہ متمکن تھے طلب فرمایا اور نجومی و رمال بھی بموجب ارشاد عالی حاضر ہوئے زائچہ کھینچا جب دیکھا تو مشتری قوس مین پڑی اور رمال نے قرعہ پھینک کر جو دیکھا تو لحیان فرح مین اور فرح بیاض مین نکلی پس ساعت سعادت بخش مقرر کی اور قاضی القضات اور علما و صلحا و مفتی وزرا مسجد مین واسطے پڑھانے خطبہ عقد نکاح و ایجاب و قبول کے آکر بیٹھے شاہزادہ بھی فرزیرادہ اور بیرادون کے ساتھ وہان آیا قاضی نے خطبہ پڑھا اور بعد ادائے شہادت گواہون کے وکیل مطلق نے مہر خراج ہفت کشور کا مقرر کیا تب قاضی نے مخاطب ہو کر شاہزادہ سے کہا فلان بنت فلان بمہر کذا قبول کی تو نے کہا اسنے قبول کی مین نے پس قاضی نے طبقہ حرفو نکالٹا یا اور دعاے خیر کو ہاتھ اٹھایا مبارک سلامت کی دھوم مچی بعدہ اٹھے جو بیٹھے تھے خلقت چھوٹی بڑی نوشہ زینت بخش بزم ارم تزئین ہوا اہل موسیقی نے یہ مبارکباد گایا مبارکباد

جشن این شادی و این سال مبارک باشد | چتر و اورنگ باقبال مبارک باشد
گل امید بدامان مقدس بادا | بادشاہی صد و سی سال مبارک باشد

بہ نشاط و طرب و عیش و مسرت ہر روز ہست چون غرۂ شوال مبارک باشد

اس عرصہ مین رات دو تین گھڑی باقی رہی اور ناچ راگ و رنگ شہانہ شہانہ بھلا معلوم ہونے لگا جیسے سننا ہوش کھونے لگا

ابیات

بھلا اخری جام اور اک بھیجیے
کہ پیکر کے اسکو مین سرشار ہون
قسم ہے تجھے ساقی مست دیکر
ازان بعد رخصت طلبگار ہون

داستان بیچ بیان بیاہ کے اور لیجانا ماہ منیر کو اور عشرت و شادمانی کرنا اور بعد چھٹی کے خردمند کی شادی زیب النسا کے ساتھ اور رخصت ہو کے جانا اپنے ملک کو اور مان باپ سے ملنا

جلوہ آرایان شاہد معانی نے عروس زیبا نگار اس داستان فرحت نشان کو مسند زرین جہر صفحہ قرطاس پہ بسلیقہ ہفت کرکے رونمائی نظارہ ارباب بصیرت کے کیا ہے کہ جس دم صبح کا ستارہ چمکا اور نور اشکارو سے زمین پہ دمکا ناظر ڈیوڑھی نے آکر عرض کیا کہ میان نوشہ صاحب اندر محل کے تشریف لیچلیے اور عکس رخ تابان سے کاشانہ امید منتظران مشکوے معلے کو منور کیجیے شاہزادہ اس بشارت کو سنکر باغ باغ ہوا اور خانہ تاریک امید مین روشن مثل چراغ ہوا وہان جو نگمیرہ تمامی کا کھڑا تھا تخت پہ اسکے اندر بیٹھا خواصون نے عطر و گلاب و کیوڑا ابٹنا و سہاگ او لا سنگھایا بعدہ دولھن کو کہ رشک پری تھی برابر لاکر بٹھایا اہل نشاط نے ترانہ ٹونہ گایا اور رسم مصحف کشائی آئینہ نمائی نبات چبائی کا ظہور مین آیا کسی نے الکسی پان کا بیڑا بنایا دولہہ کو کھلایا کسی نے شربت مین اگال شہزادی کا ڈال کر اسکو پلایا کوئی جوتا چورا لیگئی کوئی کھیلین مارنے لگی رسومات ہونے بجت فتنہ و آشوب کے سونے لگے ہزار طرح سے چھیڑ چھاڑ ہونے لگی ہر طرح کی اکھاڑ پچھاڑ ہونے لگی کوئی دولہہ کو دیدہ مٹکا کے چلی جاتی کوئی اترا کر انگوٹھا دکھلاتی اس اثنا مین بساطی فلک نے بساط زرنگاری سے جواہر و الماس و مروارید قیر جنرہ کواکب کے چپے اور دکان بند کی روشنی صبح کی بالکل نکھری اداسی کا عالم چھایا وقت رخصت کا آیا رقت کا ابر ترشح پذیر ہوا ہر متنفس غم وداع سے حیران مثل تصویر ہوا کلیجہ کٹ کٹ کر منہ کو آنے لگا ہر ایک کا تن سن سنانے لگا منہ پہ ہوائی سے جیتی رنگ سفید ہوگیا عشرت زیست سے نا امید ہوگیا گھٹا غم کی اٹھی الم کی بدلی برسنے لگی ہر ایک ایک کے منہ کو تکنے لگی آنکھون سے آنسوؤن کی دھارین مثل موتیون کے جھڑتی تھین عیش و سرور کی جھنڈیان فضاے عشرت آباد دلون سے اکھڑتی تھین خصوصاً بادشاہ بیگم یعنے والدہ ماجدہ دولھن کا حال نہ پوچھیے کہ اسپر کیا گذرتا تھا ایک گوشہ مین بیٹھی ہوئی رومال آنکھون پہ دھرے ہوے چپکے چپکے رو رہی تھی اور بے اختیاری کے عالم سے گوہر بصیرت کو ہاتھ سے کھو رہی تھی بیہوشی کی حالت مین سر نیچے کرکے زمین تنکے سے کریدتی تھی اور الماس اشک سے جواہر ارضی کو چھیدتی تھی ہچکی پہ ہچکی آتی تھی اور سسکی بندھی جاتی تھی آنکھین سوج کر سرخ ہوگئین تھین حلقہ پڑ گئے تھے ہر گھڑی آسمان کی طرف دیکھکر کہتی تھی کیون اے بے مروت ایسا بھی ہوتا ہے کہ لعل کان خلافت ہمارے ہاتھ سے کھوتا ہے اس حالت مین اشک جو آنکھ مین بھر آتے تھے غٹ غٹ پی جاتی تھی دیکھکر یہ حالت زار ملکہ تمام مصاحب اور بیگماتین پاس اسکے آتیان ہین اور پند و نصائح دیگر سمجھاتیان ہین کہ یہ رسم شدہ

بیگم صاحب ذرا ہوش مین آؤ اتنی آپ سے نجاؤ جب تمھارا یہ حال ہوگا شہزادی کو جینا وبال ہوگا تم ہی کو سمجھانا
تھا خود بیخود ہو جاؤ تمکو اگر وہ اسطرح بیقرار دیکھیگی گھٹ گھٹ کر اپنی جان کھو دیگی بیٹی کسیکی ہمیشہ گھر
رہی ہی ہر ایک نے یہ مصیبت اپنے دلپر سہی ہی تم کہان سے آئی تھین اور کسکو لائی تھین زمانہ کا ایسا ہی رسم
قدیم ہی کچھ تمپر ہی یہ دن نیا نہین آیا ہی اور قطع نظر اسکے بجز ذات واحد مطلق کسکو ہمیشہ یہان رہنا ہی دنیا
مثل سیلاب ہی سبھی کو اسکے ریلے سے بہنا ہی زندگی مثل حباب ہی کہ ذرا جنبش نفس سے برباد ہی اسکے شعبدہ
کا ہر جگہ شور ہی یہان مغلوب ہی جو سینہ زور ہی اٹھو اپنا اسکو چھاتی سے لگاؤ تسلی دے کے ملائمت سے سمجھاؤ
اتنی نہ بگڑو کہ سنبھل نہ سکو خوشی کو بڑھاؤ غم کو گھٹاؤ خدا کا شکر ادا کرو دوگانہ نماز کا پڑھو کہ تمھاری زندگی
مین اسکا ٹھکانا ہوگیا اسکے سبب سے ایک خویش بیگانہ ہوگیا جاؤ دیکھو وہ روتی ہی بلبلا بلبلا کر جان کھوتی ہی
سر کو مارتی ہی گریبان پھاڑتی ہی اگر تم ڈھارس نہ بندھاؤگی وہ کوئی دم کی مہمان ہی سوئے عدم روان ہی
یہ سنکر بیگم صاحب نے ایک چیخ ماری اور بہزار ضعف و ناتوانی مادر مہر کے پاس آئی اور چھاتی سے لگا کر نصیحت
سنانی شروع کی کہ آنکھون کو نہ کھو کہ تیرے درد و غم سے ایک جہان شور و فغان کرتا ہی چاک گریبان کرتا ہی سر پر
پتھر مار کر مرتا ہی یہ دن سب پر آتا ہی ایسی ہی ایک دن جاتا ہی خدا کی رضا اختیار کر ہر نوع گذران حیات
مستعار کر دہان کا جانا تجکو سزاوار ہی دل شگفتہ مثل گلزار ہو رنج کا قدم سے باہر خار ہو حاسدون کا جگر
مثل لالہ داغدار ہو یہان آب و دانہ تیرا تمام ہوا پرورش کا سرانجام ہوا اچھی طرح سے رہو جو رنج اٹھاؤ صبر
ہمکو یاد کیجیو پرورش کی داد دیجیو ساس نندون کی تابعداری کیجیو شوہر کی اطاعت مین سرگرم ہر ایک
سے مل جل کر زندگانی بسر کرنا شاہزادہ کے حکم کو سر پر دھرنا ہمارے غم کو یاد کر غم کرنا اشک سے چشم
پرنم کرنا شہزادی یہ باتین سنکر مان کی چھاتی سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی جی کھونے لگی
تخم رنج کشت سینہ مین بونے لگی کہ تمنے مجھے وہان گنوایا کہ جہان نہ کوئی سنگی نہ سنگاتی مثنوی

کس طرح زندگی ہوویگی بسر اُسکی جہ	کوئی ہمراز و جلیس اپنا نہو جس جا پہ سخن
ہو نیا پانی نیا دانہ نیا گھر نئے لوگ	عیش کیونکر کرے نصیب اپنے وہان ہو جو سخن

ہائے مین کیا کرون سر پر پتھر مار مرون تمنے عین دعا کی کہ عنان اختیار میری پرائے ہاتھ دی نہ کچھ
سوچا نہ دیکھا نہ بھلا دال مین تنظر نہ آیا کچھ کالا ڈال ادہر بیگانہ سے ہمارا پالا کیا قصور ہوا جو یہ منظور ہوا
مسقط الراس ویران ہوا اور کا گھر معمور ہوا کیسا یہ برعکس دستور ہوا قبلۂ عالم کو تمنے کیون نہ سمجھایا

انکا دل اسطرف سے کیون نہ ہٹایا غرض ہمارا انکا لنا تمکو بہرطور بجا یا انصاف سے کہو کیا ہاتھ آیا شعر

دشمنی تمنے ساتھ میرے کی	کیا خطا مین نے بھی تمھاری کی

ان باتون کو سنکر تمام حاضرین ناظرین خواصین بیگماتین امیرزادیان وغیرہ مصاحبین ڈھارین مار کر رونے لگین اور رشتۂ گریہ مین گوہر اشک پرونے لگین تمام محل مین کہرام مچا رقت کا عالم بسا محرم کے عاشورہ کے دن ہر طرف نمایان ہوئے وہ عشرتکدہ ماتم سرا ہوگیا اس عرصہ مین چنڈول مرصع کار جواہر نگار جھالردار موجود ہوا اور سواری کی تیاری ہوئی ہر ایک پر زندگی بھاری ہوئی بادشاہ والا جاہ بھی محل مین تشریف لائے کہرام شور و غل رقت و قلق و رنج درد و الم و غم دیکھکر بے اختیار چلائے مثنوی

محاسن پہ تھے اشک یون جلوہ گر	گندھے تار نقرہ مین ہون جون گہر
کھڑے تھے تحیر کے عالم مین بس	نہ تھی عیش دنیا کی دل مین ہوس
مثال آئینہ کے بس حیران تھے	ویا مثل تصویر بیجان سے تھے
غرض آپ کو ہر طرح سے سنبھال	کیا شاہزادہ سے پھر یہ سوال
کہ اے مردم دیدۂ عز و جاہ	چراغ شبستان خورشید و ماہ
گل آرزو تیرا خندہ رہے	عدو کا جگر غم سے بریان رہے
یہ دختر جو ہے میری ماہ منیر	یہ ادنے واعلے کی ہے دلپذیر
حق اسکے مین جو چاہو سو کیجیو	خوشی دیجیو یا کہ دکھ دیجیو
سپردم بتو مایۂ خویش را	تو دانی حساب کم و بیش را

سنکر یہ کلام شاہزادہ نے ہاتھ باندھکر عرض کیا قبلۂ عالم سلامت جو کچھ حضور نے ارشاد کیا موقع و بجا ہے مگر اس پروردۂ مہد عز و ناز کی طرف سے حضور اعلے بہر نوع طمانیت فرمادین شعر

مردم چشم سان عزیز ہے یہ	کون کہتا ہے جو کنیز ہے یہ

کمترین تو غلام بے درم خریدہ ہے اور یہ بی بی صاحب اختیار و مالک و مختار کل ہے بفضل الہی استرضا اسکی سب کامون پہ مقدم رکھونگا اور اگرچہ اسکے میدان فرمان برداری مین پیادہ دوڑونگا مگر نہ تھکونگا مثنوی

میری جان ہر اُسکے اوپر فدا	یہ مالک ہر مین اُسکا بندہ ہوا
کیا مجپہ احسان جو آپ نے	کیا ہر نہ بیٹے پہ وہ باپ نے
اگر ہر موئے من گردد زبانے	ز تو رانم بہر یک داستانے
بیارم گوہر شکر تو سفتن	سر موے ز احسان تو گفتن

یہ کہکر ایک انداز کے ساتھ دولھن کو کہ سمٹی ہوئی بیٹھی تھی ہاتھون سے پکڑکر اٹھایا اور چنڈول مین بیٹھایا کہاردن نے آکر اُٹھایا جب باہر آیا موتی نثار کیے دلپذیر بار عام مین کھڑا ہوا رخصت طلب ہوا تب بادشاہ نے دعا دی کہ حق تعالے گل امید تمھارا صرصر حوادثات روزگار سے شاخ تمنا پر محفوظ رکھے اور تم دونون کو باغ دنیا مین محفوظ رکھے **مثنوی**

نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار	کہا حق کو سونپا تجھے سد ھار
کھڑے تھے جو وہان چشم تر کر گئے	سو موتی اُنھون نے نچھاور کئے
یہان موت ہر اہل عرفان کو	کہ جانا ہر اکدن یونھین جان کو

القصہ اُٹھتے ہی دولھا کے تمام لوگ کہ بیٹھے تھے کھڑے ہوے اور شاہزادہ اُسی تجمل و شوکت کے ساتھ آہستہ آہستہ چوک کی طرف مکان کو روانہ ہوا سوارون کے پرے آگے بندھے ہوے روشن چوکی دھونسا بجتا گرجتا ہوا عجب ہی زیب دے رہا تھا اور پیچھے سبکے ہزارون اسپ کوتل فیل کوہ پیکر کشتیان جواہر آبدار سے لبریز لاکھون لونڈی غلام جہیز کے ہمراہ تھے الغرض اُسی شان و حشمت کے ساتھ قصر طلسماتی مین داخل ہوا اور دولھن کو مرصع کار بنگلہ مین اُتار استحقون کو درم کی جگہ دینار اور ایک کی جگہ ہزار بخشا اور باغ مراد ارباب نشاط کا ریزش باران جود و نوال سے سرسبز و نہال کیا اور گدایون کا درو جواہر سے لبریز کیسۂ سوال کیا شبستان مراد مین شمع تمناے دلی کی منور ہوئی اور زلف شاہد عشرت کی شانہ کشی مقاصد قلبی سے رشک تار سنبل تر ہوئی ہر ایک کو بخوشی رخصت کیا اور ہر مکان مین موجود سامان عشرت کیا چونکہ عندلیب دل کا آشیان بند شاخ مراد پر ہمیشہ سے تو تھا ہی لیکن اب سرنو بیدھڑک شبا روز گل وصل کو تیتے نگارات لیلۃ القدر اور دن عید سعید تھا اور شاہد دلخواہ سے ہم آغوش تھا جام دل بادۂ مراد سے سربسر پر جوش تھا قصر طلسم نہ تھا گویا باغ فردوس تھا

اور حور و غلمان کی جگہ مہ جبینان پری پیکر و پریزادان نیک اختر حسن آئین ہر مکان مینو نشان رشک گلزار فرخار تھا اور حسرت طرح و رنگ آمیزی اُسکنے سے گلستان ارم وابعدار تھا شاہزادہ و ماہ منیر مانند یوسف و زلیخا شب و روز ساتھ عیش و عشرت کے چوتھی تک بسر لیگئے اور مثل بلبل و گل کے باغ فرحت آباد خاطر خواہ مین چہچہہ پرواز و شگفتہ رو تھے بعد اداے رسومات چوتھی شاہانہ کہ وہ بھی بمنزلۂ شادی کی تھی شاہزادہ دلپذیر نے بموجب استصلاح بادشاہ عالم پناہ کے دستور اعظم پدر زیب النسا سے جاکر کہا چاہتا ہون کہ بہ توشیح جمال مہر تمثال ماہ لقا زیب النسا سے خانۂ تمناے خردمند کہ وہ میرا وزیرزادہ رفیق طریق یار غمخوار انیس وفادار دمساز محرم راز شریک رنج و راحت ہی رشک فرمائے مشترقین کرون اور اُس گوہر بیبہاے دریاے عصمت کو بیچ رشتہ ازدواج اُسکے کے کھینچون کیونکہ کہ گل خندان بے چہچہہ پردازی عندلیب خوش الحان کے بمنزلہ خار ہی اور مے ارغوانی دو آتشہ بے کیفیت رسانی کے چشم بادہ خوار مین مثل خمار ہی اور اگر سوچیے تو مولوی عبدالرحمان جامی کی بھی یہی تکرار ہی شعر

	کند ہمجنس با ہمجنس پرواز	کبوتر با کبوتر باز با باز	

یعنے جسطرح آپ یہان حضرت ظل سبحانی کے مدار المہام ظہر سریر مشیر تدبیر مملکت ہین والد بزرگوار خردمند کا بھی ہمارے اعلے حضرت شہنشاہ معظم مالک رقاب الامم کا دستور کہا ہین خیر اندیش ترقی خواہ امور سلطنت ہی پس بمقتضاے کل شئ یرجع الی اصلہ عمل فرماکے گل تمنا ہمارے کا طرۂ دستار اجابت فرمائیے اور قطعاً حرف انکار زبان پر نہ لائیے وزیر دور اندیش نے سُنکر اس کلام شاہزادۂ دلپذیر کو کہ دلپذیر اُسکا تھا کہا ای شاہزادہ چونکہ اب ہمکو تمہارے ارشاد ہدایت بنیاد سے غیر امتثال کے صورت انکار کی کسی وجہ بہتر نہین معلوم ہوتی ہی اگر ایسی ہی مرضی شریف ہی تو بسم اللہ بیان کیا دیر ہی پس شاہزادہ عالی شان نے اُسی طرح کہ جس دھوم دھام سے اپنی شادی کی تھی وزیرزادہ کو بھی اُسی شان و شوکت و حشمت و تجمل کے ساتھ بیاہا اور کوئی دقیقہ دقیقون رسومات سے فروگذاشت نہ کیا شعر

	اُسی دھوم سے اور اُسی اوج سے ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم	اُسی شان سے اور اُسی فوج سے وہی سب تجمل وہی سب رسوم	

غرض جب اس شادی سے بھی فراغت کلی حاصل ہوئی اور زیب النسا و زیرزادہ خردمند سے
واصل ہوئی جی کو چین آیا دل نے قرار پایا خدا ابتغاے دلی مقاصد بر لایا شاہد مراد نے جلوہ
دکھایا زمانہ مفارقت کا بسر آیا شاہد وصل جامہ مین پھولا نہ سمایا محنت ٹھکانے لگی آفت
جانے لگی باغ مراد ونکا کھلا جنبش عشرت سے برگ تمنا ہلا غم و اندوہ نے دلون سے
کنارہ کیا ہلال امید نے اُفق مراد سے ابرو کا اشارہ کیا رات دن ساغر مرادکا گردش مین
تھا غم کا نشان کوسون نہ تھا پیدا ہر ایک کا کلیجہ ٹھنڈا اور دل محبت سے گرم تھا تخت سلیمان زوار
تھا اور حصول مراد دلی سے سروکار تھا القصہ ایکدن شاہزادی نے زیب النسا سے ہنسکر کہا
اے ری ابتو چھاتی ٹھنڈی ہوئی کہ یار بغل مین آیا مگر ایسی بھی کیا ہوس ہے کہ رات دن معلوم ہی
نہین ہوتی ابتو عیش رانی کی ایک ہی رات تو نہین ہے تمام عمر پڑی ہے نہو کہ خردمند بیچارہ کو جو سِل ہے
تو اور وہ گھل گھل کر ناحق مر جائے اعتدال شرط ہے کہا اُسنے ہان بی صاحب سچ فرماتی ہو تم
معلوم ہوا تم اپنے یار سے ایسی گریزان ہو جیسے آخر مین زلیخا یوسف سے تھی اور کیون نہو تمھین
نسیم ہوس نہین چھو گئی ہے یہ ہم ہی ہین کہ رات دن بنگلے کے کیواڑ دیے رہتے ہین اور غیر کو بار
نہین دیتے اُنکی آنکھین سیئے رہتے ہین جو خواصین آتی ہین اُنپر جھنجلاتے ہین ہمارا ہی ازار بند
کھلا رہتا ہے ہمارا ہی ڈنڈا ورون پہ مُنڈا رہتا ہے ہماری ہی ناف ہر روز ٹلتی ہے ہماری ہی جان صدمون
سے نکلتی ہے ہماری ہی ہر رات چلتی ہے ہماری ہی چھاتی مسلتی ہے ہماری ہی چوڑیان ٹوٹتی ہین
ہماری ہی آنکھین انتظار سے پھوٹتی ہین ہماری ہی آنکھون کا کاجل بکھرتا ہے ہمارا ہی سر ہر
روز میل سے نکھرتا ہے ہمارے ہی پلنگ کی چرچراہٹ آتی ہے ہمین کہتے ہین کہ اوموے جان جاتی ہے
بی صاحب خدا سے خیر مانگو اپنی بلا اور پہ نہ ڈالو اگر ایسے ہی جوش و خروش پہ تھین تو ایسے دھان پان
سے شخص کو کاہیکو پھانستی تھین کہ جسکا دو ہی دن مین رنگ زرد ہو گیا حلقے آنکھون مین پڑ گئے
مردنی مُنھ پہ چھا گئی کوئی جوارش و معجون مشتہی بھی مفرح القلوب سے بنوائیے والا یہ بیچارہ کوئی
دن کا مہمان ہے کشتی عمر کوئی آن مین گرداب طوفان خیر موت مین ہوتی روان ہے عمر بھر روؤ گی
جو اسکو ہاتھ سے کھوؤ گی دل کو خراش کرو گی پھر کوئی اور رانڈ کا سانڈ تلاش کرو گی ہم تمھارے
خیر خواہ ہین کچھ دشمن نہین کہ نقصان دیکھین اور چپ رہین ذرا ہوش مین آؤ اتنی نہ بہی جاؤ

ماہ منیر جل گئی اور کہنے لگی ای قحبہ مال زادی مین نے ایک بات کہی تو نے ہزار سنا ئین بڑی بے ادب اور گستاخ ہی تو خیر دمند کو دوا کی طرح پوڑیا ئین باندھ کر رکھ لے اور دیکھا کر جب گرسنگی شہوت غالب ہو بمنزلہ چورن ذرا سی کھایا کر دل کو سمجھایا کر آپ کو بچایا کر ہم آغوشی کا ذکر زبان پر نہ لایا کر غرض رات دن ایسی ہی چھیڑ چھاڑ ظرافت و مزاح سے رد و بدل چہل بنی رہتی تھی اور ایک سنتی دوسری کہتی تھی جب قریب ایک برس کے گذری تب ایکدن شاہزادہ نے وزیرزادہ سے صلاح لے کر ماہ منیر سے کہا ہر چند کہ حضرت ظل سبحانی نے ایسی پرورش مبذول حال ہمارے نہ فرمائی ہی کہ تمام عمر وطن کا نام زبان پر لاوین مگر انجام کار سپہر پیر یان سے چلنا ہی ہی اور ہمیشہ نہین رہنا اسواسطے اب دل ایسا چاہتا ہی کہ حضرت سے رخصت لیجیے اور طرف وطن مالوف کے تشریف لیجیے کیونکر کہ گھر اپنا ہی گھر ہوتا ہی اور نہ معلوم کہ ہمارے والدین کا حال ہماری غیبت مین کیا ہوا ہو آیا مثل یعقوب کے روتے روتے گوہر بصیرت کھو چکے ہین یا زندگانی سے ہاتھ دھو چکے ہین سنکر شاہزادی ایکدم تو سناٹے مین آ گئی آخر سوچ سمجھ کر کہنے لگی اگر مرضی آپ کی یون ہی ہی تو ہم تمھارے دامن سے لگے ہین جدھر جاؤگے ساتھ ہین بہتر ہی صبح اعلے حضرت سے اس تہیہ کو ظاہر کیجیے اور بموجب فرمان فیض بنیان حضرت پیر و مرشد قبلہ عالم کے بخوشی تمام وطن کی طرف سفر کیجیے القصہ رات تو یون حرف و حکایات مین کٹی اور جسدم میر قافلہ آفتاب کا کاروان سرا ے مشرق سے اسباب شعاعون کا دست بقچہ نور مین باندھ کر جادہ پیماے منزل روزنہ کا ہوا شاہزادہ دلپذیر نے حمام کر کے پوشاک شاہانہ پہن کر بار عام مین حاضر ہو کر بادشاہ والاشان کو آداب فرزندانہ کیا شاہ نے دعاے تزاید مراتب و تزائد حیات دیگر فرمایا کو میان شاہزادہ صاحب خوش ہو عرض کیا اقبال حضور سے اب تک خوش ہون بموجب ارشاد عالی کے بعد تذکرہ واذکار ادھر ادھر کے مافی الضمیر اپنے کو کہ مرکوز خاطر تھا مکمن قوۃ سے ظہور مین لایا شاہ اول تو دریاے حیرت مین ڈوبا بعدہ فرمایا ای شاہزادہ ہمارا منشا تو یہ تھا کہ اب تم یہان عیش و آرام کے ساتھ حیات مستعار کو بمنزل معہود پہونچاؤ اور کسی طرف نہ جاؤ لیکن چونکہ چلتے پیر کو کسی نے نہین روکا ہی تو ہم لاچار ہین توقع تھا کہ بعد ہمارے شبستان سلطنت کو شمع جلوس اپنے سے منور کروگے اور بار انصاف خلق کا اپنے ذمہ دھروگے یہ کہکر ارشاد کیا دستور اعظم کو کہ سامان سفر اور مایحتاج رہگذر بسرعت سریع تر تیار کرو اور انکی روانگی کی تدبیر دل مین دھرو ہنوز حکم ہی کی دیر تھی کہ والدزیب النسا دستور بین نے

تمام ساز و سامان بایستہ فراہم کیا اور شاہزادہ دلپذیر نے بھی کمر بند عزم سوے وطن مضبوط باندھا بادشاہ نے ہزاروں فیل کوہ پیکر صبا رفتار جواہرات سے بھرے ہوے اور لاکھوں اسپ برق کردار اور غلامان غلمان وش اور کنیزان حور شکل عنایت کیے اور جسدم سواری شاہزادہ کی تیار ہوئی بادشاہ مع آراکین خلافت و اساطین قصر مملکت وداع کو آئے اور جب کچھ اختیار نہ دیکھا آنکھوں مین آنسو بھر لائے پھر بادشاہ و وزیر نے ماہ منیر و زیب النسا کو بغل مین لیا اور رو رو کر کہا

اشعار

ہمنے سونپا تمھین خدا کو ہان — خیر سے جاؤ تم ہماری جان
ہم پہ آثار حشر ہونگے عیان — جبکہ آنکھون سے ہوگی تم پنہان
کچھ نہین اختیار یہان اپنا — آتش غم مین ہان مگر پھکنا
دل مین نہو ملول اصلا — سب کو ایکدن ہے ایسے ہی جانا
کسکو اسجا پہ پائداری ہے — سب کی ایک دن یون ہی تیاری ہے
تم تو جاتی ہو پر مرے ہمراہ — غم فرقت تمھارا ہے جانکاہ

غرض یہ کہکر وداع کیا اور دیدۂ دانستہ آنکھون پر پتھر رکھ لیا شہر مین ادنے واعلے اکو بڑا غم ہوا ہر ایک کا دل خانہ ماتم ہوا بادشاہ کی کمر لوٹ گئی عنان اختیار ہاتھ سے چھوٹ گئی مثل گل گریبان چاک کیا دل عشرت پرست کو غم سے دردناک کیا اور اندرون مشکوے معلے اکے عجب نوحہ وشیون برپا تھا کسی کی بات نہ سنائی دیتی تھی اور ہر ایک دامان حال گلہاے مضمون اس شعرون کی بھرلیتی تھی

مثنوی

لے گیا دلپذیر ماہ منیر — اے قسمت ہماری اور تقدیر
کسسے ہم غم کی جا کرین فریاد — کون ہے جو ہماری دیگا داد
بجھ گیا آج سلطنت کا چراغ — لالہ سان دل پہ رہگیا ایک داغ

حضور بادشاہ بیگم کا بلکنا سسکنا ہچکیان بھرنا ماتم سے شور و فغان کرنا خامہ مین کہان طاقت کہ تحریر کرے اور زبان کو کیا یارا کہ تقریر کرے القصہ جبدم شاہزادہ دلپذیر اور وزیرزادہ انکا مشیر شہر سے باہر نکلا اور نظرون سے خلقت کے غائب ہوا پریزاد کو فرمایا کہ ملک ہمارا معلوم نہین کسطرف ہے اور اسطرح چلینگے پریشان ہو جاینگی کیا تدبیر کیجیے عرض کیا اسنے غم نہ کھائیے اسباب ثقیل کا دھیان اصلا خاطر مبارک مین نہ لائیے ہم کسواسطے ہین جبھر آپ فرمائیے چندروز مین پہونچاتے ہین یہ کہکر ایک جگہ ٹھہرے اور پریزادون نے تخت رواں کی کلون کو سیدھا کیا اور پچون کو برابر کرکے اشارہ کیا کہ لو اب رونق افزا ہو جیے شاہزادہ اور ماہ منیر اور وزیرزادہ و زیب النسا چارون ایک ایک گوشہ پہ تخت کے بیٹھے اور کنیزان وغیرہ اور اوپر پریزادون کے

دوش پر اور دریائی گھوڑون پر سوار ہوئیان جب یہ مربع نشین ہوئے پریزاد نے تخت کی کل مروڑی اور پیچ کھولا وہ سیدھا آسمان کی طرف ہوا ہوا جب بقدر دس بارہ کوس بالائی کو پہونچا شاہزادہ نے جسطرف ارشاد کیا پریزاد نے اسطرف کی کل مروڑی اور وہ چلا ع صبا شد برق شد یا سحر شد تمام دنیا مثل صور مرئیات کے نظر آتی تھی اور کبھی جو نہایت تیز چلتا تو طبیعت گھبراتی تھی جہان کہین مقام پاکیزہ و دلکش اور فضاے خرم و خوش نظر آتا وہین شاہزادہ اتر آتا اور اگر مرغوب و دلچسپ پاتا دو ایک روز ٹھہر جاتا اور پھر چل کھڑا ہوتا اور کبھی جاگتا کبھی سوتا اسی طرح جنگل آبادی صحرا بستی شہر و بلدہ بحر و بر کا سیر کرتا ہوا امثال ابدال کے روز و شب روان تھا اور رات دن دورہ کرتا ہوا مانند گنبد زمردین فلک کے گردان تھا اسمین رمز و کنایہ و مزاح و ظرافت کا بازار گرم تھا اور ہر ایک کا پہلو سے مراد گرم صحبتی شاہد دلخواہ سے نرم تھا آئینہ صاف عارض ماہ منیر کا زانو پر رکھتا اور رخ حال اپنا ہر دم اسمین دیکھتا تھا اور خدنگ نظارہ کا ہدف رخسار پر پھینکتا تھا اور اسی طرح خردمند دانش پسند مثل بلبل شیدا کے گلزار رخسار زیب النسا سے کہ فی الواقع زیب النساء فردوس برین تھی گلہاے مقاصد چنتا اور گفتار نازش پردازاسکے سے جگر اسکا مثل کباب بھنتا قصہ مختصر بعد انقضاے ایک مہینے کے اپنی سلطنت کی سرحد نظر آنے لگی اور طبع ہمایون مثل تدرو کوہسار کے کھل کھلانے لگے ہاتھ پاؤن خوشی کے مارے پھول گئے پرورش والدین نصب العین ہوئی ہوش وحواس بھول گئے نسیم سحر سے غنچہ خاطر مثل گل باغ جنان شگفتہ ہوا و خس وخاشاک غمہاے دیرینہ فضاے دل سے بالکل رفتہ ہوا غرض کبھی تو مثل یوسف علیہ السلام جامہ مین پھولا نہ سماتا اور اپنی غربت پر نظر کر کے بے اختیار آنکھون مین آنسو بھر لاتا اور رو رو کر یہ ترانہ گاتا رباعی

اشک آتش حل کردہ ہی بجلی نالہ ایسے مرے داغ دل سے بھڑکی ہی آگ	ہر لخت جگر ہی آگ کا پرکالہ ہر دائرہ مثل شعلہ جوالہ

رباعی

حیران بیٹھے ہین گرد سارے مونس غربت مین ہوا ہی ضعف ایسا طاری	تصویر کی جسطرح کھینچی ہو مجلس نقطہ کی طرح دائرہ مین ہون بے حس

جب قریب تخت دار السلطنت کے پہونچا اور مکانات بادشاہی نظر آنے لگے ہوش جانے لگے شہر سے
باہر ایک میدان وسیع تھا وہان اُترکر دائرہ کیا دیکھا کہ تمام شہر ویران ہوگیا ہی اور ہر انسان کثرت
غم سے جان کھو رہا ہی قصر منظر کار آئینہ نگار ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہوگئے ہین آنکھون مین
آنسو ڈبڈبا آئے اور بے اختیار زبان پر لائے کہ افسوس ع خانہ خراب کردیا اس
دل کی چاہ نے ۔ القصہ جسوقت چار گھڑی دن باقی رہا لباس سپاہیانہ زیب تن کرکے
وزیرزادہ اور بہزاد کو ہمراہ لیا اور تمام اسباب و فوج بہزاد کو وہین چھوڑ دیا اور اسپ
برق رفتار صبا کردار پر سوار ہوکر شہر کی طرف چلا جسدم شہر پناہ مین داخل ہوا کسی نے
اُسکو نہ پہچانا اہل شہر اسکی شکل دیکھکر دنگ ہوگئے اور ہر ایک کے مُنھ کے رنگ گل فرنگ ہوگئے
اور مثل تصویر حیران ہوکر کہنے لگے کہ یہ کسی بادشاہ کا شہزادہ ہی ہمارے ملک کی سیر کو چلا آیا ہی
اور یہ دونون اسکے مصاحب ہین غرض آہستہ آہستہ چل کر بازار گئے چوک مین لوگون سے مستفسر ہوا
کہ تختگاہ یہان کے بادشاہ عالم پناہ کا کہان ہی ہم بھی دیکھینگے وہ جہان ہی لوگون نے کہا میان صاحب
تخت کا حال کیا پوچھتے ہو اعلے حضرت خود اندھے ہوگئے تخت الٹا پڑا ہی آپ کہان سے تشریف
لائے ہین اور یہان کیونکر آئے ہین بادشاہ سے کیا مطلب ہی پوچھنے کا کیا سبب ہی دلپذیر نے
تجاہل عارفانہ کہا ہم فلانے کشور کے رہنے والے ہین ہر گھاٹ کا پانی پینے والے ہین قدم سیاحت
سے جہان کو ناپا ہی ہر کشور کا نقشہ کاغذ پر اُتار کر چھاپا ہی جب یہان وارد ہوے تمام شہر کو مغموم
و دردناک پایا دل مین آیا کہ یہان کے بادشاہ کے وصف کے موتی آویزہ گوش خلق اللہ ہین
لوگ فتنہ سے مامون اور اُسکے عدل سے آگاہ ہین اُسکو دیکھا چاہیے پھر منزل مقاصد کی
راہ لیجیے لوگون نے سُنکر جواب دیا اُسطرف قبلہ سیدھے چلے جائیے یہان سے کچھ ہی دور مشکوے
و مجلسرائے شاہنشاہی ہی شہزادہ سُنکر آگے چلا اور دروازہ بارعام پر آکر کھڑا ہوا چوبدار نقیب
دربان لیساون کو بھی پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوے دیکھا کہ ہر ایک مجموعہ غم ہو رہا ہی کوئی پڑا
کوئی سو رہا ہی ایک سے آہستہ پوچھا کہ اعلے حضرت اسوقت کہان رونق افروز ہین اور کس جگہ
عشرت اندوز ہین کہا عشرت تو خدا جب نصیب کرے یہ پوچھیے کہ کس ماتمکدہ مین نوحہ گر ہین
گریبان در ہین حلقہ مارے احد کو ہر دم پکارے ہین اور آپ کا مافی الضمیر کیا ہی شہزادہ نے کہا

ہم مشتاق ملاقات کے ہین اور منتظر حرف و حکایات کے اُسنے حضور اعلے مین دست بستہ حاضر ہو کر عرض کیا حضور اعلے کوئی مسافر نووارد در دولت بار عام پہ استادہ ہے اور خاطر مین حضور کی قدمبوسی کا ارادہ ہے جوان سادہ ہے نہ معلوم کسکا فرستادہ غم سے آزادہ ہے مثل سرو پیادہ ہے سبزۂ نوع داغدار دمیدہ ہے جوانی کا آب کشیدہ ہے جبین پہ شجاعت کا باران تمسّخ ندیدہ ہے سخاوت مین حاتم کا دستگیر ہے حسن و جمال مین بے نظیر ہے آسمان حلم کا بدر منیر ہے بادشاہ نے یہ سُنکر سر اُٹھایا اور ایک اہ ٹھنڈھی بھر کر فرمایا مین ملاقات کے قابل کہان رہا مثل نقش پا ہون کہ جہان بیٹھا وہان رہا مجھے زندگی خود وبال ہے کسی کے ملنے کا کب خیال ہے سینہ آتش غم سے داغدار ہے جگر مین رنج کا خلیدہ خار ہے موت کا طلبگار ہون زیست سے بیزار ہون مگر خیر آیا ہے تو لے آ تو نا محروم نہ جائے دو نقیب یہ سُنکر باہر آیا اور شاہزادہ کو آکر سُنایا میانصاحب تشریف لیچلیے حضور اعلے کے قدم بوسی حاصل کیجیے یہ سنکر شہزادہ بہزار دشواری آپ کو ضبط کیے ہوئے اپنیت فراموش بیگانگی سے ربط کیے ہوئے وزیرزادہ اور بریزاد کو ہمراہ لے کر بار عام مین داخل ہوا اور دیکھا اپنے قبلہ و کعبہ حقیقی کو لمحہ خوش اور دیر دایرہ غم کا واصل ہوا دیکھا کہ تمام مکانات کہنہ شکستہ ہو رہے ہین اور ادنے واعلے کے بخت سو رہے ہین تخت ایک طرف پڑا ہے درون کا پردہ کہین گرا کہین اڑا ہے فرش مندر سے گستردہ ہے تصویر قالین کا رخ پژمردہ ہے لوگ میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے نزدیک و دور ادب سے ہاتھ باندھے خاموش کھڑے ہین پاؤن مین حیرت کی بیڑیان گلے مین غم کے طوق پڑے ہین کوئی کسی سے نہ بولتا ہے نہ چالتا ہے اگر بکڑا ہے اصلا نہ آپ کو سنبھالتا ہے درد کے دریا مین ڈوبے ہین آفت کے کشودن مین کو دے ہین آنکھین نیچے کیے ہوئے چپ خاموش رو رہے ہین اکثر گوہر بینائی کو کھو رہے ہین کوئی کلیجہ پہ ہاتھ رکھے اسمان کو تکتا ہے کوئی زمین کرید کر جی ہی جی مین سسکتا ہے بلکتا ہے درو دیوار پہ اداسی چھا رہی ہے رنجش غم ہر ایک کے دل کو کھا رہی ہے زبان اصلا گویائی سے آشنا نہین ہے سوا خاموشی کے کوئی جا نہین ہے رقت کا مینھ برس رہا ہے بخار دروغی سے بدن جھلس رہا ہے اور اُنکے درمیان بادشاہ عالیجاہ ایک پرانی مسند پہ بیٹھے ہوئے رونق آرا ہین سر کو زانو پہ رکھے ہوئے دل گرفتار غم فرزند مین لاغری سے پسلیان بدن پہ نمایان ہین دل بریان جگر سوزان مرغ بسمل کی طرح نیم جان ہین آنکھون مین آنسو ڈبڈبا رہے ہین کثرت قلق سے

کلیجہ کو کھا رہے ہین غش کی حالت طاری ہر سناٹے کا عالم جاری ہر خاموش مثل تصویر ہین آہ پنجہ تقدیر ہین آنکھون مین حلقہ نمودار ہین پہلو مین رنج کے غلیدہ خار ہین ہر دم رومال سے آنسو پونچھتے ہین غلبہ شدت درد سے بال نوچتے ہین بدر جمال باکمال پر زوال ہر دمبدم شہزادہ کا خیال ہر موت پیاری زیست وبال ہر ایک طرف کو دھیان لگ رہا ہر کلیجہ غم کی آگ پر سُلگ رہا ہر ہوش حواس باختہ ہین متاع خرد بباد انداختہ ہین ہر دم لب پر فریاد ہر عیش و عشرت برباد ہر کبھی جو سر اٹھاتے ہین یہ کلمات زبان پر لاتے ہین ای خدا تیری ذات مجیب الدعوات ہر صابر کے تو ساتھ ہر مدت سی مین غمناک ہون دنیا کے جھگڑے سے پاک ہون شہزادہ دلپذیر کو تجھسے چاہتا ہون کثرت غم سے کراہتا ہون قرآن مین یہ آیا ہر تو نے آپ فرمایا ہر لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اس سے ناامید ہوئے گمراہ تیری قدرت سے کچھ دور نہین الاہمکو مقدور نہین ایکبار اُسکو دیکھ لون پھر جیون یا مرون روتے روتے نور چشم سے کھو بیٹھا زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا تو ملاوے تو کیا عجب ہین تو اُسکو رو بیٹھا اور اسی طرح وزیر اعظم والد خردمند شاہ کے متصل بیٹھا ہر غم سے مثل مار اینٹھا ہر سکوت کے دریا مین شناور ہر فوج غم و قلق کا یاور ہر شہزادہ دیکھکر یہ حال حیران ہوا مثل تصویر بیجان ہوا آسمان کی طرف منھ کیا لوگون کو یہ پیام دیا کہ ای قادر ذوالجلال عجب ہر تیری قدرت ہر باکمال کیا ہی مرقع تو نے غم کا کھینچا ہر ہر ایک کو درد و الم کی جنتری مین اینچا ہر غرض آگے بڑھکر آداب بجا لایا بادشاہ نے سر اُٹھا کر فرمایا آؤ بابا مسافر کہان سے آئے تم دست بستہ عرض کیا حضور کا نام سُنکر حاضر ہوا کہا ہمارا نام تو خاک مین مل گیا اپنا یوسف چہ بچاہ بابل گیا کہان سے تمہارا آنا ہوا کس کشور مین تمہارا پیدایش خانہ ہوا کہا فلانے ملک کا باشندہ ہون ہر کشور کا دوندہ ہون آپ پر ایسا کیا غم ہر جو تمام شہر خانہ ماتم ہر ہر ایک کے دل مین غم جوش ہر ہر ایک کالب مثل تصویر خاموش ہر کسی کی زبان پر نہ حرف و حکایات ہر اگرچہ انسان ہر مگر بدتر از جمادات ہر کون سے حادثہ فلک نے تمکو ستایا ہر یہ دل بادل غم کا کہان سے اُتر آیا ہر تمھین دیکھنے سے قلق آتا ہر دل گھبراتا ہر کلیجہ پھٹا جاتا ہر رنگ چہرہ کا کملاتا ہر اگرچہ خاکسار ہون لیکن حضور سے امیدوار ہون اس ماجرا سے شنگرف سے آگاہ کیجیے دل متحیر کی داد دیجیے تمام ربع مسکون چھانا ہر ایسے ماتمکدہ کا دلگیر کہین نہ پایا ہر بادشاہ یہ سنکر روئے تار موتی ریش مبارک مین موتی آنسوون کے پر دے

کہا اس یابا شعر

کیا پوچھتے ہو مجھسے مین ہو رہا ہون مضطر دو دن کی زندگی پر میری یہ اب بلا ہر	دنیا مین کوئی ڈھونڈے مجھسا تو ہو گا کمتر آتش کے غم کے میرا سینہ جلا بجھتا ہر

بعد انقضاے ایام شباب جب سیاہی موے جواب دیا اور لشکر سفیدی نے اقلیم رخ پر دیرہ کیا مدت جناب الٰہی مین تضرع وزاری کی جب واہب العطیات نے جائزہ اجابت زیب بر و دوش کیا شبستان امانی وامال شمع شب افروز فرزند ارجمند سے منور وروشن ہوا اور نسیم افضال الٰہی سے شگفتہ وسرسبز مراد کا گلشن ہوا دل غمگین شاد ملک ویران آباد ہوا باغ سلطنت گلہاے عیش سے پھولا پھلا فضاے غم واندوہ لشکر شادمانی سے رلا دلاجب وہ نونہال چمن خلافت آبیاری فضل و کرم خداوند حقیقی سے تروتازہ ہوا اور مہد طفولیت سے نکل کر حد بلوغیت ومتانت تک پہونچا ست مین بلندا وارد ہوا حسب اتفاق اکیر روہ نورِ دیدہ سلطنت وزیر زادہ خردمند کو کہ وزیر اعظم کا نور نظر لخت جگر تھا اور ہمزاد وہم بستر ساتھ لے کر سیر وشکار کو گیا تب سے اسکا کچھ حال معلوم نہین کہ کس صیاد دبلا وغم کا شکار ہوا تمام جہان چھان مارا مگر اسکے سراغ کا کہین نہ چمکا ستارا واللہ اعلم بالصواب کہ پنجہ قضا کا گرفتار یا کسی دیو وپری دام و دد کا شکار ہوا ناچار مایوسی ونومیدی دامنگیر ہوئی اور طبیعت متردد دام غم کی اسیر شعر

سراغ ملتا ہی اسکا کہین نہ اب زنہار	اگرچہ ڈھونڈا ابر و در و دشت اور کوہسار

بدرجہ لاچاری امور سلطنت اور کامروائی سے ہاتھ دھوکر لباس ماتم ورنج ودرد وغم والم زیب بر کیا اور گریہ وزاری وآہ ونالہ سے زمین وآسمان کو زیر وزبر کیا آج تمھاری صورت دیکھنے سے کچھ دل کو ٹھنڈک حاصل ہوئی طبع رنج سے دور مسرت سے واصل ہوے خدا جانے وہ دن آئینگے کہ وہ یوسف ثانی شکل دکھاوین چشم کور ہماری کو حضرت یعقوب کے مانند روشن کرینگے سینہ داغدار کو شگفتگی گلہاے عیش وسرور سے رشک گلشن کرینگے یا ہم گھٹ گھٹ کر فرط غم سے یون ہین مرجائینگے داغ حسرت جگر آرزو پہ دھر جائینگے باعث غم والم ودرد ورنج وحسرت ومصیبت ہماری کا یہ ہر کہ ظاہر کیا کیا بارہا خاطر مین آیا کہ اس جینے سے مرنا بہتر دنیا سے گذرنا بہتر زہر کھاکر مریئے جہان سے گذریئے مگر جب پیس وپیش آتا ہی کہ حرام موت مرنا کسی ملت ومذاہب مین روا نہین اور مرنا بے قضا نہین یہ کہکر

سلطان عالی شان کی چشم سے اشک جاری ہوئے اور بدستور عالم سکوت مین آگئے

ابیات

ارے ساقی مئ احمر پلا دے | نشہ مین یار کا چہرہ دکھا دے
ہوئی مدت کہ مین اُس سے جدا ہون | بظاہر زندہ باطن مین موا ہون
جو بچھڑا ہی اُسسے ملا کر اب مین | کہانی کا کرون ظاہر سبب مین
تمام اُسکو کرون با حسن تدبیر | فضول اب طول مین بالکل ہی تقریر

داستان بیچ بیان ملاقات کرنا شاہزادہ دلپذیر کا اپنے والد بزرگوار سے اور جلوس فرمانا اُسکا تخت سلطنت پر اور تمام ہونا کہانی کا

غواصان دریاے معانی شہسواران میدان نکتہ دانی عروس رعنا قد داستان کو خلوت صفحہ قرطاس مین ہر سفت کرکے اسطرح جلوہ گر کیا ہے کہ جسدم شاہزادہ دلپذیر نے تمام احوال رنج و ملال بادشاہ عالیجاہ کا گوش زد کیا بے اختیار چشم دیدار طلب سے دریاے اشک کا بہا دیا اور مودبانہ دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ عالم حاشیہ نشینان بساط میمنت نشاط غم و الم کو خاطر مبارک سے دور

فرماوین اور شدت درد و رنج سے دل فیض منزل کو نہ رنجور فرماوین اور خدا کے فضل و کرم پر بھروسا رکھین کہ جسنے اُسے گنوایا ہے ایکدن ملا ہی دیگا آپ کا حال زار دیکھنے سے ہمارا دل بیقرار ہوا جینا ناگوار ہوا ذات خداوند مجیب الدعوات پر عجب نہین کہ دعا سے عروس تمناے دلی مقربان درگاہ والا کو نور اجابت کا زیب بر و دوش فرماکر جلوہ نماے منصہ ظہور کرے اور شاہد ارزوے قلبی ارباب نکاح محفل فیض منزل سے آغوش خالی بھرے کوکب بخت آسمان تمنا پر نمایان ہو شب ماتم و رنج و محن نظر سے پنہان ہو یہ کہکر شاہزادہ نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور خدا کی درگاہ مین دعا کی اور ایک اسم شاہ صاحب کا بتایا ہوا بادشاہ کی آنکھون پر پھونکا اسی دم روشن ہو گئین شاہزادہ قدمون پر گرا کہ وہ برگشتہ بخت فرزند حضور اعلے کا مین ہی ہون آنکھین کھولیے قدرت ایزد کا تماشا دیکھیے بادشاہ یہ سُنکر سکتہ کے عالم مین آئے اور دلپذیر بیٹے بھی بیہوش ہو کر پانون پھیلائے لوگون نے گلاب چھڑکا لخلخہ سونگھوائے تب اُنکو ہوش آئے باہم بغلگیر ہوئے اور آپس مین لپٹ گئے گویا دو شاخ باہم چپٹ گئے آنکھون سے فوارے چھوٹنے لگے سینے دھڑکتے تھے دم ٹوٹنے لگے لوگون نے ہجوم کیا شاد دل مغموم کیا دو تین گھڑی تک یہ عالم رہا کہ ہچکی بندھی تھی ملک الموت کو دم دیتے تھے بادشاہ ہر بار آنکھ کھولتے شاہزادہ کو دیکھتے ڈبڈبا کر رہ جاتے جان کھوتے جاتی تھی نکالے مثل ماہی بیجان تڑپتے اور اسی طرح خرد مند باپ سے ملا اُسکا بھی یہی حال ہوا غرض جب خبر عام ہوئی مشہور از روم تا شام ہوئی شہر مین شور پڑا کہ شاہزادہ دلپذیر جو گم گیا تھا آیا بار عام مین کھرام مچا حیرت کا سامان رچا جسنے سنا دوڑا آیا ارکان دولت و امیران والامنزلت نے جب دیکھا کہ ایسا نہو حضور اعلے شادی مرگ ہو جائین اور لینے کے دینے پڑین بہزار دشواری جدا کیا مگر دریاے الفت موجزن تھا

شعر

ایسے بچھڑے ہوے ملتے ہین کہین اے ناسخ		ایک سیلاب وہ نہ چھٹانے سے کبھی چھٹتے ہین

انجام کار جب ہنگامہ رونے دھونے کا فرو ہوا بادشاہ نے شاہزادہ کو بغل مین لیا بار بار سر ماتھا چوما مثل طائر قبلہ نما آس پاس اُسکے گھوما رنج و غم خوشی سے بدل ہوا چشم درد و غم مین پیدا اسپل ہوا خانہ ویران دل آباد ہوا دنے سے اعلے تک شاد ہوا آنکھون مین نور سینہ مین سرور آیا جب چشم دل کا نور پایا شادیانہ بجنے لگے دھوم سے گرجنے لگے غنچہ دل بستہ خاطر شگفتہ

غم دیرینہ خاطر سے نہفتہ ہوا اعلیٰ حضرت شاہزادہ کو چھاتی لگاتے شکر خدا ادا کرتے ناک زمین پر رگڑتے اور کہتے

شعر

آج سب ملکے ہمین دیو و مبارکبادی	ہمکو زندان الم سے ہی ہوئی آزادی

تمام شہر مین ندائے منادی بلند ہوئی کہ ادنے واعلے و صغیر و شریف خرد و بزرگ امیر و فقیر و طفل و جوان و پیر اپنے اپنے دروازون پر نوبت شادی رکھاوین اور چالیس دن تک شادیانہ بجاوین رعایا کو ایک سال کا حاصل معاف ہی ہر ایک کے منھ پر چار چار چاند نمایان ہر شخص جگر شادان تھے

شعر

ہر طرف غل تھا مبارکباد کا	جلوہ گر تھا قد جو اس شمشاد کا
کوئی لیتا تھا بلائین بار بار	کوئی کرتا در جان اسپر نثار
کوئی قدمون پہ گرا بیہوش تھا	بادۂ عشرت سے کوئی مدہوش تھا

بلبل عیش و سرور گلبن مراد پر چہچہہ پرداز اور قمری مسرت موفور شاخ سرو مقصود پر کو کو ساز تھی جب بعد دوپہر کے وہ ہنگامہ فرو ہوا شاہزادہ والدہ ماجدہ کی قدمبوسی کے واسطے اندرون مشکوی معلے سر سے قدم کر کے حاضر ہوا دیکھا کہ حضور اعلے سے بھی زیادہ تر چار موجہ بحر غم و رنج مین غرق تا فرق ہر اسمین سر مو نہ فرق ہی بے اختیار قدمون پر گرا اُسنے رو رو کر چھاتی سے لگایا آنکھون سے طوفان برسایا شاہزادہ بھی تاب نہ لایا بے اختیار چلایا اور باہم اسطرح سوز و گداز درونی سے بین کرنے لگے کہ سُننے والے بے موت مرنے لگے آخر بعد دیر کے آنسو تھمے باغ دلون مین نہال عیش و خرمی کے جمے پھر ہر ایک خواص و امیرزادی و دایہ ددا آیا نانے آکر دعا دی سلام کیا اور گوہر اشک رونمائی مین دیا محل مین رول چہل مچی شادیانہ بجنے لگے گویا حضرت رعد گرجنے لگے غم و الم خواب و خیال ہوئے غم کے کھیت فوج خوشی سے پامال ہوئے آخر شاہزادہ دولت سرا سے برآمد ہوا اور حضور اعلے کے روبرو باادب کرسی پر بیٹھا اور حسب ارشاد وزیرزادہ خردمند اٹھا کہ شاہزادی ماہ منیر کو مع پریزاد و سرداران پریون کو واسطے سلامی و مجرے اعلے حضرت کے حاضر لاوے بادشاہ نے جب یہ حال سُنا آپ استقبال کے واسطے چلا اور دو رویہ فوج کو آراستہ کھڑا کیا جب وزیرزادہ وہان پہونچا ماہ منیر اور زیب النسا کو محافۂ مرصع کار جواہر نگار مین سوار کیا اور لشکر پریزاد کا ہمراہ لیا

جب سواری سامنے اعلےحضرت کے آئی جان بدن مین پہولے نہ سمائی غرض بڑے تزک و احتشام
سے ڈنکا روشن چوکی تاشہ مرفہ دھونسا بجتا ہوا سوارون کے پرے برابر برابر کچہہ ادہر کچہہ اودہر
دروازۂ قلعہ مبارک تک داخل ہوے اور ساتون دروازہ طے کر کے درخاص مشکوے معلے پر پہونچے
سوار و پیادہ واپس آئے بادشاہ بیگم نے ماہ منیر کو اُتارا اور اُسکے نور جمال سے روشن ہوا گھر سارا
اودھر زیب النسا کو خردمند اپنے مکان مین لایا اور والدین کا کلیجہ ٹھنڈا دل بیقرار کو قرار آیا اور اودھر
بادشاہ بیگم نے بہو کو چھاتی سے لگایا محل مین دوبارہ مبارک سلامت کی آواز بلند ہوئی طبع عمناک
ہر ایک کی خرم و خرسند ہوئی والدین نے جگر افگار سوزن عیش سے سیا بہو کو گھر رونمائی مین دیا طالع
خفتہ بیدار بخت خوابیدہ ہوشیار ہوا ہر دم صورت لڑکی صورت اُسکی دیکھ کر حیران ہوتی تھی بلائین
لے کر قربان ہوتی تھی کہ نقاش ازل نے صفحۂ موجودات پر قلم قدرت سے نقش ثانی بھی اسکا کھینچا ہے
یا اِسی کے نقشہ کو خیبری طاق مین اینچا ہے حور اُسکی کنیزگی کی سزاوار زلیخا اُسکی ادنے پرستار الغرض
بیٹے کے ملنے کے تصدق مین بادشاہ والاجاہ نے یہان تک روپیہ اشرفی جواہر گوہر لعل و زمرد
یاقوت مرجان نثار کیا کہ ادنے ادنے فقیر و گدا و محتاج کو مثل گل زردار کیا کیسہ امید طمع کی تھیلی
برآمد مدعاے دلخواہ سے لبریز ہوگئے اور کشت تمناے اہل حوایج آبیاری جود و نوال سے
شادابی خیز و خرمی انگیز ہوئے یہانتک زر اٹھایا کہ گنج قارون نے پہلو چرایا ارباب نشاط و اہل ساز
دامن تمنا زر و دینار سے پر کرکے پہلوے گنجور شایگان کا دبایا **شعر**

نظر جسطرف دوڑتی اُسطرف	نہ سنتے ہی وان غیر آواز دف

الغرض تمام قلمرو سر نو سے آباد ہوئی خاطر غمدیدہ شاد ہوئی **شعر**

تذرو نغمہ بر لب آشیان ساخت	ترنم خانہ در کام و زبان ساخت
ہوا را ز امتزاج نغمہ ان حال	کہ موسیقار ساز د مرغ را بال

جب چالیس روز پورے ہوے اور گل عیش و عشرت دستار الفراغ جشن پر رکھا اعلےحضرت
نے وزیر اعظم سے مشورہ کیا کہ حق تعالے نے چراغ کشتہ شبستان مراد مین پھر روشن کیا اور جمال
نور آگین اُسکے سے منور امید کا مسکن کیا عمر سو برس سے تجاوز کر گئی پیغام موت صبح و شام مین
سنا چاہتا ہون دلمین سلطنت کی ہوس نہین رہی ہے یہی سمائی ہے کہ شہزادہ کو اورنگ خلافت پر

جلوس فرماکر دن اور تاج سلطنت اُسکے سر پر دھرون اور آپ یاد الٰہی مین زاویہ نشین ہون کہ
باقی عمر رائیگان نہ جاے عروج ماہ مین نجومیون کو طلب کرکے اچھی ساعت مقرر کرد شہزادہ کو
تخت پر بٹھاؤ تاج حکمرانی اُسکے سر پر دھرو اور تو بھی اپنے عہدہ پر خردمند کو سرفراز کر کلاہ وزارت
اُسکے سر پر دھر دستور اعظم دست بستہ اداب بجالاکر عرض پرداز ہوا اگر دوران شوم حضور اعلے
یہ تجویز عین قرین صلاح ہے اور نہایت مستحسن کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے حضور اعلے کے روبرو ہوجاے
ع زندگانی کا کیا بھروسا ہے ۔ پس جب ہلال مبارک فال نے چہرہ نورانی اپنا افق چرخ برین سے
منتظرون کو دکھایا وزیر اعظم نے اہل تنجیم کو بلایا اُنھون نے اپنا اپنا بچار کرکے نیک دن نیک
ساعت مقرر کی اور بادشاہ نے ساز و سامان جلوس موجود مہیا کرکے شاہزادہ والا تبار کو
تخت خلافت پر بٹھایا اور تاج جواہر نگار اُسکے سر پر رکھا اور پہلے آپ نذر گذرانی اور مبارکباد کی

صدا بلند کی کہ مثنوی

تجکو یہ تخت ہو مبارکباد
باغ ہستی مین تو شگفتہ ہو

تری خاطر ہو رنج سے آزاد
درد دل سے تری نہفتہ ہو

بعد تمام ارکین دولت خلافت نے نذرین گذرانین اور خلعتین ثمین و زرین زیب بر و دوش
کین ملک آباد ہوا مانند شاہ ہوا زمین زر اُگلنے لگی صدف تہ دریا سے نکلنے لگی باغ پھلے پھولے
یہ تہ جنگل کا بسیرا چھوٹا تھوڑے عرصہ مین آبیاری انصاف اسکے سے گلستان جہان سرسبز و
خرم ہوا اور جریش جود و نوال سے ہر گدا منعم ہوا چور دزراق کا نام نہ رہا ٹھگ گنٹھ کٹے کا
بخیر انجام نہ رہا قافلہ بیدھڑک چلنے لگا وقت بیوقت نکلنے لگا صدمہ خوف عدل سے شیر بھیڑون
کا پاسبان اور گرگ نیر و میش کا نگہبان ہوا زلف اگر کسی کا دل پھانسنے کو یا دراز کرتی مقراض
انصاف وہین اسکے بال کترتی دار الضرب مین زر بخشش اس سکہ سے مسکوک ہوا فارغ البال
ہر مفلوک ہوا سکہ

زدہ سکہ شہزادہ دلپذیر	بعالم چو بر چرخ ماہ منیر

القصہ چند سال مین تمام ملک محروسہ و قلمرو موروثہ کا ایسا بندوبست کیا کہ ہر ایک راضی ہوا
اور حضور اعلےٰ حضرت عبادت معبود مین مصروف ہوے اور اصلا دنیا کی طرف نہ مشغوف ہوئے
بعد و شاہزادہ دلپذیر نے پریزاد کو طلب فرما کے ارشاد کیا کہ اب دل ایسا چاہتا ہی کہ تمکو رخصت
کرون کسواسطے کہ حضرت شاہ صاحب کی عنایات و دعا و ہمت سے سب کام تمہارا واقعی انجام
کو پہونچے اسنے عرض کیا اگر رکھیے و اگر رخصت کیجیے ہم دونون باتون مین فرمان بردار ہین
یہ سنکر شاہزادہ نے ایک عرضداشت منطوی تمام احوال اپنے کے اور شاہ کی عنایات مبذول
فرمانے کی لکھکر پریزاد کے حوالہ کی اور اسکو بہت راضی و خوشنود کر کے رخصت کیا اور دنیا مین
بحصول کام دلی حیات مستعار بسر کرنے لگا رات کو حدیقہ وصال ماہ منیر سے گلہاے آرزو دامن
تمنا مین بھرتا اور دن کو انصاف عباد اللہ کرتا جہان زیر نگین تھا اور طالع سعادت قرین جیسا
چاہتا ویسا ہی ظہور مین آتا وزیرزادہ خردمند امور خلافت مین نقیر سے قطمیر تک مشیر و ظہیر تھا
یہ وزیر تھا بادشاہ دلپذیر تھا خداوندا جس طرح وہ نونہال باغ سلطنت کا آبپاشی فضل و
کرم تیرے سے چمنستان جہان مین بارور و شگفتہ و خندان ہوا اسی طرح ریاض امید محرک
سلسلہ انامل نقیر کاتب الحروف کا حدیقہ دنیا مین شگفتگی گلہاے مراد سے تازہ و تر و رشک
روضہ رضوان ہو جب تک آسمان کو گردش زمین کو قرار رہے نام گرامی انکا اس داستان مین

پایدار رہے عروس تمنا ہم آغوش شاہد آرزو مدام ہم دوش رہے اسکی چشم حاسد کے میل نیل قہر تیرے سے نابینا اور پنجہ غضب تیرے چاک اُسکے بدخواہ کا سینہ ہو مصرع زرین دعا با براجابت منت بسیار باد + ابیات

پلا ساقیا آخری ایک جام	کہانی کا دور ہوا اب تمام
تیری مہر کو پی کر مین خاموش ہوں	زیادہ نہ قصہ کو اب طول دون
نہ لکھنے سے اِسکے سروکار تھا	طبیعت سے لیکن مین لاچار تھا
خلش دل مین رہتی تھی شام و سحر	کہ صورت کوئی ایسی آئے نظر
کہ جس سے لکھی جائے یہ داستان	طبیعت محبون کی ہو شادمان
سو فضل خدا آج شامل ہوا	کہ آغاز و انجام کامل ہوا
جو پڑھ کر کے اُسکو کوئی حظ اُٹھالے	تمنا ہے اپنی زبان پر یہ لاسکے
کہ اے مالک الملک دنیا و دین	مکلف کے ہو اُسکے عشرت قرین
جہان مین رہے داستان یہ مدام	بحق محمد علیہ السلام
عنان قلم تائب اب جلد تھام	کہ بس ہو چکا یہ فسانہ تمام

قطعہ تاریخ

مرتب ہو چکا جب یہ فسانہ	خرد نے سال کی دی اسکی تکلیف
سر دانش سے بولا ہاتف غیب	عجب قصہ کیا تائب نے تالیف

۱۲۹۰ھ

تقریظ میر احمد رضا بلگرامی

۲- مارچ ۱۸۷۳ء مطابق ۲۳- محرم الحرام ۱۲۹۰ ہجری یوم سہ شنبہ آج یہ فسانہ دلپذیر رشک ماہ منیر بعنایت الغایت واقف رموز خفی و جلی حافظ میر باسط علی صاحب صانہ اللہ عن المصائب مطالعہ حقیر فقیر مین گذرا دل غم دوست نے لطف اٹھایا سواد فسانہ عجائب کو بالکل بھولایا عجب بزم ہے طرفہ رزم ہے جہان وحشت کا ذکر ہے عجائب ہی عجائب ہے جہان دھلل کا بیان ہر طرفہ سامان ہے ہیچ ہر اہل کمال سے جہان خالی نہین بلکہ کوئی مقام کوئی دیار کوئی زمانہ خالی نہین خدا خود فرماتا ہے قران مین آیا ہے فضلنا بعضکم علے بعض اور یہی ہے کہ شان خلاق جب

درود پڑھے اور چپ رہے تحریر پیوستہ صدر + نمقہ بندہ میر احمد رضا عفی عنہ سلک سکنہ بلگرام اوستے تلمیذ شاعر نازک خیال منشی شیخ محمد زکی صاحب مرحوم بلگرامی

بعنایت بہار پیرائے گلزار روزگار در شروع فصل بہار سنہ ۱۲۹۶ ہجری نغمہ آرائے بلبل قلم مغفور سراپا قصور گلستان بخزان فسانہ دلپذیر حسب نظم

عندلیب ہزار داستان خامہ دو زبان کا غنچہ خاطر بستہ خار خار حسرت سے برنگ برگ گل افگار تھا اور مانند اوراق اشجار خزان دیدہ کے سراپا جمعیت اسکی کا نہایت پریشان تھا ہزار رنگ سے چمنستان سخن کو بال کوشش سے پروا کرکے چشم کو دکھایا مگر کوئی پھول رنگ و بوے ثبات و قرار رکھنے والا اس گلزار مین نہ پایا آخر جو بندہ ہر صرہ یا بندہ ہر نسیم فضل باغبان دو جہان سے غنچہ مقصود مراد اسکے کا کھل گیا شاہد گلگون قبائے گل حقیقت لگا خانہ یار کا شانہ زمانہ مین مل گیا گلزار جہان مین چمنستان جہان نظر آیا نخل مقصد اسکے مین بہتر ثمر آیا یعنے فسانہ دلپذیر رنگین تحریر کہ گلزار نسیم و نسیم گلزار اسکے سو بر جو بر بوتخمیر ہوا و فسانہ عجائب کو اقحوان جانکر اس سے عجب پذیر ہر کلبدنان رنگین ادایان گل افسانون رنگ رخ اسکے دلربایان غنچہ دہن بہار پیرہن فقرات سلسلہ چہرہ سے بے رنگ بوق ہوے جاتے ہین اور جتنے رنگین خیال بہار تمثال ہین اسکی عبارات بہاین سمات کی حسرت سے مثال کتان مہتابی کے سینہ شق ہوے جاتے ہین لقب لطیف گل گلستان معرفت قمری سروستان بلاغت طوطی شکر شکن شکرستان فصاحت بہار پیدا کرنے والا بستان خیالات فارسی نصیرانی ہمراہی مردگان اردو کو جہان کے حق مین ہوا سے مضمون اسکی کی جو اب زندگانی معلم ثانی کا نائب احمد علیخان تائب خوش باش ... دلکشائے بہار بنیاد سیوشیدا باد کہ ناظمان زمانہ کی نظم اسکی نظم سراپا نظم سے بے نظم نہایت اور شاعر عصر اسکے معرکہ نثر مین نقطہ سے سپر انداز بدرجہ غایت جو اسکی نظر مین سمایا خود آ بہارستان چین سے چین بچین ہوا گلرخان چمن خلخ دو نوشاد سے ناشاد واندوہگین ہوا گلزار فرخار سے خار خار الم پاے دلمین توڑا گلستان آسمان کے گلون سے منہ موڑا حقیقت مین جبکہ سیلا بین چمن زار زیبا نگار بہشت برین صحب بہار آفرین نظر مین آدین تو بیلے زیب و رنگ

گلبن مجاز کے گل کب آنکھون مین سماوین نظم

فسانہ دلپذیر عقل کل ہی
بیاض اُسکی فروغ طور سمجھو
سیہی صورت عبارت دلربا ہی
ہی نظم و نثر کا معشوق طناز
ہو دیکھے شمع رو دیوانہ ہو جائے
قلم میرے سے کب اُسکی ثنا ہو
غفور اب روک لے اپنے قلم کو
کہ ہی مُنھ چھوٹا بجد ہی بڑی بات
مدح گل کی بھلا سوسن سے کب ہو
خدا مقبول کر اُسکو جہان مین

کہ فردوس فراست کا یہ گل ہی
سیاہی مشک زلف حور سمجھو
یہ دل لینے کی کیا اچھی ادا ہی
سمجھو نسے ہی نرالا اسکا انداز
ہر دانش جلے پروانہ ہو جائے
کہان طاقت جو وصف اسکا ادا ہو
نہی طاقت صفت کی اُسکے دم کو
تو پھر کیسے ادا ہو اُس سے ہیہات
سراسر گو زبان برگ اُسکا سب ہو
مکان اُسکا رہے سب کی زبان مین

بقلم بندہ غفور علی ساکن مئو رشید آباد ضلع فرخ آباد محلہ کٹرہ رحمت خان فقط

خاتمۃ الطبع

پس از حمد و نعت سینہ ریشان دشتۂ عشق والم اور برشتہ جگران داغ الفت و غم کو نوید مسرت افزا کہ اس زمان فرحت اقتران مین تحفۂ بزم یاران مشتاق مرہم زخم دلہاے عشاق۔ بدرقۂ رہروان بادیہ محبت رفیق بے سپران وادی وحشت مطبوع طبائع صغیر و کبیر موسوم بہ فسانۂ دلپذیر جسکو شاعر ہمہ دان محسود امثال واقران۔ بُلبل شاخسار فصاحت گل سرسبد گلشن بلاغت۔ اریکہ آراے بزم سخنوری۔ مربع نشین چار بالش فضل و برتری احمد علی خان صاحب تخلص تائب ساکن مئو رشید آباد تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد نے عبارت رنگین و نثر مقفےٰ و متین مین تصنیف فرماکر زور طبع دکھایا ہی ہر ہر فقرہ مین فصاحت و بلاغت کا دریا بہایا ہی بندش نہایت آبدار داستان ایسی دلچسپ کہ اگر ابتداے فسانہ ملاحظہ ہو بغیر تمام کتاب

پڑھے چین نہ آئے اگرچہ ساری رات گذر جاے - مضمون وصال رنگین مزاجون کے دلون کو گدگداتا ہی بیان فراق سنگدلون کو بھی خون رلاتا ہی - بالجملہ یہ مجموعۂ شگرف بتحریک مصنف ممدوح مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین باہزاران آب وتاب بماہ مئی سنہ ۱۸۶۹ء مطابق ماہ رمضان سنہ ۱۲۸۶ھ طبع ہوکر مطبوع دلہاے خاص و عام ہوا -